

ابوہریرۃ رضی اللہ عنہما
حضرت

مولانا حافظ قاری محمد قاسم قاسمی

کتبہ قاری ۵۰۷۸ کوثر حرم، بلیماران، دہلی



ابو حضرت رضی اللہ عنہ

مولانا قاری حافظ محمد قاسمی

ناشر

مکتبہ قاری
۵۰۷۸ کوچہ رحمن، بلیماران، دہلی ۶

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں
پاکستان میں، مکتبہ جہاں سنا، ۱۵۔ بیڈن روڈ، لاہور کے نام محفوظ ہیں

نام کتاب : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نام مؤلف : مولانا حافظ قاری محمد قاسم قاسمی
طبع اول : گیارہ سو

تاریخ اشاعت : جنوری ۱۹۸۴ء
مطبوعہ : نازیہ پرنٹرز ۲۱۷۲ روڈ گران، لال کنواں، دہلی

ناشر
مکتبہ قاری : ۵۷ کوچہ رحمن، بلیماران، دہلی

ہدیہ : ۱۵ روپے

ناگپور میں ملنے کا پتہ
حبیب بھائی، مالک کوثر المومنین سینٹر، ۷۷، ڈالیا سڈن، سنٹرل روڈ، ناگپور

فہرست

۱۳۰	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ گورنر مدینہ	۴	پیش لفظ
۱۳۲	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور چہار	۷	تعارف
۱۳۳	مزاج حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ	۱۰	تقریظ
۱۳۷	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اخلاقی جھلکیاں	۱۲	دیباچہ
۱۴۰	مرض الموت	۱۶	وجہ تالیف
۱۴۱	وفات حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ	۱۸	تدوین حدیث کا تاریخی جائزہ
۱۴۲	روایات کا اختلاص	۲۸	کچھ سنت کے بارے میں
۱۴۳	خاندان و پسماندگان	۳۱	اپنی بات
۱۴۵	باب دوم اور اس کا خلاصہ	۳۴	سنت، قرآن کی روشنی میں
۱۴۵	دیباچہ حیات	۳۵	عدالت صحابہ رضی اللہ عنہم
۱۴۸	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی شیفگی حدیث	۵۴	سنت کی حفاظت اور اس کی اشاعت
۱۵۳	علم لازوال	۸۴	امام بخاری اور جامع صحیح بخاری
۱۵۴	محاسن حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ	۸۷	امام مسلم
۱۵۸	ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہر جمعرات کو حدیث بیان کرتے	۸۸	امام ابو داؤد
۱۶۳	کثرت حدیث وسعت علم	۹۰	امام ترمذی
۱۶۳	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یادداشت	۹۱	امام نسائی
۱۶۴	جوش صیانت حدیث	۹۳	امام ابن ماجہ
۱۷۷	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ان کا فتویٰ	۹۶	باب اول۔ اور اس کا خلاصہ
۱۸۳	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور قضا	۹۷	آپ کا نسب شریف
۱۸۴	شیوخ و تلامذہ	۹۸	آپ کی شکل و صورت
۱۸۷	آپ کی حدیثوں کی تعداد	۹۹	اسلام سے پہلے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
۱۸۹	نمونہ مرویات	۹۹	قبول اسلام اور ہجرت
۱۹۲	مرویات بخاری	۱۰۳	والدہ کا قبول اسلام
۱۹۴	مرویات مسلم	۱۰۵	ملازمت رسول
۱۹۵	مرویات ابو داؤد	۱۰۷	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اہتمام سنت
۱۹۶	مرویات ترمذی	۱۱۵	آپ کا فقر و عفت
۱۹۷	مرویات نسائی	۱۲۱	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا جود و سخا
۱۹۹	مرویات ابن ماجہ	۱۲۳	عہد فاروقی رضی اللہ عنہ میں گورنری
۲۰۱	اصح الطرق	۱۲۵	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ و عثمان رضی اللہ عنہ
۲۰۱	ثناء ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ عنہ	۱۲۷	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ و علی رضی اللہ عنہ

پیش لفظ

حضرت مولانا حکیم عزیز الرحمن صاحب عظمیٰ استاد جامعہ طیبہ دارالعلوم دیوبند

اسلام سے عداوت و دشمنی تعلیمات اسلام سے گریز ہمیشہ سے اہل کفر و باطل پرستوں کا شعار رہا ہے، آپ دیکھتے ہیں کہ آج کے وہ لیڈر اور رہنما جن کا کردار ہر طرح سے گھناؤنا اور ہر طرف سے انکی تصویر میں کجی، ان کا ہر قول و فعل بے راہی کا آئینہ دار ہے مگر ان کے اقوال و جمع کرنے، اس کی نشر و اشاعت کرنے میں موجودہ کفر نواز معاشرہ دل و جان سے لگا ہوا ہے، اس کو برحق ثابت کرنے اس کی یادگار قائم کرنے، اُسے مثالی اور معیاری بنانے میں ان لوگوں کی زبان تک نہیں تھکتی افسوس ہوتا ہے جب وہ پیر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر قول و فعل کو معاندانہ نگاہ سے دیکھتے ہیں نیز چشم عداوت بزرگزیلی است کے مقولے کے ماتحت اس سراپا خوبی میں انھیں کوئی خوبی نہیں دکھائی دیتی۔ اس مکارم معیار اور اخلاق میں ان کو کیڑے نظر آتے ہیں۔ ان کی تعلیمات کو شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ان پر رات دن رلیس چ کرتے ہیں اور جب وہ پوری طرح معیار پر اترتی ہیں تو اسے اتفاقات سے تعبیر کر دیتے ہیں، سب سے زیادہ افسوس ان مغرب زدہ علماء پر ہوتا ہے جو مستشرقین کی ہر نا سمجھی کو دستاویز مقام دیتے ہیں، ان کی ہر بے ہودہ تحقیق کو معیار انسانیت تسلیم کرتے ہیں۔ دنیا جانتی ہے کہ اسلام کے بنیادی اصول صرف چار ہیں۔ قرآن و سنت، اجماع و قیاس مگر وہ صرف قرآن کو اصول مان کر اسلامی اصولوں کا انکار کر کے اسلام کو چوں چوں کا مرتبہ بنا نا چاہتے ہیں۔ کیا قرآن نے خود یہ اعلان نہیں کیا۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ایسی صورت میں اُسوۂ نبویؐ اور آپ کے عادات و اخلاق کی حفاظت جو خود قرآن کی زبان سے قرآن میں ہے، کیا قرآنی اصول نہیں ہے؟ پھر ایسی صورت میں سنت سے انکار کرنا اسلام سے بغاوت کے مترادف نہیں؟

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے آپ کی تعلیمات، آپ کے رات دن، آپ کے سفر و حضر آپ کی نشست و برخاست، آپ کی گفتگو و سکوت، آپ کے ازدواجی تعلقات، خود اپنے رشتہ دار، اُن سے معاملہ، دوستوں سے تعلقات، دشمنوں کے ساتھ زندگی گزارنے کے اصول کا ایک ایک گوشہ محفوظ رکھا، یہی صحابہؓ پیروکاران پیغمبرؐ فداکاران نبی اکرمؐ کا سب سے بڑا قصور ہے جس طرح اُمت اور علمائے اُمت نے قرآن کی حفاظت کی اسی طرح رسول خدا کی ہر سنت کی حفاظت و ترویج انھوں نے اپنے ذمہ فرض سمجھا۔

یہ بات ہمیشہ سے ایک حقیقت کی طرح مانی گئی ہے کہ محبت کرنے والے کا لاشعور محبوب کی ہر ادا کو محفوظ رکھتا ہے خواہ اس کا حافظ کمزور ہی کیوں نہ ہو۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رض ان کے ساتھی، اُن کے جاں نثار، ماشاء اللہ حافظ کی دولت سے مالا مال تھے۔ پھر وہ اپنے محبوب رسولؐ کی ہر بات میں ہر فعل کی اگر حفاظت کرتے ہیں تو یہ نفسیاتی طور سے ایک مانی ہوئی حقیقت ہے ایسی صورت میں سنت سے انکار قرآن کا انکار ہوگا۔

مزید برآں رسول خدا کے فرمودات، آپ کے اعمال و اخلاق باقاعدہ مکتوب شکل میں اُسی وقت سے موجود ہیں۔ آپ نے جو فرمان بھیجے جو معاہدے کیے، جو مکتوبات امر اور سلاطین کو لکھے، جو احکام اپنے زمانے میں عملاً حکومت کو بھیجے، صلح جنگ کی شرائط، معاہدے تمام کے تمام مکتوب شکل میں تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتیں زبان زد عوام و خواص تھیں کہ ان کو توازن کا درجہ حاصل تھا۔ زکوٰۃ، صدقات، روزہ، حج کے بارے میں آپ کے تحریری احکام اسی زمانے میں روانہ کیے گئے تھے۔ پھر ایسی صورت میں سنت کی حجیت اور اصول ہونے سے انکار بڑی ہی دیدہ دلیری اور انتہائی جرأتناک جسارت ہوگی۔

ابو ہریرہ رض جو صحابہؓ میں رسول کریمؐ کی صحبت میں رات دن حاضر باش تھے، جن کا حافظ

غیر معمولی تھا۔ جنہوں نے غلامی سے لے کر گورنری جیسے عظیم عہدے حاصل کیے۔ اُن کی خداداد صلاحیت اور پُر وقار شخصیت سے کوئی احمق ہی انکار کر سکتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر کے بعد صحابہ میں روایت حدیث میں سب زیادہ فائق ہیں۔ آپ کی سوانح حیات اور زندگی پر اب تک بڑے لمبے کام ہونے چاہیے تھے۔ خصوصیت سے اُردو زبان میں جہاں سیر صدیق، سیر عثمان، سیر عائشہ، و عمر فاروق پر خاصی کامل کتابیں اور مواد موجود ہیں مگر عبداللہ بن عمرؓ اور ابو ہریرہؓ کا ذکر اس انداز میں نظر نہیں آتا۔ ایسی صورت میں ضرورت تھی کہ اس صحابی رسول کے حالات زندگی اور اس کا ہر گوشہ ہمارے سامنے آجاتا مگر اُردو لٹریچر اس سے خالی تھا۔

خدا کا شکر ہے کہ قاری محمد قاسم قاسمی نے اس کی طرف توجہ فرمائی اور ایک معیاری گو مختصر سہی، ابو ہریرہؓ کے حالات زندگی، ان کے کارہائے نمایاں، روایت حدیث اس کی اہمیت پر قلم اٹھایا اور بڑی حد تک اس میں کامیاب بھی ہیں۔ بہر حال ضرورت تو اس کی ہے کہ ابو ہریرہؓ کے حالات زندگی کا ہر گوشہ ہمارے سامنے رکھا جائے اور پوری تفصیل سے رکھا جائے تاکہ یہ صحابی رسول بھی اپنے کارہائے نمایاں کے ساتھ لوگوں کے لیے رہتی دنیا تک رہنمائی کا کام کر سکے۔ امید ہے کہ یہ مختصر مگر ٹھوس کتاب پورے ذوق و شوق سے پڑھی جائے گی۔ زبان معیاری اور شگفتہ ہے اس لیے پڑھنے والوں کو بھی تکان نہ ہوگا۔ والسلام

عزیز الرحمن اعظمی

جامعہ طیبہ دارالعلوم دہلوی

پبلیشنگ ہاؤس
1954
1986
748

تعارف

حضرت مولانا ڈاکٹر شمس تبریز خاں صبا

مجلس تحقیق و نشریات اسلامی ندوۃ العلماء لکھنؤ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی پاکیزہ سنت و شیرامت کے لیے اسوۂ حسنہ کا حکم رکھتی ہے کیوں کہ ان کی زندگی انسانی فضائل و اخلاق، علم و عمل، خدا شناسی اور انسان دوستی، شرافت و مروت، خدا ترسی اور خدمتِ خلق، اخوت و مساوات، جہاد و جاں فروشی، اصلاحِ معاشرہ اور ایک مثالی معاشرہ کے بے مثال افراد کے امتیازات و کمالات کا ابدی و دائمی نمونہ ہونے کے سبب تاریخِ انسانیت کا قابلِ فخر اور زریں عہد کہلانے کا مستحق ہے۔

ضرورت ہے کہ صحابہ کرامؓ کی مثالی زندگی اور ان کے تاریخ ساز اور انسانیت نواز کارناموں سے لوگوں کو زیادہ سے زیادہ واقف کرایا جائے اور اس طرح آج کی حیران و سرگرداں، بیمار اور قابلِ رحم انسانیت کے درد کا درماں مہیا کیا جائے جو اشتراکیت و سرمایہ داری کے دو پائوں کے درمیان بری طرح پس جا رہی ہے اور محنت و سرمایہ کی کش مکش نے اس کی زندگی کو جہنم بنا رکھا ہے۔

صحابہ کرام کی شیرنگاری کی سعادت عربی میں علامہ ابن عبد البرؒ نے اپنی کتاب الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ابن الاثیرؒ نے اسد الغابۃ فی احوال الصحابہ اور حافظ ابن حجرؒ نے الاصابہ فی تمیز الصحابہ، علامہ ذہبیؒ نے تجرید اسماء الصحابہ اور دورِ آخر میں حضرت مولانا محمد یوسف صبا کا ندھلویؒ نے حیا الضحاک کے ذریعہ

حاصل کی۔ اردو میں 'اسوۂ صحابہ' (مولانا عبدالسلام ندوی) 'سیر الصحابہ' (حاجی معین الدین ندوی بہاری اور شاہ معین الدین ندوی) اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی کی حکایات صحابہ، بہت اہمیت کی حامل ہیں۔

'الفاروق' (مولانا شبلی نعمانی) اور 'صدیق اکبر' (مولانا سعید احمد اکبر آبادی مدظلہ) کے علاوہ صحابہ کرام پر الگ الگ تفصیلی کتابیں بہت کم لکھی گئی ہیں۔ مقام مسرت ہے کہ عزیز محترم جناب مولانا قاری محمد قاسم سہارنپوری (استاذ مدرستہ العلوم حسین بخش جامع مسجد دہلی) کو بھی جلیل القدر صحابی، محدث امت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تفصیلی سوانح کی تالیف کرنے کی سعادت حاصل ہوئی اور انھوں نے بڑی خوبی کے ساتھ اس اہم کام کو انجام دیا۔

حضرت ابو ہریرہؓ کے شرف سعادت کے لیے حدیث و سنت سے ان کا قلبی شغف بہت کافی ہے جس کے سبب وہ امت میں حدیث کے سب سے بڑے راوی ہیں اور دُعاے محمدیؐ کا ایک ابدی معجزہ کہ ان کی ناقابل فراموش علم کی دُعا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین فرمائی۔ حضرت ابوسعید خدریؓ راوی ہیں کہ حضور اکرمؐ نے ان کے بارے میں فرمایا۔

أَبُوهُرَيْرَةَ دُعَاءُ مِنَ الْعِلْمِ أَبُو هُرَيْرَةَ عَلَّمَ كَاطِرَ فِي (سیر اعلام النبلاء للذہبی ۲/۴۳۰)

انھوں نے ایک بار شفاعت کے بارے میں سوال فرمایا جس کے جواب میں رسول خداؐ نے فرمایا۔

لَقَدْ ظَنَنْتُ أَنَّكَ أَوَّلُ مَنْ يَسْأَلُنِي

عَنْ ذَلِكَ مِنْ أَقْبَىٰ لِمَا رَأَيْتُ مِنْ

حُرْصِكَ عَلَى الْعِلْمِ (مسند احمد ۱۵/۲۰۸)

حضرت ابن عمرؓ جیسے صحابی رسولؐ نے بھی ان سے ایک بار فرمایا۔

يَا أَبَا هُرَيْرَةَ كُنَّا أَلَمْنَا لِرَسُولِ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاعْلَمْنَا

بِحَدِيثِهِ (سیر اعلام النبلاء للذہبی ۲/۴۳۵)

ان کی حدیث کے جاننے والے ہیں۔

ان کی اسی علمی جلالت کے پیش نظر ان سے آٹھ سو صحابہ اور تابعین نے روایت کی اور خود انھوں نے حجاز، شام، عراق اور بحرین میں درس حدیث کے حلقے قائم کیے۔ ان سے روایت کرنے والے اصحاب میں حضرت ابو ایوب انصاریؓ، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت انس بن مالکؓ جیسے اکابر صحابہ بھی ہیں۔ ان کی امانت و دیانت اور اہلیت کے پیش نظر حضرت عمر فاروقؓ نے انھیں بحرین کا والی و گورنر بھی بنایا تھا۔

حافظ ابن حجرؒ انھیں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

إِنَّ أَبَاهُمْ بِرَّةً كَانَ أَحْفَظَ مِنْ كُلِّ مَنْ
ابو ہریرہؓ اپنے معاصر راویان حدیث میں سب سے
يُرْوَى الْحَدِيثُ فِي عَصْرِهِ وَلَمْ يَأْتِ عَنْهُ
بڑے حافظ حدیث تھے اور ان جیسی روایات تمام
أَحَدٌ مِنَ الصَّحَابَةِ كُلِّهِمْ مَا جَاءَ عَنْهُ
صحابہ میں کسی سے منقول نہیں۔ (تہذیب التہذیب ۱۶۶/۲)

حضرت ابو ہریرہؓ کی عظیم خدمت دین کے متعلق خراج عقیدت کے طور پر بے اختیار یہ مناقب بیان کیے گئے۔ وَالشَّيْءُ بِالشَّيْءِ يَدُكُرُّ۔

ہمارے محترم قاری صاحب نے اپنی اس فاضلانہ کتاب میں پہلے سنت کی تشریح اور تہذیب حدیث کا جائزہ لیا ہے پھر صحاح ستہ اور ان کے مصنفین کا بھی تعارف کرایا ہے پھر ان کی سوانح لکھی ہے۔ کتاب کے باب ثانی میں ان کے شغف حدیث، ان کی قوت حفظ، ان کے عہدہ فضا اور ان کے شیوخ و تلامذہ، ان کی روایات کی تعداد اور ان کے فتاویٰ کا تذکرہ کیا ہے۔

کتاب اپنے مطالب مضامین، اپنی زبان و بیان اور ایک اہم دینی ضرورت کی تکمیل کا نمونہ ہونے کے سبب قابل قدر و لائق مطالعہ و استفادہ ہے جس سے ہر خاص عام کو فائدہ اٹھانا چاہیے خدا کرے کہ اہل علم و دین کے حلقوں میں کتاب کو قبولیت حاصل ہو اور اس طرح مولف موصوف کی محنت و صول ہو۔ بہر حال اس کا اجر و ثواب تو کہیں گیا نہیں۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ

شمس تبریزی خاں لکھنؤ

تَقْرِیظ

حضرت مولانا شمیم احمد صاحب شیخ الحدیث و ضد المدرسین العلیوم حسین بخش دہلی

ناکارہ کو شوال المکرم ۱۴۳۳ھ کے اوائل میں محترم جناب مولانا قاری محمد قاسم صاحب مدرس مدرسۃ العلوم حسین بخش دہلی کی کتاب ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مطالعہ کی سعادت حاصل ہوئی۔ قاری صاحب نے اس کتاب میں تدوین حدیث کا تاریخی جائزہ پیش کرتے ہوئے صحاح ستہ کے مولفین کا دلنشین طریقہ پر تعارف کراتے ہوئے ان کی سوانح حیات بھی لکھی ہے۔

پھر کتاب کے اصل مقصد کو تطویل بے فائدہ اور اختصار بے جا سے بچاتے ہوئے اس انداز سے پیش کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ کا حدیث سے شغف، ان کے خداداد حافظہ، ان کے عہدہ قضاء ان کے شیوخ اور تلامذہ، انکی روایات کی تعداد اور انکے فتاویٰ سے متعلق تمام معلومات پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے اور جامع تاریخی جائزہ کی شکل میں یہ کتاب قیمتی تحفہ بن گئی ہے اس لئے یہ کتاب اہل علم اور علمائے المسلمین میں ہر طبقہ کے لئے بہت مفید ہے باری تعالیٰ سے دعا ہے کہ قاری صاحب کی یہ کتاب مقبول ہو کر سرمایہ آخرت بنے آمین:

محمد شمیم قاسمی الشان

۲۰ شوال المکرم ۱۴۳۲ھ

تقریظ

خطیبِ اسلام حضرت مولانا قاری حافظ عبدالحفیظ جُنَیْدی
فاضلِ جامعِ حیدرآباد، ممبئی آلِ نڈیا مسلم پرنسپل بورڈ

فاکسار کو رمضان المبارک کے مقدس لیل و نہار میں عزیزِ مکرم مولانا قاری حافظ محمد قاسم قاسمی رکنِ کل ہند مجلسِ قرأتِ زید مجاہد کی کتاب ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ“ کے مطالعہ کا موقع ملا۔ الحمد للہ بے حد مسرت ہوئی کہ اردو زبان میں طالبانِ دین اور تشنگانِ علم کے لیے ایک نایاب تحفہ مرتب ہوا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس قدر شرح و بسط اور جامع انداز میں ہوا ہے کہ کتاب شروع کرنے کے بعد ختم کرنے تک دل چسپی علیٰ حالہ باقی رہتی ہے۔ قارئین خود محسوس کریں گے کہ بہت سی کتابوں کا عطر اس میں پیش کیا گیا ہے۔

عاجز دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا کے موصوف کی اس سعیِ جمیل کو قبول فرمائے۔
دارین میں جزلے خیر عطا فرمائے، ہر مسلمان کو مطالعہ کی توفیق بخشے۔ آمین

عبدالحفیظ جُنَیْدی عفی عنہ

خطیب جامع مسجد معسر، بنگلور

۲۱ رمضان ۱۴۰۳ھ

دُنیا چہ

صحابہ جنہوں نے رسولِ خدا کی ہر ہر قدم پر پیروی کی، اس پیروی کی برکت میں انہیں شہنشاہِ رسالت کی حفاظت کی توفیق عطا ہوئی۔ انہوں نے امانت ہی کو جوں کا توں امت تک پہنچایا، دعوت و تبلیغ کو پھیلانے کا حق ادا کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عرب کے بُت پرست بتوں کی غلامی سے نجات یاب ہوئے اور انہیں ایمان کی تازگی سے نئی زندگی نصیب ہوئی۔ انہوں نے دنیا کی صحیح رہنمائی کی، عظیم ذمہ داری اپنے کاندھوں پر اٹھالی، اب کہیں تاریکی کا پتہ نہ تھا، ان کی آنکھوں کے سامنے اسلام کی جگمگاتی روشنی تھی، انہوں نے قرآن کو خوب سمجھا، گمراہی اور کج روی کو چھوڑ کر حق و سچائی کے راستہ پر لوگوں کو لگانے لگے تھے۔ معرفتِ الہی کی دولت جہالت کے بعد ان کا حصہ بنی۔ اب کیا تھا آزادی کا پرچم ان کے ایک ہاتھ میں تھا تو نور و عرفان کی شمعیں دوسرے ہاتھ میں، انسانیت کی ہر راہ ان سے روشن تھی، عزت و سربلندی ان کے قدم چومتی تھی، دنیا کو خیر و سعادت سے نوازا رہے تھے اور

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

کی پوری تصویر بن چکے تھے۔

دشمنانِ اسلام کو یہ دیکھ کر کہ مذہبِ اسلام ایک تناور درخت ہوتا جا رہا ہے، اس کی

ہر شاخ شاداب ہوتی جا رہی ہے شگوفے پھل بنتے جا رہے ہیں اور پھل شیرینی ورس کے جام بنتے جا رہے ہیں ان کی نیند حرام ہو گئی ہے مسلمانوں کی قیمت بڑھتی جا رہی ہے ان کے متاع علم و ہنر کی مانگ بڑھتی جا رہی ہے، مخالفوں کی قیمت کم ہو رہی ہے ان کو اس کی رات دن کھوج ہے کہ ہم کون سا راستہ اختیار کریں کہ اُن مآرب تک پہنچیں جن سے ان کی ترقی کا اصل راز معلوم کر سکیں اور ان کو صحیح راہ سے بھٹکاویں تو انہیں سب سے عمدہ تدبیر عقائد اسلام میں زیرِ گھولنا سمجھ میں آئی تاکہ اس فساد سے وہ انہیں ان عقائد حق سے الگ کر کے گمراہی اور کج روی کی طرف لگا سکیں۔

چنانچہ اُن اعداء اسلام نے اسلام کا چہرہ بگاڑنے کی ہر طرح سے کوشش کی، ہر وہ دلکش انداز جس نے اسلام کا اصلی رخ پہچان میں نہ آ سکے اختیار کرنا اپنا پیشہ بنالیا، مسلمانوں کو محبت سے خوش کن اور وقتی منفعت بخش وسائل کے بکھیردوں میں لگا دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے کمزور دل کے لوگوں کو اسلام کی تعلیمات و احکام میں طرح طرح کے شکوک و شبہات پیدا ہونے لگے۔ مگر ان کی سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ قرآن کریم جو اصول و شریعت میں اولیت کا مقام رکھتا ہے اس کو باز پچھہ اطفال بنانا دشوار تھا دوسری اصل سنت نبویؐ بھی اس پر رہ زنی آسان تھی مثلاً یہ کہہ کر کہ سنت نبویؐ کے ناقیلین کا اندازِ نقل صحیح نہ تھا اس لئے قابلِ اعتماد نہیں حافظینِ حدیث کو نظر انداز کرنے لگے تاکہ حدیث نبویؐ کا ایک بڑا حصہ مجروح ہو جائے اور اس طرح سنت نبویؐ کی پاکیزہ راہ غبار آلود ہو جائے اور یہ کہہ کر کہ یہ راستہ ناصاف ہے کسی دوسرے ستھرے راستے کو اختیار کیجئے۔ ایسی صورت میں جبکہ سنت نبویؐ ہی قرآن کی وضاحت اور تفسیر کی اصل پاٹنا ہے اس طرح مسلمانوں اور فہم قرآن کے مابین ایک بڑی فلیج حائل ہو جائے گی جس کا پاٹنا آسان نہ ہوگا۔ اس تدبیر سے قرآن

کریم پر جیسے جیسے زمانہ گزرتا جائے گا مسلمانوں کے لئے اجنبی بنتا جائے گا اس طرح دشمنان اسلام کا مقصد تکمیل پاتا جائے گا۔

چنانچہ علمی مباحث کی صورت میں یورپ کے مستشرقین ان کو شائع کرنے لگے یہ مباحث ہمارے بعض اہل علم کو بھی اپنی طرف متوجہ کرنے لگے چنانچہ بعض ناظموں نے عقل و دانش معقولیت کے نام پر ان ڈھکوسلوں کو حقیقت سمجھنا شروع کر دیا۔

ہم کو خود یہ بات معلوم ہے اور دنیا کا ہر انصاف پسند طبقہ یہ جانتا ہے کہ سنت نبوی ہم کو ایک بڑے جرگے سے جس کو ایک بڑی جماعت نے قرناً بعد قرن ایک دوسرے سے

ہماری طرف منتقل کیا وہ ہم تک اسی انداز میں پہونچتی رہی جو اہل علم میں علوم کے محفوظ بے غبار رکھنے کا طریقہ ہمیشہ سے جاری و ساری رہا بالکل اسی محفوظ و بے غبار راستے سے حدیث نبوی ہم تک پہونچی۔ علماء نے حدیث نبوی کی حفاظت کے لئے تن من دھن سب کچھ نثار

کر دیا انھوں نے اس کو حاصل کرنے کے لئے بڑے دشوار گزار سفر کے طویل فاصلے طے کئے پھر بار چھوڑ کر نکلے اور حدیثوں کو ان کی سند کے ساتھ یاد رکھنا منکرات و مصائب کے باوجود نہایت نشاط انگیز مشغلہ معلوم ہوا انھوں نے حدیثوں کو ان کی سند کو اور کن کن لوگوں نے ان احادیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے ان تمام باتوں کی

پوری طرح جانچ کی کمزور حدیثوں کمزور روایہ حدیث کو مضبوط حدیثوں اور مضبوط و صحیح راویوں سے متماثر کیا۔ راویوں کے معمولی سے معمولی عیب کو جانچا بوجھا جو بات واضح

کرنے کی تھی ایک ایک کو واضح کیا معمولی سے معمولی فرد گزاشت کو بھی برداشت نہیں کیا جو لوگ عقل حافظہ ظاہری و باطنی انداز سے ثقہ معلوم ہوتے تھے صرف انھیں سے حدیث

قبول کی اور بس۔

صحابہ کی عدالت اور ثقہ ہونے پر پوری امت کا اجماع ہے پھر وہ صحابہ جنہوں نے خود پیغمبر خدا سے کوئی بات سنی یا دیکھی اور ان کے حلقہ درس میں شریک ہوئے انہیں حلقہ درس و تعلیمات نبوی میں حاضری کی سند ملی ہو ایسوں کی عدالت کا کیا کہنا! انہوں نے زندگی اور زندگی کی سب سے عزیز متاع خدا کی راہ پر لوگوں کو لگانے میں صرف کردی انہوں نے اسلام کی بنیادیں بڑی گہرائی میں رکھیں اور شریعت کے نادر اصول کی حفاظت کی۔

انہی مستند ثقہ، حاضرین حلقہ درس نبوی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں جو رسول امین کے جلیل القدر ساتھیوں اور احادیث نبوی کے راویوں میں سرفہرست ہیں ان سے ناقلین کی ایک بڑی جماعت نے روایت کی اور تابعی تو خیر تابعی ہیں اکثر صحابہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آپ کے واسطے سے بھی احادیث نبوی کی روایت کی ہے اس لئے دشمنان اسلام نے سب سے پہلے ان کا تعاقب کیا اور بعض نفس پرستوں نے اپنی مندوں کا رخ آپ کی طرف کر دیا آپ کی عدالت و علمی ساکھ کو مجروح کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی بے مطلب کے مباحث چھیڑ دیئے بے سُر کی راگنی آلاپنے لگے آپ پر حملے کئے بغض و کینہ و رمی کو تسکین دینے کے لئے اس عظیم صحابی کو کذاہین و ضاعین حدیث کی فہرست میں شمار کرنے کی احمقانہ جسارت کے مرتکب ہوئے۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ

وَحْمًا تَالِيفُ

یہ دیکھ کر مجھے احساس ہونے لگا کہ وہ لوگ جن کے منہ کی دال نہیں جھڑی اپنی زبانِ طعن اس صحابی پر کھول رہے ہیں اور باطل نگار قلم سے آپ کی منور پیشانی پر کلنک کا ٹیکا لگانا چاہتے ہیں۔ میں نے ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے اس کو اپنا فرض اولین سمجھا، دوسرے دینی علوم کی مشغولیت نے بھی مجھے اس بات پر ابھارا کہ میں بھی حقیقت کھول کے رکھ دوں، اپنی طرف سے کسی کو بے آبرو کرنا کسی پر حملہ کرنا میرا طریقہ نہیں ہے بلکہ رضائے الہی اس تحریر کا مقصد ہے اس لیے مجھے کسی قسم کی پرواہ نہیں ہے اور میں نتائج سے بے پرواہ ہو کر رادی اسلام کی خصوصیت میں لگ گیا ہوں۔ اس کا مقصد اس نا انصافی کو ختم کرنا بھی ہے جو مخالفین نے آپ پر روا رکھی ہے۔

اس علمی بحث کے سلسلے میں مجھے طرح طرح کی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا، بہت سی لائبریریوں اور کتب خانے کھنگالنے پڑے، بڑی بڑی کتابوں کے ایک ایک حرف پر نظر اور کتنے ہی مخطوطات کو پرکھنا پڑا، کتنی مطبوعہ کتابوں اور علماء کی جانب رجوع کرنا پڑا اس سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی جگہ گاتی تصویر ان کا روشن چہرہ سامنے آگیا، ان کی پیشانی پر نہ کوئی داغ رہا نہ چہرے پر کوئی سیاہی، ان کا گزشتہ دور ابھرتا ہوا ستارہ ہے، آپ کی روح پاکیزگی و بالیدگی کا مرقع ہے، دل کی پاکیزگی سونے پر سہاگہ کا کام کر رہی ہے، آپ کی علمی شخصیت کو ابھارنے میں ان محاسن کے بعد اب کیا رہ جاتا ہے، نفس پرستوں کے حملے اور ان کے کند نیزے اب کیا کر سکتے ہیں مخالفین کے اعتراض ریت کا تودہ ہو چکے ہیں، آپ کی تاریخ ساز شخصیت اور آپ کا علمی مقام واضح ہو کر سامنے آچکا ہے پھر بھی میں نے ان شبہات کو دور کرنے کی کوشش کی ہے جو قادیان مخالفوں نے پھیلائے تھے۔ اُن کی اس لیے بھی ضرورت تھی کہ آپ پر طعن کو مخالفین نے دوسرے صحابہ پر طعن کا ذریعہ بنا رکھا ہے تاکہ سنتِ سنہ کی تابناکی کو ختم کیا جاسکے اور اس پر عمل کرنے کے وجوب کو معرضِ بحث بنا کر مخالفین نے اسی مقصد کے تحت یہ کوشش کی ہے کہ سنت پر عمل کو روکا جاسکے اور اس کے وزن کو کم کیا جاسکے، اس لیے میں نے ضروری سمجھا کہ اس کتاب کو

دیباچہ، ایک تمہید اور دو بابوں میں تقسیم کر دیا جائے۔

تمہید اور پیامِ اسلام کا ذکر کر کے سنت کی لغوی و شرعی تعریف کرنے کے بعد سنت کے مقصد کی وضاحت کی ہے پھر سنت کا مقام قرآن کریم کی روشنی میں امت کی جاں سپاری اس کی حفاظت اس کے اعتصام اور اس پر عمل کرنے کے سلسلے میں بیان کی ہے، پھر صحابہ کا مقام اور ان کی عدالت کو واضح کیا ہے، پھر سنت کی حفاظت اور اس کو بے غل و غش کرنے اور اس کے پھیلنے اور عام ہونے اور کرنے کا ذکر ہے۔

پہلی فصل میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی زندگی کے مختلف مظاہر و مشنوں کا ذکر ہے، ان کی عام اور نجی زندگی کے سبھی پہلو سامنے لائے گئے ہیں۔

دوسری فصل میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی علمی زندگی ان کا علمی مقام، حدیث کے حصول میں ان کا خاص انداز اور سنت کے پھیلانے میں ان کا کردار اور ان کی علمی فراست اور ان کے بارے میں علماء کے خیالات کا مکمل جائزہ ہے۔

باب ثانی میں اہل ہوا کے ان حملوں اور اعتراضات کا ذکر ہے، اسی طرح بعض کاتبین مستشرقین کے طعن و تشنیع کا ذکر پھر ان کے بارے میں کچھ مناقشات علمی ہیں اور آخر میں سچی اور صحیح بات کا ذکر ہے جو ان کی تشفی کے لیے ثبوت بھی ہے۔

خدا سے دعا ہے کہ وہ مجھے اس موضوع و مباحث میں سچی بات پیش کرنے کی توفیق دے۔ ساتھ ہی ان اجاب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اتنی عظیم خدمت پر مجھے ابھارا جس میں ان رواۃ کی روایت کو لوگوں کے سامنے مجروح ہونے سے بچا سکا اور سنت نبوی کو آئینہ کی طرح پیش کرنے میں کامیاب رہا۔

آخر میں ناظرین کتاب سے درخواست کروں گا کہ وہ اگر کسی بھی تبدیلی و تصحیح کی ضرورت محسوس کرتے ہوں تو مجھے باخبر کریں تاکہ میں ان کے مفید مشورے سے نفع اٹھا سکوں۔

وَاللّٰهُ الْمَوْفِقُ بِالْصَّوَابِ وَالْبَيْتُ الْمُبَارَكُ وَالْمَلَأَتْ

محمد قاسم

۳۰ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ

اہلِ عرب اور پیامِ اسلام

ہزاروں سال سے پوری دنیا فکری ظلمت میں گھری ہوئی تھی۔ علمی پسماندگی عام تھی۔ ظلم
اجتماعی کا نگر نگر ڈیرا تھا کہ اسی زمانے میں ہدایت کا سورج سرزمینِ عرب پہ طلوع ہوا۔ افقِ عالم
کی تاریکی چھٹنے لگی۔ دنیا کے سامنے اس کی گزرگاہ کھلے طور سے سامنے آگئی۔ ہر طرف ترقی و کامرانی
اور پیش روی کے راستوں کے نشان منزلِ نظر آنے لگے۔ یہ سورج کچھ روز کا سورج نہ تھا
بلکہ آفتابِ نبوت تھا جسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لوگوں میں لیے ہوئے تشریف لائے۔

اِنَّا اَرْسَلْنَا بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۝
دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهِمْ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا

خدا نے آپ کو حقانیت کے ساتھ بشیر و نذیر بنا کر مبعوث فرمایا۔
خدا کی راہ پر لگانے والا اس کے احکام سننے والا اور سننے والا جس کا آفتاب

آپ کو پوری دنیا کی طرف دائمی رسالت کے شرف سے مبشر کر کے روانہ فرمایا گیا۔

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا
بِاللَّذِي لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهَا كُفُلَةٌ وَهُوَ حَيٌّ
يَوْمَ يُنْفَخُ الصُّفُوفُ فَاسْمِعُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ
الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ

آپ فرمادیجیے کہ میں تم میں سے ہر ایک کے لیے خدا کی جانب سے
جس کے ہاتھ میں آسمان و زمین کی سلطنت ہے رسول بنا کر
بھیجا گیا ہوں وہ خدا ایک ہے وہ زندگی عطا کرتا ہے وہ
موت سے ہمکنار کرتا ہے خدا پر یقین کرو اور اس کے رسول نہائی

لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ
 - پُر ایمان لاؤ جو خود بھی خدا پر اور اس کے کلمات پر ایمان رکھنا ہے اس نبی کی پیروی کرو تاکہ ہدایت تمہارا حصہ ہو جائے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ
 وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مَكَّافَةً لِّلنَّاسِ بِشَيْءٍ مُّذْنِبًا
 اور ہم نے آپ کو تمام عالموں کے لیے رحمت مجسم بنا کر بھیجا ہے
 ہم نے آپ کو پوری انسانی دنیا کی طرف بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے
 آپ کو احکام اسلام کی تبلیغ کا حکم فرمایا اور اسلام کی تعلیمات عام کرنے کی اجازت مرحمت کی۔
 يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ
 اے خدا کے رسول! کچھ آپ کے رب کی جانب سے جو بھی نازل کیا گیا ہے
 رَبِّكَ وَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ لَّمَّا بَلَغْتَ رِسَالَتَهُ
 بلا کم و کاست پہنچا دیجیے اگر آپ نے بلا کم و کاست نہیں پہنچایا تو
 وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ
 پھر تبلیغ رسالت کا صحیح کام انجام نہیں فرمایا۔ آپ کا خدا انسانی دنیا
 لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ۝
 کی جانب سے آنے والی ہرگز ندم سے بچائیگا۔ خدا جان بوجھ کر اپنی
 نافرمانی کرنے والوں کو کامیابی کی راہ پر نہیں لے چلتا۔
 (القرآن الکریم)

خدا کا سب سے بڑا فضل عربوں پر یہ ہے کہ ان میں رسول بنا کر خود انھیں میں سے ایک شخص کو مبعوث
 فرمایا جو ان کو خدا کی آیات تلاوت کر کے سناتا ہے اور ان کے دلوں کو کھوٹ سے پاک کرتا ہے
 اور کتاب و حکمت کے گرسکھاتا ہے اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی ہوتی گم راہی کے شکار تھے ان عربوں
 میں سب سے پہلے اپنے اہل خانہ کے لوگوں کو خدا کی جانب بلانے کا حکم فرمایا اس لیے کہ خاندان کے
 لوگ زیادہ مانوس ہوتے ہیں، پھر جو لوگ ایمان لائیں ان کی پوری دل جوئی کے لیے فرمایا دَاخِلُوا
 عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ وَلَا خِفْضَ جَنَاحِكَ مِمَّنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ دوسری جگہ فرمایا۔

وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ قُرْآنًا نَّاعَمُ بِمَا تُنذِرُ نَأْمُ الْفَقْرَىٰ إِلَيْكَ
 عطا کی تاکہ اور اس کے پس و پیش کے لوگوں کو ڈرائیں اور دھمکائیں قیامت کی پیشی سے جو
 یقینی طور سے ہونے والی ہے۔ دنیا میں بسنے والوں کے دو گروہ ہوں گے ایک اہل ہاتھ ہوتے
 شاداب باغوں میں دوسرا جلتی ہوئی لہکتے ہوئے شعلوں میں۔ خدا نے رسول کو حکم دیا کہ وہ اپنی قوم
 کو رشد کی راہ پر ڈالیں تاکہ وہ تبلیغ رسالت کے پیغام کو دوسری قوموں کی جانب لے کر چلیں اور خود انکی عرق

مبلغ، ہادی کے شرف سے نوازی جائے اور رہتی دنیا تک ان کا نام جینا جاگتا رہے جیسا کہ خدا کے رسول کو زندہ جاوید بنانے کا ارادہ باری تعالیٰ نے فرمایا۔ اسی طرح امت عرب کو بھی جس نے رسالت کو سب سے پہلے قبول کیا اور دنیا کی گردن کو ظلم و سرکشی سے آزاد کیا۔ اور انسانیت کی ڈوبتی کشتی کو بچا کر سلامتی کے کنارے پر لگادیا اور اسے تاریکی سے روشنی میں لا کر ہدایت و حق کی راہ پر گامزن کر دیا۔ آزادی کا پرچم ان کے ہاتھوں میں لہرا رہا تھا۔ حالاں کہ وہ دور وہ تھا کہ لوگ سچی راہ چھوڑ چکے تھے اور گمراہی اور جہالت کی تاریکی میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے تھے۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ عربوں کو صحیح راستے پر لگانا کچھ کھیل نہ تھا بلکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس راستے میں بڑی مشقتیں جھیلنی پڑیں، آپ کو جسمانی تکلیفیں ہوئیں، آپ کو کافی خسارہ برداشت کرنا پڑا، آپ کے اہل نے مصائب جھیلے، دوستوں سے چھٹے، وطن سے بے وطن، گھر سے بے گھر ہونے کی نوبت بھی آئی۔ آپ نے ایک بار دعوت دے کر لوگوں کو پکارا مگر رک تھوڑی گئے؛ بلکہ یہ دعوت دن کی روشنی میں، رات کی تاریکی میں کبھی چپکے کبھی کھلم کھلا دینی پڑی، خدا سے آپ ان کی ہدایت کے لیے دعا فرماتے ان کے رشد کے لیے سوچتے ہوتے۔ آپ چاہتے تھے کہ ان کی قوم راہ یاب ہو جائے تاکہ حامل پیغام رسالت ہو سکے اور وہ امانت جو آپ کے پاس تھی اس کی حفاظت کا بوجھ اٹھا سکے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی الہی کا نانا نسا بندھا ہوا تھا، ادھر آپ کی قوم تھی کہ وہ اپنے آباء کے مذہب پر بتوں کی آغوش میں مورتی کے سجدے میں لگی ہوئی تھی۔ قبائلی مخالفوں کی سربراہی بھی انھیں حاصل تھی، ان میں وہی رشتہ خون و قربت کا تھا۔ اس کا کوئی عمومی نظام نہ تھا داد اپنی عادات کے پابند تھے ان کے لیے عرف سب سے زیادہ پاکیزہ تھا انھیں اپنے نام و نسب پر فخر کرنا اپنے عالی نسب کی ڈینگیں مارنا ایک من بھاتا مشغلہ تھا۔ مکرم اخلاق میں مروت و اخوت میں

وہ سب کے عمدہ اپنے کو سمجھتے تھے۔ خاندان و قبیلہ کا چکر ان کی زندگی تھی کہ جزیرۃ العرب کا ہر باشندہ بے جا منجد و ر میں مبتلا تھا۔ ان کی زندگی میں اور ان کے صفائے نفوس میں اس کے گہرے اثرات موجود تھے وہ اپنی عادات اپنے شرف و علو کی حفاظت میں ایسے کڑے تھے کہ اپنی روایات کے علو کو باقی رکھنے کے لیے جان دے دینا اور دوسروں کی جان لے لینا ان کے باتیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ وہ اپنی عزیز سے عزیز پونجی اس کی حفاظت میں بے دریغ خرچ کرتے، مہمان نوازی میں اس طرح سیر چشمی دکھاتے کہ وہ اسراف کے بھی آگے کی بات کرتے تھے۔ عار سے ان کو ازلی نفرت تھی، عار کو دھونے کے لیے وہ اپنی ساری پونجی حتیٰ کہ جان تک دے دیتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اپنی لڑکیوں کو زندہ درگور دیتے تاکہ فقر کی لغت اور داماد بنانے کی ذلت سے نجات مل جائے۔ خاندانی بہادری اور بڑائی کی تحقیق میں لگے رہتے اس کے لیے لوگ گیت گاتے۔ ایک طرف یہ محاسن تھے تو دوسری طرف وہ بے راہ تھے، وہ عقیدہ جو انھیں اس صحیح راستہ پر لگاتا اس سے محروم تھے، عفت اور کریم النفسی ان کا اخلاق تھا، جو بد سخاوت ان کی عادت، حمیت اور خون کا بدلہ لینا ان کی گٹھی میں پڑے ہوئے تھے، خون بہا ان کے رگ و پے میں سرایت کیے ہوئے تھا، حمیت ان کی فطرت تھی، انھیں خوبیوں میں انھوں نے آنکھ کھولی تھی، اسی میں وہ پروان چڑھے تھے۔ کسی ظلم و ستم کو وہ برداشت کر لیں ممکن نہ تھا، ان کی نیند حرام ہو جاتی، وہ ذلت کو کسی قیمت پر برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ عرب جس پر غضبناک ہو جاتے اس کی مٹی پلید تھی۔ وہ ذرا ذرا سی بات پر مشتعل ہو جاتے، اُن کے قبیلہ کے کسی فرد کی اہانت ان کے ابھارنے کے لیے کافی تھی۔ قبیلہ کا ناز اُن کا اصل مرکز تھا۔ اُس کی حمایت میں جو بھی ممکن ہوتا کر گزرتے اس لیے کہ قبیلہ کے ایک فرد کی عزت پورے قبیلہ کی آبرو ہوتی، ہماری اس بات کی شہادت کے لیے اسلام سے پہلے ہونے والی لوٹ مار اور خوں ریز لڑائیاں کافی ہیں جو عرب قبائل کے مابین صدیوں سے

جاری تھیں۔

عربوں کی یادداشت قوی تھی جو قبائل کی طرف سے کہے گئے کسی شاعر کا ایک ایک حرف یاد رکھتے اپنے نسب کی ہر پڑی کے ایک ایک فرد ان کے حافظہ میں آئینہ کی طرح ہوتا یہ اشعار جنہیں ان کے خاندانی حالات و محرومیاہات کے سوا کچھ نہ ہوتا تاریخی دستاویز سے زیادہ اہم تھے جب ان خوبیوں کا رخ موڑا تو پھر وہی صلاحیتیں پیام اسلام کو پھیلانے اور اس کا بوجھ اٹھانے میں بھی پوری طرح مدد و معاون ثابت ہوئیں۔

جس وقت اسلام کا پیام آیات و نبیوں کی پرستش میں لگے ہوئے تھے۔ ان کی بت پرستی بتوں کو خالق مدبر کون ہونے کی حیثیت نہ تھی بلکہ وہ تقرب الی اللہ کا ایک وسیلہ تھے یہ ان کی پوجا محض اس لئے کرتے تھے کہ انہیں خدا سے قرب کرائیں گے (سورہ زمر) عربوں کے عقائد بندھی ہوئی پوٹلی کی طرح نہ تھے یہ عقائد تو ان کے پڑوسیوں ہندوستان فارس و روم کے تھے بلکہ انہیں پاکیزہ نفسی بھی تھی ان کے عقیدہ کو سیدھا سادہ عقیدہ کہنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے یہ معتقدات و عبادات اسلام کے پختہ اور کامل عقیدہ کے مقابلے کی تاب نہ لاسکے اور یہی وجہ ہے کہ عرب اپنی ان صفات میں بھی دنیا کی دوسری قوموں سے ممتاز نظر آتے ہیں اس امتیاز نے انہیں اسلام کا ہیرو ہونے اور دنیا میں اسلام و صداقت کا جھنڈا بلند کرنے میں سب سے پیش پیش رکھا۔

پھر بھی عربوں کے لیے دعوت رسول کو ایک دم سے قبول کر لینا کچھ کھیل نہ تھا۔ اس لیے کہ اپنے آباء و اجداد کے مذہب سے ان کا پسند چھڑانا کچھ آسان نہ تھا چنانچہ جب جب پیغمبر خدا نے عربوں کو خدا کے واحد کی طرف پکارا تو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام

کے سب سے قریبی نے کہا بھتیجی کی ماسی کے لئے تم نے ہمیں پکارا تھا۔ پیغمبر خدا نے اس راستہ میں بڑی بڑی مصیبتیں جھیلیں طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کیں اور آپ کی اس دعوت پر ایمان لانے والے چند افراد تھے آپ کی شریک حیات کچھ رفقا اہل خانہ میں سے چند پیغمبر خدا انھیں اس طرف بلانے سے ایک دن بھی نہیں رُکے کافر آپ کا مذاق اڑاتے تو آپ میں اور زندگی پیدا ہوتی آپ کی امیدیں اور بڑھ جاتیں، آپ کا نشاط تبلیغ اور اُبھر آتا چنانچہ خدا نے ان کی تصویر کھینچی، اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ خدا کی جانب سے آئی ہوئی باتوں کی پیروی کرو تو جواباً کہتے ہیں کہ ہم تو انھیں باتوں پر چلیں گے جن پر ہم نے اپنے آباء و اجداد کو چلتے دیکھا۔ یہ لوگ بھی خوب ہیں (اے) انکے آباء و اجداد تو کسی درجہ کی سمجھ نہیں رکھتے تھے ان کو کوئی راستہ ہی نہیں ملا تھا، اور جب ان سے کہا جاتا کہ خدا نے جو باتیں بھیجی ہیں ان کی طرف تو آؤ اور اس رسول کی طرف آؤ جو تمہارا جانا پہچانا ہے تو جواباً کہتے ہیں کہ بھائی ہم کو تو وہی کافی ہے جس پر ہمارے آباء و اجداد رہا کرتے۔ حالانکہ ان کے آباء و اجداد تو کچھ بھی واقف کار نہ تھے انھیں کسی راستے کا پتہ نہ تھا۔ مگر حق تو حق ہی ہے اس کے سامنے باطل کیسے ٹک سکتا چنانچہ جلد ہی اس میں شکست و ریخت شروع ہو گئی باطل کا موقف آنکھوں کے سامنے آ گیا جیسے تاریکی آفتاب کی روشنی کے سامنے چھٹی جاتی ہے یہی حال کفر کا نور اسلام کے ظہور کے بعد ہوا۔ مگر پیغمبر تو خدا کا پیامبر تھا اپنی دعوت میں پامرد رہا اس کام سے ایک لمحہ کو نہ رُکا پوری مستقل مزاجی سے مشکلات کا مقابلہ کیا، کبھی دشوار حالات سے دوچار رہا کبھی کفار کی بھپتیوں کو برداشت فرمایا مگر اپنی قوم کی ہدایت اور راہ یابی کی آرزو سے ایک لمحہ کو خالی نہیں رہا چنانچہ خدا نے خود اپنے پیغمبر کی دھارس بندھائی

تسل دی کہ آپ کا ہے کوہلکان ہوتے ہیں کسی کو راہ ہدایت پر لگادینا ہمارا کام ہے اور آپ جس کسی کو چاہیں راستہ پر لگادیں ایسا نہیں ہے یہ تو خدا کا کام ہے جسے چاہے راہ دکھا دے منزل پر پہنچا دے اور وہ منزل تک پہنچنے والوں سے پوری طرح باخبر ہے۔ قوم کی ہدایت کے لئے آپ کی جان سپارائے خواہش کا نقشہ قرآن کے ان لفظوں میں بھی ہے
 فَلَنَعْلَمَنَّكَ بِأَخْبَارِ نَفْسِكَ عَلَى أَنَاذِرِهِمْ إِنَّ لَمْ يَوْمُنَا بِهَذَا الْخُذِ يُثَبِّتُ أَصْفَاءَ آبٍ كَوَارِبًا رَتَبًا
 گیا کہ آپ حق پر ہیں اور حق کی نصرت ہمیشہ سے فطرت الہی رہی ہے اسی طرح آپ کی غربت کو اور بھی جاندار بتا دیا گیا چنانچہ قرآن نے فرمایا۔ فَاسْتَسْلِمُوا لِلَّذِي أَدْحَى إِلَيْكُمْ إِنَّهُ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ آپ کو جو کچھ وحی کے ذریعہ دیا گیا اسے پوری طرح پکڑے رہیں آپ کا بال بیکانہ ہو گا آپ تو صراط مستقیم پر ہیں۔

یہ ہے اسلام کی ترقی کی ابتدائی داستان جب وہ مکہ میں دلوں پر دھیرے دھیرے قابو پاتا جا رہا تھا پھر مدینہ منورہ کے بعض جاننے والوں کو بھی اسلام کے وسیلے گائیس کا فرہ مل گیا۔ اب کیا تھا مشرکین کی ستم رسانی مسلمانوں پر بڑھتی گئی کہ ناچار ہو کر مسلمانوں نے ترک وطن کی ٹھکان لی تاکہ ان مشرکین سے ان کا سابقہ نہ پڑے۔

مدینہ منورہ نے اپنا سینہ مسلمانوں کی خوش آمدید کے لئے شگفتہ گلاب کی طرح کھول دیا اب اسلامی سلطنت کی داغ بیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سربراہی میں پڑ چکی تھی اب ہر دینی دنیاوی معاملہ کا سر رشتہ جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات گرامی تھی جزیرۃ العرب کے آخری کناروں تک اسلام کی شہرت پہنچ چکی تھی۔ مشرکین کے منڈھ دین خداوندی میں لوگوں کے داخل ہونے سے نہ روک سکے۔ اور کیسے روک سکتے جب کہ دین خدا انصاف اور مساوات کا دین تھا جس کے

عقائد آسان اور پختہ تھے ایک خدا پر ایمان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور عبادات کا وہ انداز جس سے دلوں میں سعادت گھر جاتی ہے۔ سکون و طمانیت کا ڈیرا ہوتا ہے۔ یہ ہی ایک ایسا نظام ہے جس میں جماعت کے ساتھ فرد کے حقوق محفوظ ہیں یہ دلکش نظام قبائل عرب کو مدینہ منورہ کی طرف ہر جانب ہر رخ سے لانے لگا۔ لوگ اسلام کا کھلم کھلا اتباع کرنے لگے اور فتح مکہ کے بعد تو اسلام پورے جزیرۃ العرب پر چھا گیا۔ لوگ فوج در فوج دین خداوندی میں داخل ہونے لگے۔ مکہ و مدینہ ہی نہیں پورا جزیرۃ العرب دارالاسلام ہو چکا تھا۔ مدینہ مکہ عرب یہ اسلام کے ٹکسال گھر ہو چکے تھے۔ سکے رائج الوقت ہو کر اسلام دنیا میں پھیل پڑا تھا اسلام کی روشنی ہدایت کا نور یہاں سے دنیا کو منور کرنے کے لئے پھوٹ رہا تھا رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ آرزو بائیس سال اور چند مہینوں میں پوری ہو چکی تھی۔

اب کیا تھا عرب اپنی گردن میں اس دین حنیف کی رسی باندھ کر قبیلہ اور اس کے تنگ حلقہ سے نکل چکا تھا اور عالمی انسانیت کی بلندیوں پر جا چکا تھا۔ صحرائے عرب سے سینائے عالم تک دین کی گونج تھی خون اور رشتہ کا تعلق دینی اخوت سے بدل چکی تھی قبائلی نظام زندگی ختم ہو چکا تھا اس کی جگہ دولت اسلامی کا نظام زندگی کے ہر شعبہ میں جا گزیں ہو چکا تھا۔ قبائل پرستی نصرت حق میں بدل چکی تھی بجائے حیبت جاہلی کے اب ہر مظلوم کی دستگیری اُن کے ساتھ انصاف اُن کی زندگی بن چکا تھا۔ اب ان کا سب سے بڑا عزاز اسلام تھا اسلام کے لئے جو قربانی وہ پیش کر سکتے تھے کرتے جو خدمت بھی ممکن تھی وہ کر گزرتے اسی کو طرہ امتیاز سمجھتے اب نسب ان کے لئے کوئی عزت کا سامان نہ تھا بلکہ اصل عزت و افتخار دین اسلام تھا اب بہادری

کے کارناموں کا رخ خدا اور رسول کی طرف کر چکے تھے۔ ان کی تیبہ کی بندش میں گھری ہوئی بہادری و حریت دین اسلام کی طرف اپنا رخ موڑ چکی تھی ان کے اسراف کے فرزندوں سے لگا ہوا جو داب فقراء و دردمندوں کا ہاتھ بٹانے میں صرف ہو رہا تھا ان کی سخاوت ان فوجوں کے ساز و سامان میں خرچ ہو رہی تھی جو دین اسلام کے پھیلانے مسلمانوں کی طرف سے دفاع کرنے پر مامور تھیں دنیا کی قوموں کو اب غلامی کی لعنت سے چھڑا کر آزاد کرانے اور ایک خدا کی عبادت پر لگانے میں تن من دھن سے لگے ہوئے تھے اب اسلام ہی ان کی سب سے بڑی سر بلندی تھی جب کہ خدائے پاک نے فرمایا **وَإِنَّا لَذِكْرُكُمْ لَئِكَ وَ لِقَوْمِكُمْ دَسُوفَ تُسْأَلُونَ** تمہارے لئے شرف ہے اور تمہاری قوم کے لئے شرف ہے وہ شرف کہ اس کی جوابدہی تمہارے ذمہ ہوگی۔ عربوں کو یہ مرتبہ مل چکا تھا قرآن کریم نے فرمایا تم اقوام عالم میں سب سے عمدہ ہو۔ تمہیں لوگوں کو بھلائی کرنے اور برائی سے روکنے کی ذمہ داری خدا پر ایمان کی عزت کے ساتھ عطا ہوئی ہے۔

اوپر لکھی ہوئی سطور نے اس بات کو واضح کر دیا کہ یہ عرب جن کی طبیعت و مزاج میں صحرائی نشینی کی وجہ سے ایک خاص شدت و صلابت موجود تھی ان کی طبیعت کا رخ مڑ چکا تھا اب ان کی طبیعت میں پاکیزگی نفس آچکی تھی ان کی خصلتیں عمدہ عادات بلند رجحانات پاکیزہ ہو چکے تھے ان طبیعتوں میں برائیوں سے رکنے کی عظیم قوت اور ستاروں کی طرح بلند ہوتی زندگی موجود تھی۔ ان کے پاس وہ صالح عقیدہ موجود تھا جس نے ان کو یہ پاکیزہ زندگی عطا کی تھی اور ان کی زندگی کی ہر حرکت پر اسکی چھاپ تھی۔ اس پر حسن نظام سونے پر سہاگے کا کام کر رہا تھا عقیدہ کی صفائی

حسن نظام نے جو دین حنیف کا طرہ امتیاز تھے اسلام میں اپنے تمام کمالات کے ساتھ موجود ہونے کی وجہ سے اور فطرت عالیہ کی وجہ سے وہ اسلام کے محافظ اس کے عقائد کے نگراں بن گئے ان کا ایمان لانا کام آیا وہ اس دین کے ساتھ دنیا کے گوشے گوشے میں گئے اور اس عقیدہ حق کے داعیِ اول قرار پائے یہی وہ بات تھی کہ ان کے دلوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سب سے زیادہ مقام تھا۔ انھوں نے دل کے کان سے پیمبر کی بات سنی آپ کی طرف دل سے متوجہ رہے اور اس سودی چشمہ سے سیراب ہوتے رہے تعلیم اسلام خود اس کے لانے والے سے سنتے رہے۔ تاکہ ماہتاب ہدایت بن کر دنیا کی ہدایت کے لئے روشنی کا سامان بن سکیں۔ اس طرح عربوں کی فطری صلاحیتوں پر جن کے وہ ممتاز تھے اس نے روحانی عوامل میں اور بھی جان پیدا کر دی ان دونوں قوتوں کے ساتھ اسلام کا مشعل نور و حق کے پھیلائے اٹھانے والے دنیا کے سامنے آئے اور دنیا کو غلامی جہالت اور فقر کی زنجیروں سے آزاد کرانے میں ربر دست رول ادا کیا ان کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر لوگ درستگی کی راہ پر آئے رشد کی راہیں پائیں۔ یہ وہی عظیم جرگہ تھا جس نے قرآن کریم اور سنت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پورے اخلاص و امانت کے ساتھ دنیا کے لوگوں کی طرف منتقل کیا۔ اگلے ابواب میں ہم سنت کی تعریف اس کا مقام قرآن کی نظر میں۔ اور صحابہ کی عدالت کو بیان کریں گے تاکہ ایک تمہیدی نوٹ آنے والے صفحات کے مباحث کے لئے آپ کے سامنے آجائے اور اس سے سب کچھ سمجھنے کا پورا موقع مل سکے۔

کچھ سنت کے بارے میں

سنت کے لغوی معنی سیرت کے ہیں خواہ وہ سیرت اچھی ہو خواہ بُری اور سنت کے معنی اس کام کے بھی ہیں جس کو کسی نے عملاً کیا خواہ اس کے بعد ایک قوم نے اس پر عمل کیا ہو، خالد بن عنہ کا شعر موجود ہے

فَلَا تَجْزَعَنَّ مِنْ سِيَرَةِ أَنْتَ سَمِئَتْهَا قَادِلٌ رَاضٍ سُنَّةٌ مِنْ يَسِيرِهَا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اسلام کے ساتھ ساتھ کسی اچھے راستہ کو اختیار کیا یا رائج کیا تو اسے اس کا اجر ملے گا اور اس پر عمل کرنے والے کا اجر بھی نصیب ہوگا دلطف یہ کہ خود اس کے اجر میں کسی قسم کی کمی نہ کی جائے گی اور جس نے اسلام کے ساتھ ساتھ کسی بُرے طریقہ کو رائج کیا تو اس کو اس کا بُرا نتیجہ بھگتنا ہوگا اور جس نے اس پر عمل کیا اس کا بھی بھگتنا اسی کو کرنا ہوگا غضب یہ ہے کہ ان پر عمل کرنے والوں کے بھگتنا میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

شریعت میں سنت کا لفظ ان تمام باتوں پر ہوتا ہے جس کا خود پیغمبر نے حکم فرمایا یا اس سے منع فرمایا یا اسے استحسان کی نگاہ سے قولاً وفعلاً دیکھا، پسند فرمایا۔ چنانچہ دلائل

شرعی کا ذکر جب بھی ہوتا ہے کتاب و سنت کا ذکر آتا ہے اور علمائے حدیث سنت ہر اس چیز کو کہتے ہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت، خلق، شمائل، اخبار، اقوال و افعال پر روشنی پڑتی ہو۔ خواہ اس سے حکم شرعی کا اثبات ہوا ہو یا کوئی حکم شرعی نہ ثابت ہوا ہو۔

علمائے اصول فقہ سنت کے معنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور افعال اور آپ کی تقریر و تفسیر جن سے کوئی سنت ثابت ہوئی ہو کرتے ہیں۔

علمائے فقہ نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ان افعال کو جس سے کوئی حکم شرعی معلوم ہو۔ کہتے ہیں اس حکم شرعی سے مراد وہ احکام ہیں جن سے افعال عباد میں کوئی وجوب سامنے آئے یا کوئی حرمت معلوم ہو یا اباحت کا حکم ہو یا اس کے سوا کوئی اور بات سامنے آئے اس لئے فقہاء کے نزدیک ہر وہ بات جو پیغمبر سے ثابت ہو مگر نہ فرض ہو نہ واجب تو اسے فقہی اصطلاح میں سنت کہیں گے۔

محدثین نے ان سب سے زیادہ وسیع معنی مراد لئے ہیں۔ ان کے نزدیک وہ تمام باتیں جو رسول اللہ سے ثابت ہوں خواہ وہ آپ کا قول ہو کہ فعل ہو کہ تقریر ہو آپ کے وجود سے تعلق رکھتی ہو یا آپ کے حالات سے ان کا لگا دیا آپ کی سیرت سے متعلق ہو، سیرت کا یہ حصہ بعثت سے پہلے کا ہو جیسے آپ کا غار حرا میں قیام خواہ یہ بعثت کے بعد کا ہو اس سے کوئی حکم شرعی معلوم ہو یا نہ معلوم ہو سب سنت کے تحت آتا ہے۔

سنت اور حدیث نبوی اس معنی میں مراد ہیں۔

قول آپ کی وہ احادیث و گفتار ہیں جو آپ نے زندگی کے مختلف حصوں اور موقعوں پر زبان مبارک سے ارشاد فرمایا جیسے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَاِنَّمَا لِكُلِّ

اِمْرَءٍ مَّا تَدْوِيْ يٰۤاَيُّهَا كَافِرًا نَاكِ دَمِنْ حُسْنِ اِسْلَامِهِمُ الْمَرْءُ تَزْكُوْكَ مَا لَا يَعْصِيْهِ يٰۤاَلَا قَرَسًا وَلَا فَرَسًا
یا سمندر کے بارے میں کہ اَلطَّهْوَرُ مَا دُوَّهٖ، اَلْحِلُّ مَيْتَتُهُ الخ وغیرہ

فعل سے مراد آپ کے وہ افعال ہیں جو صحابہ نے ہمیں بتائے ہیں مثلاً آپ کا وضوء آپ کے نماز پنجگانہ ادا کرنے کا خاص انداز اور ان کے ارکان مناسک حج کی ادائیگی وغیرہ۔

تقریر سے مراد ہر وہ چیز جس پر پیغمبر خدا نے سکوت فرمایا ہو آپ کے اصحاب کا فعل ہو یا ان کا قول ہو یہ سکوت کی صورت میں ہو یا عدم انکار کی صورت میں یا آپ نے ان کی موافقت فرمائی ہو یا اس کے اچھے ہونے کو ظاہر کیا ہو یا اس کی تائید کی ہو ایسا صحابہ کا ہر قول و فعل جو ان سے صادر ہوا ہو اور اس کی موافقت جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہو خود پیغمبر کا قول و فعل سمجھا جائے گا اس کا ثبوت اس حدیث سے ملتا ہے جو ابوداؤد و نسائی نے حضرت ابوسعید خدری سے بیان کی ہے کہ پیغمبر خدا کے زمانے میں دو اشخاص سفر پر روانہ ہوئے ان کے پاس پانی نہ تھا اور نماز کا وقت آگیا تو دونوں نے تیمم کر کے وقت پر نماز ادا کر لی ابھی وقت نماز کا تھا ہی کہ پانی مل گیا اس میں سے ایک نے وضو کر کے اس نماز کو دہرایا دوسرے نے اس کو دہرایا انہیں پھر دونوں دربار نبوت میں حاضر ہوئے اور پیغمبر خدا سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے اعادہ نہ کرنے والے کے لئے فرمایا کہ تم نے سنت کی پیروی کی اور جس نے دہرایا اس سے فرمایا کہ تم کو دہرا بدلہ ملے گا۔

سنت کا لفظ بدعت کے مقابلے میں استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنت کی پابندی کی ہے یعنی ہم نے وہ عمل کیا جو پیغمبر خدا نے عمل کر کے دکھایا۔ خواہ یہ عمل کتاب میں منصوص ہو یا نہ منصوص ہو، اور انہاں نے بدعت پر عمل کیا اس وقت بولتے ہیں جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے خلاف کرتا ہو۔

اپنی بات

بدعت لغت میں گھڑنت کہتے ہیں پھر اصطلاح شرع میں ہر اس بات کو کہنے لگے جسے لوگوں نے دین میں قولاً و عملاً گھڑا ہو یا اس کا دین کے ان مقام سے جن کا کوئی ثبوت پیغمبر خدا سے نہ ملا ہو نہ اُن کے اصحاب سے ملا ہو۔ چنانچہ پیغمبر خدا نے فرمایا
 مَنْ أَحَدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا، مَا كُنِيَ مِنْهُ فَهُوَ دُفٌّ۔

بعض مواقع پر علمائے حدیث اور علمائے فقہ نے سنت کا لفظ ان اعمال پر استعمال کیا ہے جو صحابہ سے ثابت ہوں خواہ وہ عمل کتاب و سنت میں موجود ہو یا نہ موجود ہوں اس کی دلیل حدیث نبی بیان کرتے ہیں جس میں آپ نے فرمایا تم پر میری سنت پر چلنا اگرچہ خلفاء راشدین کی سنت پر چلنا واجب ہے۔ ان سنن کو مضبوطی سے پکڑو بلکہ ان کو دانت سے دبا لو کہ چھوٹنے نہ پائے۔

سنت صحابہ میں سے جن چیزوں پر عمل شائع و ذائع ہے ان میں شراب کی حد ہے اس لئے کہ شراب خوار کی سزا کی کوئی حد پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں نہ تھی کبھی چالیس درے لگ جاتے کبھی اسی دروں کا معاملہ ہوتا یہی طریقہ دور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں جاری تھا۔ دور فاروقی کے آخری دنوں میں جب

آمدنی کی تحقیقات ہوئی تو زندگی کی خوش عیشیاں بھی عام ہوئیں شراب کا رواج بھی بڑھنے لگا تو فاروق اعظم نے صحابہ سے ایک متعین سنرا کے تقرر کا مشورہ کیا تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ شراب خوار کو اسی درے لگانے کی سنرا مناسب معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ شراب خور پی کر مست ہوتا ہے پھر مستی میں بکو اس کرتا ہے اور بکو اس میں بہتان طرازی پر آجاتا ہے اور بہتان طرازی کی سنرا اسی درے ہے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے فرمایا کہ آپکو مخمور کی سنرا سب سے کمتر رکھنا چاہئے صحابہ نے اس کو پسند فرمایا اس لئے اسی درے سنرا کے مقرر ہو گئے۔ سنرا کی تعیین پر صحابہ نے اجتہاد فرمایا اور اس کو اجماعاً سنرا قرار دیا آنے والی نسل نے اسی درے کو سنت سمجھا اور یہی سنرا قائم رہی ممکن ہے اس میں مصلح دینی بھی پیش نظر رہی ہوں۔ انھیں سنتوں میں سے جو صحابہ کا اجتہاد ہوتے ہوئے بھی سنت کہلاتی ہے تضمین الصناعات ہے یا مصاحف کا دورِ صدیقیؓ فاروق اعظم کی رائے سے ایک جگہ کرنا اور قرارِ سبوعہ کو ترک کر کے صرف ایک قراۃ کی پابندی کرنا تدوینِ دواوین قانونی دستاویز کو مرتب کرنا اسی قسم کے بہت سے دوسرے کام ہیں جو مصلح دینی و دنیوی کے پیش نظر صحابہؓ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آپس میں مشورہ کر کے متعین کئے اور امت نے اس پر صا د کئے۔

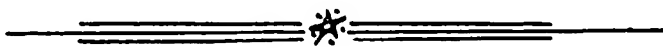
ہمارے نزدیک سنت کا وہی مفہوم ہے جو محدثین کے نزدیک رہا ہے یعنی حدیث کے مرادف یہ جمہور محدثین کا مسلک ہے ویسے بعض محدثین سنت و حدیث میں فرق کرتے ہیں چنانچہ وہ حدیث اس کو مانتے ہیں جو خود پیغمبر خدا سے منقول ہے اور سنت اس عمل کو کہتے ہیں جو اسلام کے صدر اول میں مروج و معمول رہی ہو۔

حدیث قدسی وہ حدیث ہے جسے پیغمبر خدا نے بیان کرتے وقت اس کی نسبت

باری تعالیٰ کی طرف کی ہو جیسے حدیث ابو ذر میں جس میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی طرف سے بیان فرماتے ہیں کہ اے میرے بندو میں نے خود اپنے اوپر ظلم حرام قرار دیا ہے اور تم پر بھی ظلم حرام کر چکا ہوں کسی ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ یا حدیث عبد اللہ بن عباسؓ میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ خدا نے حسنات و سیئات کو مکتوب فرما کر دونوں کو الگ الگ کر دیا اب جس نے کوئی حسنہ کرنے کا ارادہ کیا اور نہ کر سکا تو اسے اس حسنہ کے کرنے کا پورا ثواب ملے گا اگر عمل بھی کر لیا تو دس نیکی کا ثواب ملے گا۔ اگر کسی نے برائی کا قصد کیا مگر اسے کیا نہیں تو اس کو بھی ایک حسنہ کے جگہ شمار کریں گے اور اگر اس نے اس برائی پر عمل بھی کر لیا تو اس کے کھاتے میں صرف ایک گناہ لکھا جائے گا۔

احادیث قدسی سونے سے متجاوز ہیں۔ بعض اکابر نے اسے ایک کتاب میں جمع کر دیا ہے حدیث کو حدیث قدسی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ حدیثیں خدا یا رب الارباب کی طرف منسوب ہیں اس لئے کہ ان احادیث کا صدور باری تعالیٰ کی طرف سے ہوا ہے اس کے متکلم اول خود خدا کے پاک ہیں۔ اسے حدیث اس لئے کہتے ہیں کہ متکلم تو خدا ہے مگر خدا کی طرف سے خبر پانے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پھر ان الفاظ کی ہو بہو حکایت کرنے والے پیغمبر خدا ہیں جنہوں نے لفظوں کو اپنی زبان میں بیان فرمایا۔

آگے ہم سنت کا مقام قرآن کی نظر میں کیا ہے کا ذکر کریں گے تاکہ ہمارے سامنے سنت کی اصلیت واضح ہو جائے اور اس کا مقام شریعت اسلامی میں متعین ہو جائے۔



سنت، قرآن کی روشنی میں

جب تک ہمیر خدا جیات تھے تو قرآن اور سنت کے علاوہ کوئی دوسرا ماخذ نہ تھا۔ قرآن کریم میں شرعی احکام کے اصولِ عالمہ مذکور ہیں اس سے صرف نظر کرتے ہوئے کہ اس میں ان ساری باتوں کی تفصیل ہو اور واضح بیان ہو ایسا نہیں ہے نہ اس میں تصریح مسائل شرعی کا کوئی واضح انداز ہے ہاں وہ اصول عام جن پر اتفاق ہو اور ان کا ثبوت بھی انہی اصول کے روشنی میں ہو۔ ان میں کوئی تغیر زمانے کے تغیر کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ اور ان میں کوئی قطور نسل انسانی کے اپنے تطورات زمانی و مکانی تمدنی و ثقافتی کی وجہ سے ممکن ہے یہ ساری باتیں قرآن کے انقلاب اجتماعی انسانی سے تعلق رکھتا ہے اور فکری و اجتماعی ترقیات سے متعلق ہے اس کے سلسلے میں سعادت اور انصاف ہر زمانے میں پھیلتا رہا ہے اسی صلاح سے امت کا ہر حصہ اس کی تہذیب جو بھی ہو اس کی ثقافت جیسی بھی ہو نفع اندوز ہوتا رہا ہے۔ قرآن میں ان کے لئے ابھرنے کے مواقع آگے بڑھنے کے چانس شریعت پر عمل کرتے ہوئے پوری طرح موجود ہیں ان اصول کے ساتھ ساتھ قرآن کریم میں عقائد موجود ہیں امم سابقہ کی کہانیاں ہیں آداب عام اور اخلاق فاضلہ کی

تعلیم بھی رہنمائی کے لئے موجود ہے۔

مختصر یہ کہ سنت قرآن کرم کی پشت پناہی کے لئے ہے قرآن کے مبہم کی تفسیر اس کے مجمل کی تفصیل اس کے مطلق کی تقید اس کے عموم کی تخصیص اس کے احکام کی تشریح قرآن کے معانی کی صحیح رخ کی تعیین سنت کا کام ہے اسی طرح وہ احکام جو قرآن میں منصوص نہیں ہیں تو سنت اس کے قواعد کی حفاظت کے ساتھ ساتھ چلتی ہو اس کے منشا اور غایات کی وضاحت کرتی ہے گویا قرآن کے لائے ہوئے احکام کی عملی مطابقت قرآن کریم کے ذریعہ ہوتی ہے اس تطبیق عمل کے مختلف مظاہر ہیں کہیں وہ عمل رسول سے مطابق کیا جاتا ہے قول رسول سے اس کی وضاحت ہوتی ہے کہیں کوئی تصرف جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رہنمائی کرتا ہے یا صحابہ کے اقوال اور ان کے تصرفات سے مدد ملتی ہے اس لئے ہر قدم پر پیغمبر کے قول اور عمل کی جستجو ہوتی ہے تاکہ دو مفہموں میں سے ایک کا تعین کیا جاسکے۔ نہ کسی پر اعتراض ہو نہ کسی کا انکار بلکہ سکوت ہوتا ہے یا آپ کا استحسان ہوتا ہے جسے تقریر کے نام سے اصطلاح میں ذکر کیا جاتا ہے۔

یہی انداز تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ قرآن میں آئے ہوئے احکام کو بیان فرماتے اور صحابہ آپ کی وضاحت کو بلا کم و کاست قبول فرماتے۔ اس لئے کہ وہ آپ کی اتباع پر مامور تھے۔ کسی کے دل میں کبھی یہ خطرہ بھی نہ آتا کہ وہ آپ کے کسی قول کو ترک کر دے آپ کے کسی عمل سے صرف نظر کرے خود قرآن سے انھوں نے یہ درس لیا تھا۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُطِیْعُوْنَكَ اِنَّمَا یُطِیْعُوْنَ اللّٰهَ یَا اَبُو ذَرٍّ اِنَّ اللّٰهَ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِهٖ وَمَنْ اٰوَدٰی بِمَا عٰهَدَ عَلَیْهِ اللّٰهُ فَسَیُتَذَكِّرْهُ لَعْنَةً

عَظِيمًا ۖ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاحْذَرُوا ۚ مَنْ يَطَعْ الرَّسُولَ فَقَدْ اطَّاعَ اللَّهَ
مَا آتَاكُمْ الرَّسُولَ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا ۖ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى
يُحْكُمَ لَكُمْ فِيمَا سَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۖ وَ
أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ سَبِيلَ مَا أَنْزَلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ۚ
ان آیات سے معلوم ہوا کہ خدائے پاک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن
کریم کے معانی کو وضاحت کے لئے اپنا وکیل بنا دیا تھا اس کے علاوہ بھی بہت سی
آیات قرآنی اس مدلول کو بیان کر رہی ہیں۔

پھر پیغمبر خدا نے فرمایا اَلَا اِنِّیْ اُذِیْبُتُ الْکِتَابُ وَشِدَّةُ مَعَدٍ۔ عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّتِ الْخُلَفَاءِ
الرَّاشِدِیْنَ الْمُهَدِّدِیْنَ تَسْکُوْا بِہَا وَعَصُوْا عَلَیْہَا بِالنَّوَاجِذِ۔ اِدھر پوری امت نے رسول
کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر اتباع کرنے پر اجماع کر لیا ہے۔

چنانچہ مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو بھی اسی شان
سے قبول کیا جس شان سے انھوں نے قرآن کریم کو قبول کیا تھا۔ تاکہ خدا کے اس
حکم پر لبیک کہنے ہی کی طرح رسول کے احکام پر لبیک کہنا بھی ثابت ہو جائے دوسرے
یہ کہ سنت قرآن کریم کے بعد شریعت کا مصدر ثانی ہے اس پر قرآن کی شہادت
رسول کا فرمانا ہم پہلے ذکر کر چکے جب ہم نے اسے مصدر ثانی تسلیم کر لیا ہے تو یہ
بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ سنت کتاب اللہ کی تفسیر ہے اس کے مجمل آیات کی تفصیل
ہے اس کے احکام کو بیان کرنے والی اس کے مقاصد کی وضاحت کرنے والی
ہے اس کے اصول و قواعد کی مرقع ہے اس طرح کتاب اللہ مصدر اول اور سنت
مصدر ثانی ہے پھر بھی سنت میں بہت سے احکام ہیں جس میں قرآن کی کوئی

کسی طرح کی رہنمائی نہیں ہے پھر سنت قرآن کی وضاحت بھی نہیں کہی جاسکتی نہ اسے قرآن کی تطبیق ہی کہہ سکتے ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اس قسم کی سنتوں کا رتبہ قرآن کریم کے منصوص احکام سے کسی درجہ میں کم ہے اس لئے کہ خدا کے رسول نے جو طریقہ اختیار فرمایا اس کے ناحق ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا اس لئے کہ خدا کا معاملہ آپ کے ساتھ ایسا تھا کہ آپ کو ایک لمحہ کے لئے کسی اجتہادی غلطی پر نہ رہنے دیتے بلکہ وحی فرما کر فوراً اس اجتہادی غلطی کی تصحیح فرماتے اس لئے کہ جو احکام سنت سے ثابت ہیں ان پر عمل کرنا واجب ہے اس لئے کہ خدا نے پاک نے اپنے بندوں کو رسول کی زبان سے احکام عطا فرمائے اس طرح کے واقعات موجود ہیں کہ سنت نے بہت سی چیزوں کو حرام قرار دیا حالانکہ قرآن کی کوئی نص اس کی حرمت پر نظر نہیں کرتی؟ خمر ایلیم کی حرمت، انبیاء دار درندوں کی حرمت یا خالہ بھوپھی سے نکاح کی حرمت اور آج کسی مسلمان کے دماغ میں اس کا کھٹکا بھی نہیں گذرا کہ ان میں سے بعض کو کتاب اللہ میں نہ ہونے کی وجہ سے ترک کر دے بلکہ تمام مسلمانوں نے اس کو اسی طرح قبول کیا جس طرح وہ امر الہی قبول کرتے چلے آئے تھے اس لئے کہ امر رسول امر الہی ہے کوئی بات ان کی اپنی طرف سے نہیں ہے خود قرآن نے فرمایا مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝

خدا رحم کرے اُن لوگوں پر جنہوں نے قرآن کی آیت يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۝ کی تفسیر میں یہ نکتہ پیدا کیا کہ خدا نے اپنی فرمانبرداری اور

رسول کی فریاد برداری کا حکم فرمایا چنانچہ بجائے ضمیر کے اطیعوا فعل کو دوبارہ لائے تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ پیغمبر کی اطاعت مستقلاً واجب ہے اس کا عرضاً اتباع نہیں ہے۔ اگر ضمنی ہوتا تو کتاب اللہ کے حکم کے ہوتے ہوئے آپ کی امر کی اتباع کا حکم ہوتا یہاں یہ بتلانا مقصود ہے کہ آپ نے جب حکم فرمایا تو آپ کے حکم کو ماننا مطلقاً واجب ہے۔ خواہ کتاب میں وہ امر ہو یا نہ ہو۔ اس لئے کہ پیغمبر نے خود فرمایا لَّا اِتٰی اَوْتِیْتُ الْکِتَابَ وَ مَثَلُ مَعْنٰی اُوْرِیْہُ شَکَہُ اس طرح اور بھی واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن نے اُوْرِیْ الْأَمْرِ کے ساتھ فعل کا اعادہ نہیں کیا اس لئے کہ ان کی اطاعت مستقلاً واجب نہیں ہے بلکہ رسول کے واسطہ سے یہ وجوب ہے اب ان ادلی الاہر میں جو حکم رسول کی اطاعت کا حکم کریں گے ان کا اتباع واجب ہوگا اور اگر رسول کے حکم کی خلاف ورزی کا آرڈو کریں تو نہ ان کا سننا ضروری نہ ان کی اطاعت واجب اب معلوم ہو گیا کہ شریعت کے دو ماخذ کتاب اللہ اور سنت رسول ہیں جو جڑواں و متلازم ہیں کسی مسلمان کے لئے شریعت کا فہم بغیر ان دونوں کی طرف رجوع کے ممکن نہیں نہ کوئی مجتہد اور عالم ان دونوں ماخذ سے مستثنی ہو سکتا نہ کسی کی مجال ہے کہ اس قسم کے لایعنی دعوے کرے۔

خدا نے مسلمانوں پر نماز فرض کر دی اور اس کی ادائیگی ضروری بتلائی مگر اس کے اوقات ارکان رکعات کی تعداد معلوم نہ تھی۔ خدا کے رسول نے اسے عملاً پڑھ کر بتایا اور نماز کے ادائیگی کی کیفیت سے باخبر فرمایا چنانچہ فرمایا صَلُّوْا کَمَا رَکَعْتُمْ اَوَّلَیْ اُصْلٰی اسی طرح خدا نے مسلمانوں پر حج فرض فرمایا مگر اس کے مناسک قرآن میں نہ تھے۔ ان مناسک کے ادائیگی کی کیفیت پیغمبر خدا نے واضح فرمائی

چنانچہ فرمایا کہ مناسک حج مجھ سے سیکھو۔ خدا نے زکوٰۃ فرض کر دی لیکن زکوٰۃ میں اس کا پتہ نہ تھا کہ نقد سامان کاشت میں زکوٰۃ کی کیا نوعیت ہوگی، اسی طرح زکوٰۃ کے حقدار نصاب کا بھی کوئی بیان قرآن میں نہ تھا چنانچہ خدا کے وکیل نے اپنی زبان سے وضاحت فرمائی اور احادیث میں ان کی پوری وضاحت و تفصیل مندرج ہے اس کے علاوہ بہت سے احکام ہیں جن پر حدیث اور سنت ہی سے روشنی پڑتی ہے ہم اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ صحابہ کی پوری جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد اس طرح حلقہ کئے ہوئے ہے جس طرح پردانے شمع کے گرد حلقہ کرتے ہیں وہ اپنی آنکھوں سے رسول کے ہر قول و فعل کو دیکھ رہے ان کی باتوں کو اپنے کانوں سے سن رہے ہیں اور انھیں اپنی دل کی گہرائیوں میں جگہ دے رہے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو پوری طرح مضبوط پکڑ رہے ہیں۔ ان کے نزدیک کتاب و سنت کے مضامین میں ادنیٰ امتیاز نہیں ہے۔ اور صحابہ نے تو خدا اور رسول کی باتوں کو ماننے ان کی پیروی کا معیار قائم کر دیا ان کی مخلصانہ فداکاری ہمارے سامنے ہے انھوں نے شریعت مطہرہ کی حفاظت میں تن من وھن کی بازی لگادی یہ کچھ دکھاوا اور بھلا دانا تھا کہ آپ کی زندگی تک یہ معیار قائم رہتا اور اس کے بعد یہ معیار فداکاری پست ہو جاتا۔ بلکہ موت کے بعد صحابہ کی فداکاری اور ان کی سنتوں کے لئے جان سپاری اور بھی بڑھ گئی تھی۔

صحابہ نے قرآن کی طرح سنت کی حفاظت فرمائی۔ ان کی ہمیشہ یہ سعی رہی کہ کوئی عمل ایسا نہ ہو جس پر خدا کے رسول کی بات پوری طرح منطبق نہ ہو کہ ایک شخص میری حدیث بیان کرے اور کہے کہ ہمارے لئے تو خدا کی کتاب ہے اس میں

جو حلال ہے اسے ہم نے حلال جانا اور جو حرام ہے اسے حرام سمجھایا اور کہو کہ خدا کے رسول نے جو حرام کر دیا اس کی حیثیت بھی خدا کے حرام کردہ کی طرح ہے صحابہ نے تو اس سے بڑھ چڑھ کر معاملہ کیا انھوں نے سنت کو خوب ہی اپنایا اور جس نے اس کے علاوہ کوئی بات سمجھی اس پر سختی سے نکیر کیا۔ چنانچہ ابو نفیرہ نے عمران بن حصین سے یہ واقعہ نقل کیا کہ کوئی شخص حضرت عمران کی خدمت میں کسی مسئلہ کی دریافت کے لئے آیا آپ نے حدیث بیان کر دی اس پر اس شخص نے کہا کہ یہاں قرآن نے اس باب میں جو کچھ کہا ہو اسے بیان کیجئے مجھے کسی دوسرے مصدر کی بات نہ سنائیے تو آپ نے فرمایا تم بالکل احمق معلوم ہوتے ہو بتاؤ کتاب اللہ میں کہاں ہے کہ ظہر کی چار رکعتیں بلا جہر کے پڑھی جائیں نماز کی رکعتوں کی تعداد نصابِ زکوٰۃ کا مستقل و مصرح بیان کیا یہ چیزیں تم کو قرآن میں پوری طرح مل جاتی ہیں کتاب اللہ نے محکم آیات بیان کیں جن کی تفسیر سنت رسولؐ نے فرمائی ہے۔

صحابہ کے بعد تابعین اور ان کے اتباع کا طبقہ اور ان کے بعد کے مسلمانوں نے صحابہ کی حرف بحرف پیروی کی سنت کی حفاظت کا اہتمام بھی وہی تھا ان پر عمل کرنے کی شان بھی وہی تھی اس کی عظمت و جلال کا انداز بھی وہی تھا۔ ایک شخص نے مطرف بن عبد اللہ بن شخیر جیسے جلیل القدر تابعی سے کہا کہ بغیر قرآن کے کچھ دوسری بات نہ بیان کرو تو آپ نے فرمایا کہ ہم کو قرآن کا کوئی بدل نہیں چاہئے ہاں اس کی ضرورت جو ہے کہ قرآن سے واقف ہم سے زیادہ کون ہے۔

یہ واقعات جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کے واقعات صحابہ سے منقول ہیں بے شمار ہیں جن میں سے چند مشتے از خروارے کے طور پر بیان کئے جا رہے ہیں۔

حضرت فاطمہؓ دختر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں رسول اللہ علیہ السلام کا حصہ طلب کرنے کے لئے تشریف لائیں تو آپؐ نے فرمایا کہ میں نے پیغمبر خدا کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ خدائے پاک جب بنی کو کچھ گزراں دیتے ہیں تو ان کے وصال کے بعد وہ گزراں ان کے قائم مقام کا ہو جاتا ہے میرا جی یہ چاہتا ہے کہ اسے مسلمانوں کے سامنے رکھ دوں اس پر حضرت فاطمہؓ نے فرمایا آپ بڑی شان اور درجہ کے مالک ہیں اس لئے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلم کسی کو نہیں پایا دوسری روایت میں ہے کہ میں نے پیغمبر خدا کو جس پر عمل کرتے ہوئے پایا ان میں سے کسی چیز کو چھوڑ دوں یہ ممکن نہیں اگر ایسا کر گزروں تو مجھے زینب کا خطرہ ہے۔

یرموک کی جنگ کے موقع پر سپہ سالار نے حضرت فاروق اعظم کو کہا کہ ہماری مدد کیجئے موت نے ہمیں ہر طرف سے گھیر رکھا ہے اور کوئی راستہ مخلصی کا نہیں ہے تو آپؐ نے جو جواب دیا وہ آپؐ سے کہنے کے لائق ہے کہ میں تمہاری کمک کے لئے ایسی فوج کے مالک کو بتاتا ہوں جو نصرت کرنے میں یکتا ہے اسکی جو چیز فوراً محاذ پر پہنچ سکتی ہیں اس سے نصرت چاہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت اسی نے بدر کے میدان جنگ میں فرمائی تھی حالانکہ اس وقت ان کی عددی حیثیت تمہاری فوج سے بہت کم تھی جب میرا یہ فرمان تم کو ملے

تو دشمنوں سے لڑ پڑو میدان جنگ سے واپس آنے کا خیال ذہن سے نکال دو۔

جب فاروق اعظم نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ عذبات عالم پر پہنچے ہوئے ہیں جنہیں خدا نے حلال کر رکھا ہے تو آپ نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد دلائی کہ پیغمبر خدا پر بھوک کے دن گزر جاتے معمولی کھجور کے دانے بھی نہیں تھے کہ انہیں سے پیٹ بھر لیتے۔

حضرت سعید بن مسیبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمانؓ کو دیکھا کہ وہ نشستگاہ میں لوگوں کے درمیان بیٹھے ہوئے ہیں تو آپ نے چوہے پر پکے کھانے کو طلب کر کے تناول فرمایا کھانے سے فارغ ہونے کے بعد نماز ادا فرمائی اس پر حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ میری نشست پیغمبر کی نشست تھی میرا کھانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کھانا تھا میری نماز بالکل اسی انداز کی تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا انداز تھا۔

امام احمدؒ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے کھڑے ہو کر پانی پیا تو جن لوگوں نے آپ کے اس فعل کو دیکھا تو اس پر تعجب اور انکار کے انداز سے دیکھا حضرت علیؓ نے فرمایا کہ بھائیو مجھے کھڑے ہو کر پیتے دیکھ کر تعجب نہ کرو کیونکہ میں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے ہو کر پیتے دیکھا ہے اور اگر میں بیٹھ کر پانی پیوں تو یقین کر لو کہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر پیا ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ تو محافظت سنت میں شدت کے لئے مشہور زمانہ تھے ان کو دیکھ کر ایسا لگتا کہ خود انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی زندگی کا نمونہ بنا لیا ہے آپ اگر روزہ رکھتے تو وہ پیغمبر کا روزہ معلوم ہوتا اگر نماز پڑھتے تو پیغمبر

کے نمونہ کی نماز ہوتی اگر حج کرتے تو ایسا لگتا کہ خود پیغمبر خدا حج فرما رہے ہیں یہی نہیں زندگی کا ہر سانس وہ پیغمبر خدا کی طرح گزارنا چاہتے تھے اور اکثر آیت تلاوت فرماتے کہ رسول کی زندگی تمہارے لئے عمدہ نمونہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کسی نے کہا کہ صلوٰۃ سفر کا ذکر قرآن میں نہیں ہے تو حضرت نے جواب میں فرمایا کہ خدا نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا ہم کو کچھ بھی علم تھا اب بھی ہمارا علم یہ ہے کہ ہم وہی کرتے ہیں جو کرتے ہوئے ہم نے پیغمبر خدا کو دیکھا دوسری روایت میں ہے کہ ہمیں اپنی حیثیت معلوم ہے ہم راہ بھٹکے ہوئے تھے خدا نے ہمیں منزل کا پتہ اس پیغمبر کے ذریعے بتلایا اس لئے ہم تو اسی کی پیروی کرینگے صحابہ کے واقعات تابعین اور اہل علم کی روایات اس سلسلے میں بہت ہیں جن کا شمار مشکل ہے اس لئے ہم اس واقعہ پر اس بات کو ختم کرتے ہیں۔ ابن ماجہ نے عبادہ بن صامت انصاریؓ سے شعیب کا یہ واقعہ روایت کیا کہ وہ معادیہ کی زیر سرکردگی روم میں جنگ پر تھے انھوں نے دیکھا کہ سونے کے ٹکڑے دیناروں کے بدلے بیچ دیئے ہیں اور چاندی درہم کے بدلے۔ تو آپ نے فرمایا اے لوگو یہ کیا کر رہے ہو تم نے سود کھانا شروع کر دیا پیغمبر خدا کو فرماتے ہوئے میں نے سنا ہے کہ سونے کی بیع اسی صورت میں کر سکتے ہو کہ اس میں کسی قسم کی کسر نہ ہو برابر برابر ہو اس میں کسی قسم کی زیادتی یا مہلت کی گنجائش نہیں ہے۔ تو حضرت معادیہؓ نے فرمایا کہ اے ابوالولید مجھے تو اس میں ربا نظر نہیں آتا ہاں مہلت کے ساتھ اگر یہ بیع ہوتی تو البتہ ربا ہوتا۔ اس پر حضرت عبادہ نے جواب دیا کہ میں حدیث رسول بیان کر رہا ہوں اور تم اس کے مقابلہ میں اپنی رائے اور سمجھ پیش کر رہے ہو۔ اگر خدا نے مجھے یہاں سے

کسی دوسری جگہ پہونچا دیا تو میں اس پر اس کا شکر ادا کروں گا میں تمہارے ساتھ ایک دن کیلے بھی اس ملک میں نہ رہوں جہاں تمہاری حکومت مجھ پر ہو جب وہ میدان جنگ سے واپس ہوئے تو سیدھے مدینہ آکر رہ گئے آپ سے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا یہاں کیوں چلے آئے تو آپ نے انھیں ساری داستان سنائی یہ سن کر فاروق اعظم نے واپسی کا حکم دیا کہ جہاں سے آئے تھے وہیں چلے جاؤ خدا اس ملک و شہر کا بڑا کرے جہاں تم یا تمہارے جیسے پاکیزہ لوگ نہ ہوں اور حضرت معاذؓ کو کہا کہ ان کو تمہاری امارت سے آزاد کرنا ہوں۔ لوگوں کو عبادہ کی کہی ہوئی بات بتلاؤ اور اسی پر انھیں مجبور کرو اس لئے کہ اصل حکم سنت یہی ہے۔

دیکھا آپ نے یہ بھٹی صحابہ کی شان کہ انھوں نے کسی قیمت پر پیغمبر خدا کی سنت ترک کرنے کو قبول نہیں کیا۔ کوئی کتنے ہی اونچے درجہ پر ہو اس کا مبلغ علم کتنا ہی بلند ہو سنت کے ہوتے ہوئے اس کی رائے اور سمجھ کو بیروکار نہیں سمجھا۔ یہی لوگ اس بات کے اہل تھے کہ وہ حدیث نبوی کے محافظ کہلاتے انھوں نے پوری امت کو وہ سیدھی راہ بتائی جو پیغمبر کی راہ بھٹی خدا کی راہ بھٹی انھوں نے امراء کو مجبور کیا کہ وہ شریعت کے مطابق اپنا راستہ اپنا حکم متعین کر لیں دین الہی میں آمریت کا سختی سے انکار کیا۔ انھوں نے حق کو ڈنکے کی چوٹ اعلان فرمایا اس میں کسی کی ملامت کا ادنیٰ سا خیال بھی نہیں کیا۔ پھر ایسوں کو کیوں نہ اسلام میں فضل کبیر اور شرافت اعلیٰ حاصل ہو جب کہ انھوں نے شریعت کے احکام کی خود پابندی ان کی حفاظت کی اور دوسروں تک اسی محفوظ انداز سے پہونچایا۔ اللہ تعالیٰ ان کے مراتب اور بھی بلند سے بلند فرمائے۔ آمین۔

عَدَالَتِ صَحَابَہ

صحابہ کی رفعتِ شان ان کی بزرگی یا ان کی امانت، اخلاص، اتباعِ دین کا شوق اس کے احکام پر شیفگی اس کے مخالفین کا منہ توڑ جواب ان ساری خوبیوں کو دیکھ کر پوری امت نے صحابہ کی عدالت کی توثیق کر دی ہے۔ بجز ان لوگوں کے جو پیسہ کی سنتوں پر جاں نثاری پیسہ خدا کے وفات پر صحیح راستہ سے ہٹ گئے یا ان کی عدالت کو مجروح کرنے والی واضح دلیلیں سامنے آگئیں صحابہ ہاتھ کی پانچ انگلیوں کی طرح رہے۔ اس لئے اب کسی کے لئے یہ بات جائز نہیں کہ ان پر کتاب و سنت کی مخالفت کا الزام لگائے جب کہ کتاب و سنت خود ان کی عدالت میں واضح روشنی ڈال رہی ہیں۔

ابن حزم نے کہا ہے کہ مہاجرین اولین کی فضیلت عمر ابن خطاب ^{رضی} کے بعد تمام صحابہ میں آئی اور پھر ان صحابہ کا مقام ہے جو بیعتِ عقبہ میں شریک ہوئے پھر اہل بدر کی منزلت کا مقام آتا ہے پھر دوسری جنگوں اور غزوات میں شریک ہونے والوں کا مقام ہے درجہ بدرجہ ہر وہ شخص جو اسلام کے ابتدائی غزوات میں

شریک ہوا وہ بعد کے غزوات میں شرکت کرنے والوں سے بلند ہے یہ سلسلہ صلح حدیبیہ تک درجہ بدرجہ چلتا رہے گا۔ ان مہاجرین اور انصار میں بیعتہ رضوان کے خاتمہ تک افاضل صحابہ کے ایک دفتر کو مکمل کر دیتا ہے جن کو تمام صحابہ مابعد پر فضیلت حاصل تھی۔ صحابہ کی یہ ٹولی ایسی ہے کہ ان کا ہر فرد مومن صالح ہے۔ ان میں سے ہر ایک کا خاتمہ ایمان پر ہوا موت کے وقت وہ بھلائی اور ہدایت کی راہ پر تھے۔ سب کے سب جنت کے حصار ہیں ان میں سے کسی کو جہنم کی آنج بھی نہ لگ سکے گی۔

شارج مسلم الثبوت نے لکھا کہ صحابہ کی عدالت قطعی ہے یا مخصوص اصحاب بدر اور شرکار بیعت رضوان جیسوں کی بھی عدالت پر شبہ ہو سکتا ہے جن کی عدالت کا قرآن میں متعدد جگہ خدا نے ذکر کیا ہوا اور خدا کے رسول کی زبان سے ان کی بڑائی کا بیان بار بار ہوا ہو۔

صحابہ کے بارے میں بھی ایسی چیزیں قرآن و سنت میں موجود ہیں جو ان کی عدالت کو ثابت واجب کرتی ہیں ان کو ثقات اور ارضائے شریعت کے مرکز میں لاتی ہیں۔ امت نے اس کو اپنے اجماع میں قبول کر لیا ہے اور خدا نے اپنے قرآن میں اس کی شہادت یوں فرمائی کہ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَتَّبِعُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سَيَتَّبِعُهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْئًا فَازَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الرَّاغِبَ لِيَغْظِيَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا

دوسری جگہ فرمایا۔ السَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ

بِأَحْسَنِ تَرْضَى اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ
خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ اور ارشاد ربانی ہے۔
وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آدُوا وَتَصَرُّوا
أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ مزید ارشاد ہے۔
لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ
فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا

یہ آیات کرمہ صحابہ کے فضل کا کھلے خزانے اعلان کر رہی ہیں اور صحابہ کی عمومی
منزلت و مرتبہ کا اس سے اندازہ ہوتا ہے اس کے علاوہ دوسری بہت سی آیات
قرآنی ہیں جو ان صحابہ کے مختلف اور متنوع فضائل میں رطب اللسان ہیں مثلاً
ہجرت جہاد وجود و سخا و عز و اتاب ان قوی دلائل اور قطعی آیات کے بعد بھی ان کی
عدالت زیر بحث آسکتی ہے گز نہیں رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ اب رضائے الہی اور
تعدیل ربانی کے بعد بھی رضائے عوام تعدیل کا لانعام کی ضرورت باقی ہے !
رہ گیا سنت کی روشنی میں عدالت صحابہ کا ذکر تو یاد رکھیے کہ صحابہ کی عدالت
کا ذکر احادیث میں بے شمار ہے بہتوں نے تو ان کے فعل و عدالت کے مستقل
باب کتب احادیث میں ذکر کر دیے ہیں بہتوں نے مستقل کتابیں فضل صحابہ
میں تصنیف کی ہیں۔

انہیں شاید ان فضل صحابہ میں وہ روایت بھی ہے جس میں حضرت ابوسعید
ؓ نے فرمایا کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ میرے ساتھیوں میں سے کسی کو بھی برا نہ کہنا
اس لئے کہ ان کا مرتبہ تو یہ ہے کہ اگر تم میں کوئی ایسا فی سبیل اللہ خرچہ لاپیدا

ہو جائے کہ وہ احد پہاڑ کے ہم وزن سونا خدا کی راہ میں لگا دے تو میرے ساتھیوں کے ایک مڈیا نصف مڈ گئیوں وجوہ کے برابر بھی اس کا وزن عند اللہ نہ ہوگا

دوسری روایت میں عبداللہ بن مغفل فرماتے ہیں اس حدیث کو ترمذی نے اپنی جامع میں ذکر کیا ہے۔ اے خدا اے خدا آپ نے میرے دوستوں کو کیا بنایا میری امت سن لے کہ ان خدا کی طرف سے بلند کردہ میرے دوستوں کو تم میرے بعد ہدف ملامت نہ بنالینا جنہوں نے میرے دوستوں کو پسند کیا انھوں نے میری پسند کی قدر کی جنہوں نے ان سے نفرت کی انھوں نے میری نفرت کو لکارا جس نے انھیں اذیت دی میری تکلیف کا سامان کیا جس نے میری اذیت کی راہ کھولی اس نے خدا کو ستایا اور خدا کا ستانا کھیل نہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کھیل میں وہ انھیں پکڑ ہی لے۔

اس کے علاوہ احادیث کے دفتر کے دفتر ہیں جن میں صحابہ کی شان انکی فضیلت کا اسی طرح ذکر ہے جس طرح اس حدیث صحیح میں خَيْرُ الْقُرُونِ قَرْنِي ثُمَّ الدِّينَ يَكُونُهُمْ ثُمَّ الدِّينَ يَكُونُهُمْ

اب خدا کی تعدیل رسول کی تعدیل کے بعد صحابہ کی تعدیل کے لئے کس چیز کی ضرورت اور کونسی سند باقی رہ گئی ہے امت نے بھی ان کی عدالت کو تسلیم کر لیا پھر اب بھی کسی کی تعدیل باقی ہے اگر خدا و رسول صحابہ کی تعدیل کی طرف سے خاموش ہوتے تب بھی ضروری تھا کہ ہم ان کی تعدیل کرتے اس لئے کہ دین کا سنون وہ تھے دین کا دفاع ان کے ذریعہ عمل میں آیا انھوں نے خدا کے رسول کی کھلی مدد کی ان کے ساتھ گھر بار چھوڑا ان کی آنکھوں کے سامنے جنگ میں اپنی جان

کی بازی لگادی اپنے مال و دولت کو بیدار بلیغ خدا کے راستے میں صرف کیا۔ اپنی جانیں
 لکھپائیں یہ سب کس لئے کیا خدا کی راہ میں اس کے دین کے بچانے کے لئے کیا
 انھوں نے مخالفین محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور معاہدین دین کے مقابلے کسی سچائی اخلاص
 قربانی جرات و بہادری کس چیز سے دریغ کیا ہم نے ان صحابہ کو بدر میں لقمہ
 اجل ہوتے اور کرتے دیکھا ہے یہ کس لئے کیا تاکہ اس سپہ سالار اعظم جناب محمد رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام دنیا میں چل سکیں خود بھی انھوں نے ان احکام کے
 ماننے اور بجالانے میں ایک دوسرے پر پیش قدمی کی۔ اس کا ثبوت وہ روایت ہے
 جو حضرت سعد بن عبادہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اے خدا
 کے رسول اب ہم امتثالِ امر اس قدر کر کے بڑھے ہوئے ہیں کہ اگر آپ فرمادیں
 کہ سمندر میں اتر جاؤ تو ہم بلا جھجک کے سمندر میں اتر جائیں گے اگر آپ فرمائیں
 کہ برک غماد کے رنگ زار میں سفر کر کے چلے جاؤ تو ہم امتثالِ امر میں فوراً اس جانب
 رخ کر گزریں گے۔ یہ صحابہ ہی ہیں جنھوں نے اسلام کے چشمہ کی حفاظت میں جانیں
 گنوا دیں اور پیر خدا پر خود کو نثار کر دیا ہم کو یہ منظر احد کی جنگ کے موقع پر دیکھنے
 میں آتا ہے جب مسلمانوں پر شکست کی بلا مسلط تھی تو انھوں نے کس طرح کر کے
 آگے بڑھے بڑھ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان بچانے آپ کی طرف سے
 مدافعت کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ کیا ابود جانہ صحابی نے خود اپنے کو رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ڈھال نہیں بنادیا تھا کیا ان کو تیر کے نشانوں نے
 بے جان و نڈھال نہیں بنادیا تھا۔ کیا حضرت علی نہیں تھے جو پہلوئے مبارک
 جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں کھڑے ہو کر تلوار سے دشمنوں کا صفایا کر رہے

تھے۔ کیا سعد بن ابی وقاص نہیں تھے جن کے کمان سے دشمنوں پر تیر کی بارش ہو رہی تھی تا آنکہ نصرت خداوندی نے جنگ کی کاپا پلٹ دی اور پیہر اور اس کے دوست دشمنوں پر فتح یاب ہوئے۔

یہ اس کے دوست ہی ہیں جو میدان جنگ میں داد شجاعت دیتے اور عام زندگی میں پاس تھے غمگسار، ایک دوسروں پر نثار تھے۔ جس کا نقشہ قرآن نے یوں کھینچا ہے۔ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا۔

یہ پیہر کے ساتھی ہی تو تھے جن کے نفوس پاکیزہ قلوب مجلی اور مغیار بلند کے مالک تھے ایمان کی مٹھاس ان کے دلوں تک پہنچ چکی تھی چنانچہ شریعت کی حفاظت میں تن من وھن سب کچھ لٹا دیا دین محمد کی حفاظت خاموشی سے اور کھلم کھلا کی ان کا جذبہ جان سپاری کامل ایمان اتنا بڑھا ہوا تھا کہ جن صحابہ کو اس بات کا احساس ہوا کہ ہم نے شریعت مطہرہ کی رسول کی اطاعت کے راستے میں غلطی کی ہے انھوں نے پیہر خدا کے سامنے خود کو اسی انداز میں پیش کیا کہ اس کو تا ہی کی جو سزا تجویز کریں پس دے دیں تاکہ آخرت میں ہم آپ کے اور خدا کے سامنے رسوا نہ ہوں چنانچہ مسلم کی وہ حدیث جو حضرت بریدہؓ کے واسطے سے مسلم نے اپنی کتاب میں ذکر کی کہ حضرت معاذ بن مالک تشریف لائے اور پیہر خدا سے عرض کیا کہ اے رسول خدا مجھے پاک فرما دیجئے آپ نے فرمایا معاذ کیا کہہ رہے ہو جاؤ خدا کے دربار میں توبہ کرو مغفرت طلب کرو فرمان رسالت کے ملتے ہی وہ تھوڑی دیر کے لئے سامنے سے چلے گئے پھر واپس ہو کر فرمایا اے خدا

کے رسول مجھے پاک کر دیجئے آپ نے پھر فرمایا ماعز کیا کہہ رہے ہو علما استغفار اور توبہ کرو
تھوڑی دیر کے لئے پھر آپ سامنے سے ہٹ گئے پھر آپ نے واپس آکر وہی جملہ کیا!
آپ مجھے پاک فرمادیں عرض کیا آپ نے پھر انھیں اسی انداز میں فرمایا ارے میاں
ماعز ہوش میں آؤ کیا کہہ رہے ہو جاؤ ملو توبہ کرو اور مغفرت طلب کرو لیکن جب
چوتھی بار آپ آئے تو آپ نے فرمایا کہ ماعز میں تمہیں کس چیز سے پاک کروں۔
عرض کیا زنا سے آپ نے لوگوں سے دریافت کیا کہ ان کو جنون تو نہیں ہے۔
جب اس بات کا تعین ہو گیا کہ آپ کو جنون نہیں ہے۔ تو آپ نے فرمایا دیکھو
شراب تو استعمال نہیں کی ہے ایک صحابی نے اٹھ کر ان کے بدن کا جائزہ لیا
منہ سے شراب کا پتہ نہ چلا تو آپ نے پوچھا واقعی تم نے زنا کیا فرمایا ہاں میں نے زنا
کیا پھر آپ نے سنگسار کرنے کا حکم فرمایا۔ ابھی لوگ بیٹھے ہی تھے کہ جب تک بنی کریم صلی
اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور سلام کر کے مجلس میں بیٹھ گئے پھر لوگوں سے مخاطب
ہو کر فرمایا کہ ماعز بن مالک کے لئے مغفرت کی دعا کرو لوگوں نے دعا کی اب آپ نے
فرمایا کہ خدا نے ماعز کے گناہ دھو دیئے پھر آپ نے فرمایا کہ ماعز نے ایسی توبہ کی
ہے کہ اگر پوری امت توبہ کرتی تو بھی اس کے برابر نہ ہوتی دیکھا آپ نے ان
یقین بھرے دلوں کو دیکھ لیا ان پاکیزہ و ستھرے نفوس کو ملاحظہ کیا انھیں پاکیزہ
نفوس قدسی صفات صحابہ نے حفاظت شریعت میں بے خطر اپنے کو لگا دیا ان کو
نتائج کی پرواہ نہ رہی۔

رسول اللہ کے ساتھیوں کو آپ نے دیکھ لیا تاریخ کے صفحات میں ان کے
ابد تک باقی رہنے والے نقوش مثبت رہیں گے یہ وہی لوگ تھے جن میں اٹوا العزمی

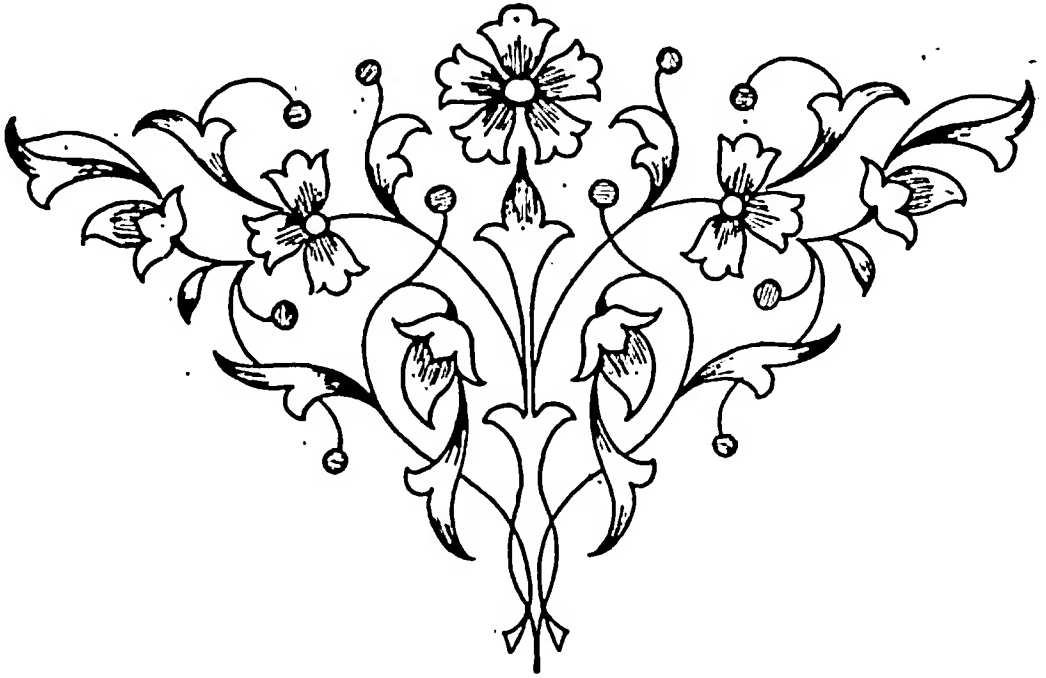
تھی جن میں قوت تھی جو قربانی دجاں نثاری کے خوگر تھے جو پار سائی خدا ترسی کے مجسمے تھے یہ صحابہ احترام کے لائق ہر قدر کے مستحق ہر محبت اُن کے شایانِ شان ہے۔ بلکہ ان صحابہ سے محبت کرنا ان کے احترام کو باقی رکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اس کا ذکر آیات کریمہ میں موجود ہے احادیث نبویؐ اس کی شاہد ہیں رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ اگر کسی کو پیروی کے لئے نقش قدم کی ضرورت ہو تو وہ اصحاب نبی کے نقوش کی پیروی کرے اس لئے کہ ان صحابہ کے قلوب سب سے زیادہ اچھے تھے ان کا علم سب سے زیادہ گہرا تھا ان میں سب سے زیادہ سادگی اور ان کی رہنمائی سب سے زیادہ آسان تھی اُن کے حالات سب سے عمدہ ہیں یہ وہ جتنا ہے جس کو خدا نے اپنے پیغمبر کی ہم نشینی کے لئے دیا اور اس کے دین کی اقامت کے لیے پسند فرمایا ان صحابہ کی بڑائی جان سے زیادہ عزیز رکھوان کے نقوش کی پیروی کرو اس لئے کہ منزل کی جانب پورے پورے سیدھے راستے پر بھی صحابہ تھے۔

حضرت ابراہیم نخعی جلیل القدر تابعی فرماتے ہیں اگر صحابہ کرام ناکامیاب ہی ہوتے رہتے تو بھی انکا فضل کم نہ ہوتا اور ہماری بدنصیبی کی بھی کوئی حد ہے کہ ہم ان صحابہ کرام سے دین کو سمجھنا چاہتے ہیں اور انھیں کی مخالفت کرتے ہیں۔

امت اسلامیہ کی اگلی پیڑھی اور پچھلی پیڑھی کے تمام لوگوں نے صحابہ کی بڑائی ان کے اخلاص ان کی امانت ان کی عدالت پر اجماع کر لیا ہے اب ہم اس ثبوت کا خاتمہ حضرت ابوذرؓ کے کلام پر کر رہے ہیں۔ کہ اگر آپ کسی کو

دیکھیں کہ کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ساتھی کی تنقیص کرتا ہے
 تو اس کے زندیق ہونے کا یقین کر لو اس لئے کہ رسول سچا قرآن سچا اور آپ جو
 کچھ ہم تک لائے سچ ہے ان تمام سچائیوں کو صحابہ نے ہم تک پہنچایا۔ یہ زنادقہ
 چاہتے ہیں کہ امت کے پہلے درجہ کے شہود کو مجروح کر دیں تاکہ کتاب و سنت کا
 وزن ہی ختم ہو جائے پھر ہم انھیں زنادقہ کو کیوں نہ مجروح کر دیں کہ جھگڑا ہی ختم
 ہو جائے۔



سُنَّت کی حِفَاطَت و اشَاعَت

قرآن کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جستہ جستہ تیس سال کے طویل عرصے میں نازل ہوا نبی کریمؐ اس کو اپنی قوم اور اپنے ارد گرد کے لوگوں میں پہنچاتے رہے اور قرآن کے احکام بیان کرتے رہے قرآن کی آیات کی وضاحت فرماتے۔ اسلام کی تعلیمات کی تفصیلات بتلاتے۔ اس کے نظام کو درست کرتے اس طرح آپ پوری زندگی اگر ایک طرف معلم تھے تو دوسری طرف قاضی و مفتی تھے، تو تیسری حیثیت آپ کی حاکم وقت کی تھی، چوتھی آپ کی رہنما کی حیثیت تھی آپ ابتدا و انتہاء اُمت کے سبھی معاملات میں ان کا مرجع تھے۔ امت کے تمام معاملات آپ سے متعلق تھے امت کے حالات کا ایک ایک صحباً و آپ سے متعلق تھا۔ امت اسلامیہ کے تمام شئون خواہ وہ اس کا معمولی معاملہ ہو یا کوئی بڑا مسئلہ ہو یا فرد جماعت کو اپنی زندگی کے مختلف دو جہن سے سابقہ پڑتا ہو ان ساری چیزوں کا تعلق آپ سے تھا جو قرآن میں پہلے یا قرآن میں نہیں ہیں۔ جو قرآن میں نہ ہوتے ان کو وہ سنت میں تلاش کرتے یہ سنت عملی ہو کہ قولی ہو کہ تقریری ہو یہی وجہ ہے کہ ہمیں ہمارے سامنے احکام

شرعی ملتے ہیں آداب و اخلاق سامنے آنے ہیں عبادات قربات ملتے ہیں جو شرعی حکم رکھتے ہیں اور درجہ بدرجہ وہ احکام امت میں درج ہوتے گئے یہ ترویج تقریباً چونتھائی صدی کے طویل عرصہ میں عمل میں آئی۔

سنت کی وضع کچھ ایک دن کی بات نہ تھی جب کہ بہتوں کو اس کا خیال ہونا ہے جسے شرائع موضوع کا کوئی دفتر یا خلفی احکام جسے حکماء اور واعظین املا کرتے ہیں یہاں ایسا نہیں ہوا ہے بلکہ شریعت کی بنیاد تو امت کی تربیت پر ہے خواہ اس تربیت کا مقتضی دین سے ہو کہ دنیا سے ہو کہ ان کے اجتماعی مسائل سے ہو کہ ان کے اخلاقیات سے ہو کہ ان کے سیاسی الٹ پھیر سے ہو جو امن عامہ کے زمانے میں یا جنگ کے شعلہ دور سے ہو ان کا دور سہولت سے تعلق ہو کہ شدت سے ان کا ربط ہو وہ علم و عمل کے سارے گوشوں پر مشتمل تھی ایسی صورت میں اس انقلاب کا اچانک لوگوں میں رونما ہونا ایک معجزہ ہو گا ظاہر ہے کہ یہ انقلاب صبح شام میں نہیں ہوا انھوں نے اپنی قدیم تعلیمات سے رخ اتنی جلدی موڑ لیا ہو مشکل بات ہے یہاں ان کی دیانت داری میں اچانک تبدیلی آجائے ان کی عادتیں اتنی جلدی بدل جائیں اسلام کے سامنے سپر ڈالیں اپنے عقائد بدل ڈالیں اپنی تعلیمات کو خیر باد کہہ دیں، اپنے طریق عبادت کو یکسر چھوڑ دیں، بہر حال یہ کچھ آسان نہ تھا۔

قرآن کریم نے خود ہی عقائد فاسد عادات کا رہہ جو ان کے دلوں میں بیوست تھی ان کا اندر بجی طور سے علاج کیا قرآن نے جو جنگ منکرات جاہلیت کے خلاف لڑی وہ سرد جنگ کی طرح تھی جاہلیت کے منکرات کو صحیح عقائد و خیالات

سے بدلنے میں کافی وقت صرف ہوا۔ عبادات احکام عقائد صحیحہ سب تدریجاً قابو میں آئے آپ نے انھیں آداب عالیہ کی طرف یونہی نہیں بلایا تھا۔ اخلاق فاضلہ کچھ ایک دن میں ان کو نہیں ملے تھے جو لوگ آپ کے ارد گرد تھے ان کو صبر و استقامت پرا بھارا، اس درمیان میں تعلیمات کا باب بھی بند نہ رہتا آپ قرآن کریم کی وضاحت کرتے رہتے۔ لوگوں کو فتویٰ دیتے رہتے آپس کے جھگڑوں اور تنازعات کا تصفیہ بھی فرماتے رہتے۔ جرمانے سزا کا کاروبار بھی جاری رہتا اور قرآن کریم کی تعلیمات کے مطابق آپ اپنی زندگی بسر کرتے رہتے۔ ہر ساری باتیں کیا تھیں یہ سب تو سنت ہی تھیں۔

دعوت اسلام جب تک اعلانیہ جاری نہ ہوئی تھی اس وقت تک پیغمبر خدا نے دارالافتاء کو اپنا اور اپنے دوستوں کا مرکز مقرر فرما دیا تھا۔ دارالافتاء ہی سے مسلمانوں نے اسلام کی ابتدائی تعلیمات حاصل کی تھیں اور قرآن کریم کا جو حصہ نازل ہوا تھا اُسے اسی جگہ سے مسلمانوں نے یاد کر لیا تھا۔ کچھ دن ابھی نہیں بیتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیام گاہ مکہ میں مسلمانوں کی تربیت گاہ بن گئی اسی تربیت گاہ میں مسلمانوں کو قرآن کی تعلیم دی جاتی اور یہیں مسلمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے سرچشمہ سے سیراب ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک ان کے شانوں میں تھا۔

قرآن کریم کی آیات صحابہ علی الاعلان پڑھتے آپس میں ان آیات کا تکرار کرتے تاکہ پیغمبر سے سنی ہوئی تمام باتیں دل نشین ہو جائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تفسیر بیان فرمائیں ان کو آپ سے سن کر یاد کرتے یہ تفسیریں تو پیغمبر کی احادیث ہی ہوتی تھیں اس کے سوا کچھ دوسرا نہ تھا اس لئے احادیث کو یاد کرنے

کار و اج قرآن کے پہلو بہ پہلو ابتداء سے مروج ہو چکا تھا۔

پھر یہ مسجدیں درس گاہیں ہو چکی تھیں یہ مسجدیں عدالت بھی تھیں اور فوجی احکام کے مراکز بھی، یہاں ایک طرف عبادت ہوتی تو دوسری طرف شعائر دینیہ کی اقامت کا کاروبار بھی وہیں سے ہوتا یہ مسجدیں تھیں جن میں مسلمانوں کے مسائل عمومی طے ہوتے، فوجوں کی روانگی کے لئے چھاؤنی بھی یہ مسجد ہوتی، آنے والے و فود، لڑی پویشن کو استقبال کرتے ان کو ٹھکانے کا مقام بھی یہی مسجد ہوتی۔

ان سب کے ہوتے ہوتے پیہر کی تبلیغ کسی مکان محدود کے لئے نہ تھی نہ کسی خاص مناسبت کی محتاج تھی جو بازار میں فتویٰ کا طالب ہونا اسے بازار ہی میں دارالافتاء مل جاتا وہیں اپنی ضرورت کی باتیں دریافت کرتا ان کے جواب بیکر مطمئن ہو جاتا آپ کو جو نہی کوئی موقع ہاتھ آتا آپ پورے احکام کی تبلیغ شروع کرتے ہر جگہ تبلیغ کے لئے کشادہ میدان تھے جہاں سے جس طرح ہو چاہئے تبلیغ فرماتے۔

ان مشاغل کے ساتھ آپ علمی مشاغل کے لئے علمی مجلسیں بھی مقرر فرماتے ان علمی مجلسوں میں حاضری عام تھی اس میں آپ اپنے اصحاب کی بھلائی کی جستجو فرماتے اور آپ انھیں وعظ و پند فرماتے۔ آپ جب تشریف رکھتے تو آپ کے اصحاب حلقہ بنا کر آپ کے گرد بیٹھ جاتے اس علمی مجلس میں صبح کی نماز کے بعد لوگ حلقہ بنا کر بیٹھ جاتے کچھ قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرتے کچھ فرائض سیکھتے کچھ سنن کے اسباق دہراتے پیہر خدا کسی معاملہ میں تجل نہ تھے پھر علم کے باب میں خل کیسے کرتے آپ کے اصحاب آپ کے علم بے پایاں سے نفع اٹھاتے آپ کی علمی فیاضی سے صحابہ خوب فیض یاب ہوتے آپ صحابہ کے ساتھ اکثر بیٹھا کرتے انھیں

کچھ سکھاتے ان کو پاکیزہ نفسی عطا فرماتے۔

آپ امت کے حق میں برستے بادل کی طرح تھے۔ لوگوں کو ان کے ماحول و مزاج کی رعایت کرتے ہوئے مخاطب فرماتے آپ ہر ایک سے اس کی من بھاتی۔ دل لگتی گفتگو فرماتے دیہات کے اکھڑ لوگوں سے اس طرح گفتگو فرماتے کہ ان کی دُرشت مزاجی کو ذرا ابھی بھٹیس نہ لکئے پاتی۔ شہر کے مہذب لوگوں سے آپ کا طرزِ کلام ایسا ہوتا جو ان کی بود و باش ان کی تہذیب کو اپیل کرتا اسی طرح آپ ان کے مدارکِ علم کی رعایت فرماتے جو بیدار طبیعت تھے ان کی بیداری کا لحاظ فرماتے ان کی فطری صلاحیتوں ان کے اخذ و اکتساب کی قوتوں کو بھی پوری طرح نظر میں رکھتے آپ ان اسالیب کو استعمال فرماتے جن میں دینی علمی و عملی حیثیت سے مقصد رسالت کو ثابت کرنے میں بھرپور ہوتے۔ اس قسم کے واقعات سے کتب سیر و احادیث بھری پڑی ہیں۔ چنانچہ روایات میں ہے کہ آپ کے پاس قریش کا ایک جوان آیا اور بے تکلف عرض کیا اے خدا کے رسول مجھے زنا کی اجازت دے دیجئے جو لوگ حاضر خدمت تھے سب کے کان کھڑے ہو گئے لوگوں نے جو ان کو ڈانٹ ڈپٹ بتائی اور کہا ہٹو سامنے سے چلے جاؤ آپ نے فرمایا کہ یہاں پاس آجاؤ وہ آپ کے پاس آگیا پھر آپ نے اس سے سوال کیا کہ یہاں تمہیں کہدوں کیا تم زنا اپنی ماں کے لئے پسند کرو گے جو ان نے جواب دیا بالکل نہیں خدا کی قسم آپ کے نثار میں کیا دنیا کے لوگ بھی اس چیز کو اپنی ماں کے لئے نہیں پسند کر سکتے آپ نے فرمایا تو پھر تم ہی بتا دو کیا تم زنا کو اپنی بیٹی کے لئے پسند کرو گے جو ان بول اٹھا آپ کے نثار خدا کی قسم میں اسے کسی طرح نہیں پسند کروں گا۔ نہ لوگ اسے پسند کرتے

کہ وہ اپنی لڑکیوں کو زنا میں مبتلا دیکھیں۔ پھر آپ نے اس کی بہن بھوپھی ممانی وغیرہ متعلقین کے سلسلے میں یہی سوال دہرایا اور ہر بار سوال کے جواب میں جوان نے یہی جواب دیا کہ آپ کے شمار میں اسے کیسے پسند کر سکتا ہوں اور دنیا کا کوئی انسان اپنے متعلقین کے لئے یہ پسند نہیں کر سکتا۔ پھر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اس کے اوپر رکھتے ہوئے فرمایا اے خدا اس جوان کے گناہ کی پوشش فرمائیے اس کے دل کو نکھا دیجئے اس کی شرمگاہ کو بڑی اجلی کر دیجئے خواہشات سے دھود بیجئے راوی بیان کرتا ہے کہ اب اس کے بعد اس جوان کی طبیعت میں ایسا سمجھاؤ آیا کہ وہ کبھی بھی لغویات کی طرف متوجہ نہیں ہوا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ تیسیر پسند رہے آپ عبادت میں غلو سے روکتے تھے احکام کی تنگی سے منع کرتے تھے تمام مسلمانوں کے ساتھ ان کا برتاؤ درد مند بھائی کی طرح ہوتا آپ معلم ہوتے ہوئے بھی تواضع کے پتلے تھے۔ بردباری اور وقار آپ کے غبار تھے جو یمیر کی سیرت سے ادنیٰ واقفیت رکھنا ہو گا اس پر یہ چیز آئینہ ہو گی۔ خود حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں اگر رد حکم میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کا معاملہ آنا تو یمیر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سب سے سہل و آسان کو لیتے اگر اس میں کوئی گناہ کا پہلو نہ ہوتا، اگر اس میں گناہ کی جھلک بھی ہوتی تو آپ یہیں اس کام سے سب سے زیادہ گریزاں نظر آتے۔ آپ نے خود اپنے اوپر ہونے والے کسی برائی کا بدلہ کبھی نہیں لیا ہاں اگر برائی میں حرمت ہی کو ٹھیس پہنچتی تو آپ نے اس کا انتقام خدا کی حرمت کی حفاظت میں ضرور لیا۔

اس پاکیزہ نفسی ستھری طبیعت کشادہ دلی من بھانے دل لگے انداز میں

آپ لوگوں کو خدا کی تعلیمات اس کے آداب اس کے احکام اپنے ساتھیوں اور عامۃ المسلمین کو سکھلاتے تھے۔ سلاطین زمانہ قیصر و روم کی طرح پیغمبر خدا اور مسلمانوں کے درمیان کوئی روک نہ تھی بلکہ مسجد ہی وہ انسٹیٹوٹ تھا جہاں آپ مسلمانوں کو شریعت مطہرہ کی تعلیم فرماتے تھے۔ اگر لوگ آپ کو راہ چلتے ملتے کوئی بات دریافت کرتے تو آپ بڑی کشادہ روایتی سے ان کا جواب دیتے۔ اگر عبادت کے موقع پر حج کے موسم میں چلتی سواریوں میں آپ سے مسائل دریافت کرتے آپ ان کو ہر ہر بات کا جواب دیتے۔ آپ اس سے کبھی کبیدہ نہ ہوتے بلکہ ہمیشہ ہنسی آپ کے چہرے پر کھینتی رہتی۔ کبھی آپ کسی مسائل کا جواب دیتے اور اس جواب کو سننے والی مسلمانوں کی ایک چھوٹی ٹوٹی ہوتی۔ جو آپ کے ساتھ ساتھ ہوتی کبھی آپ کے جواب کے وقت بڑے بڑے مجمع محفلیں جم غفیر ہوتے۔ کبھی آپ مسجد کے منبر ہی سے لوگوں کو تعلیمات اسلام ارشاد فرماتے احکام کی تفصیل کرتے اسے کھول کھول کر بیان کرتے جسے سننے والے غیر حاضر اور نہ سننے والوں کو پہونچاتے اپنے خاندان کے لوگوں کو بتاتے اپنے رشتہ داروں کو پہونچاتے۔ پیغمبر سے جس نے بھی کوئی بات سنی یا دیکھی یا اس کے علم میں آئی تو اس کی یاد ایک مدت مدید انھیں لفظوں انھیں اداؤں کے ساتھ اس کے ذہن میں محفوظ رہتی جیسے ابھی کی بات ہو اگر اس میں ذرا بھی شک ہوتا یا سماعت کی ناکافی کا شبہ ہوتا تو فوراً ہی اگر شبہ کا ازالہ براہ راست پیغمبر سے سوال کر کے کر لیا کرتے تاکہ وہم کی گنجائش نہ رہے اور ٹھیک بات کھلے طور پر معلوم ہو جائے۔

پیغمبر خدا کی مجلسوں میں حاضری کا شوق صحابہ میں شیفتگی کی حد تک تھا۔ بلکہ

یہ کہئے کہ جنون و عشق سے اس کا سرا لگا ہوا تھا وہ ہر وقت سنت کو لینے اور اس کی قرآن کے ساتھ مطابقت کرنے اس کو درست سمجھنے میں دل سے لگے رہتے۔ ان کے دلوں میں اخلاص تھا سچائی تھی اور پیمبر کی سنت کے ساتھ لگن تھی اور یہ کیسے نہ ہوتا ایمان کی مٹھاس وہ پاچکے تھے اسلام کی عظمت ان کے دل میں بیٹھ چکی تھی قرآن میں اعجاز کبریٰ ہدایت عظمیٰ ان کی آنکھیں دیکھ چکی تھی ان کے دلوں میں خدا کی محبت اور اس کے رسول کا عشق گھر چکا تھا وہ دین کی راہ میں اس کے اصول کی حفاظت اپنے دینی اور اپنی تعلیم کی عظمت و وقار کے لئے خود کو فنا کر چکے تھے۔ ان کی جاں نثاری جو دوسخا کی کہانی جریدہ عالم میں آج بھی ثبت ہیں آج بھی تاریخ کی پیشانی ان کے کارناموں سے روشن ہے ان کا اندازِ فداکاری ان کی قربانیاں رہتی دنیا تک یادگار رہیں گی۔

دلوں میں ایمان کی دولت سینوں میں پاکیزہ روح کا خزانہ دماغوں میں عقل کی روشنی لئے ہوئے صحابہ رسول کریمؐ سے تعلیمات حاصل کرتے تھے قرآن کی جزئیات سیکھتے ان کے معنی سمجھتے پھر اس کی باریکیوں تک پہنچتے اسی سانچے میں خود کو ڈھالتے۔ پھر جا کر کہیں دوسری آیات کی تعلیم اور آگے کا سبق لیتے اس کی شہادت حضرت عبدالرحمنؓ سلمیٰ کی زبانی سنئے ہم حضرت عثمان بن عفانؓ عبداللہ بن مسعودؓ جیسے گرامی منزلت صحابہ سے قرآن پڑھتے تھے انھوں نے اپنے قرآن پڑھنے کی شان بیان کی کہ ہم پیمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے دس آیات قرآنی سیکھتے اس سے آگے کا سبق اس وقت نہ لیتے جب تک کہ ان دس آیتوں پر علم و عمل کے جوا ابواب بھی ہوتے ان کو اچھی طرح نہ جان لیتے اس طرح ہم نے پیمبر سے علم

و عمل سبھی چیزیں سیکھ لیں۔

صحابہ اپنی تجارتی مشغولیتوں معاشی کاروبار میں لگے رہنے کے ساتھ ساتھ نبی کریم کی مجلس میں آتے اور ان کی صحبت اٹھانے کے بڑے ہی شائق تھے اپنی ضرورتوں کے پیش نظر ان کا بروقت حاضر ہونا مشکل تھا انھوں نے آپس میں باری مقرر کر لی تھی تاکہ آپ کی صحبت کے لطف سے اس کے فیوض و برکات سے ایک لمحہ کے لئے محرومی نہ رہے چنانچہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اور میرا ایک انصاری پڑوسی (یعنی امیہ کی آبادی جو عوالی مدینہ میں تھی) نے آپس میں طے کر رکھا تھا ایک دن تم پیغمبر خدا کی مجلس میں حاضری دو اور ایک دن میں حاضری دو نگا جس دن میں حاضر خدمت رہتا اس دن کی وحی اور دوسری تعلیمات رسولؐ اپنے پڑوسی کو بتا دیتا اور جس دن وہ حاضری دیتا اس کی پوری رپورٹ وہ مجھے سنا دیتا اس طرح ہم دونوں تعلیمات نبویؐ سے باخبر رہتے۔

پیغمبر خدا کی تعلیمات کا احاطہ صرف مردوں تک محدود نہ تھا بلکہ آپ عورتوں کو بھی دین کی تعلیم دیتے تھے ان کے لئے مجلسوں کا اہتمام فرماتے یہ مجلسیں گاہے گاہے ہوتی تھیں بلکہ روزانہ ان کے لئے ایک وقت مقرر تھا اس میں وہ حاضر ہوتیں اور آپ سے تعلیم اسلام حاصل کرتیں آپ سے سوالات کرتیں ان کا جواب پاتیں۔ اس کی شہادت حضرت عائشہ صدیقہ کی زبان سے سنئے کیسی عمدہ ہیں انصار کی عورتیں کہ انھیں دین کے سمجھنے سیکھنے میں حیا مانع نہیں ہوتی۔

دور دراز کے علاقوں سے لوگ وفد کی صورت میں آتے اور آپ سے احکام اسلام سیکھتے اس کی عبادات کے طریقے معلوم کرتے۔ پھر یہ وفد کچھ دنوں کے قیام

کے بعد اپنے علاقوں کو واپس جاتے اپنی قوم کو تعلیماتِ اسلام پہنچاتے ان کو دین کی بات سمجھاتے چنانچہ انجاریؒ نے مالک ابن حویرث سے نقل کیا ہے کہ ہم دربارِ رسالتِ مآبؐ میں حاضر ہوئے ہمارے سب ساتھی ہم عمر نوجوان تھے ہمارا قیام آپؐ کی خدمت میں بیس دن رہا اس درمیان میں پیغمبر خدا کو اس کا احساس ہوا کہ ہم کو گھر بار یاد آ رہا ہے تو آپؐ نے ہم لوگوں کو بلا کر دریافت کیا کہ بھائی گھر کے لوگوں کو کس حال میں چھوڑ کے آئے تھے ان کے کھانے دانے اور پینے کا چلنے وقت کیا نظم تھا ہم نے سچی بات بتادی۔ آپؐ نرمی کا مجسمہ سراپا رحمت تھے آپؐ نے حکم فرمایا تم لوگ اب واپس جاؤ گھر کے لوگوں کو سکھاؤ انھیں ان باتوں کا حکم کرو جس کا میں نے تم کو حکم کیا مجھے جس طرح نماز پڑھتے دیکھتے ہو اسی طرح نماز ادا کرو جب نماز کا وقت آجائے تم میں کا کوئی اذان دیدے تاکہ سب باخبر ہو جائیں پھر تم میں جو بڑا ہو امامت کرے اور نماز پڑھا دے۔

اس طرح کے وفود آتے رہتے اور ایک ایک عرصے تک آپؐ کی خدمت میں قیام کرتے۔ پھر جو آپؐ سے سیکھے ہوتے اسے کیسے بھلا دیتے یہ تعلیمات تو ان کے دل میں ایسی نقش ہوئیں کہ زندگی بھر اس کے نقوش اسی طرح تروتازہ رہتے۔

ان وفود و مجالس کے علاوہ اور بھی دوسرے بہت سے طریقے تھے جن سے صحابہ سنت کی تعلیمات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیتے رہتے مثلاً کوئی بات پیش آئی آپؐ نے اس واقعہ کے مطابق احکام بیان فرمائے اور یہ واقعہ مع حکم کے مسلمانوں میں پھیل گیا بعض ایسی باتیں جو خود صحابہ کو پیش آئیں جن کو وہ خود پیغمبر خدا سے دریافت کرتے اور آپؐ ان کا جواب دیتے ان میں سے بعض ایسے واقعات ہوتے جن کا تعلق خود مسائل کی ذات سے ہوتا بعض دوسرے صحابہ سے

متعلق ہوتا مگر یہ سوالات وہی ہوتے ہیں جو انسان کو روزمرہ کی زندگی میں پیش آسکتے ہیں ہمارے سامنے صحابہ کی سیرت ہے وہ کسی معاملہ کے معلوم کرنے میں کبھی ٹھکتے ہی نہ تھے نہ ان کو شرم دامن گیر ہوتی کہ پیمبر سے دریافت نہ کریں بلکہ وہ اس چشمہ و خیر کی طرف تیزی سے بڑھتے تاکہ حقیقت حال معلوم کر کے دلوں کا اطمینان بڑھائیں۔

صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے ذاتی معاملات میں ہر وہ بات دریافت کرتے جس کے دریافت کرنے میں دوسروں کو شرم دامن گیر ہوتی، اسی طرح اپنے معاملات، عقائد، عبادات اور دوسرے دنیا بھر کے معاملات میں پیمبر خدا سے ہر وقت دریافت کرتے رہتے۔

ہمارا پیمبر بھی خوب تھا ہر سوال کا جواب دیتا ان کے معاملات سلجھاتا ان کے مقدمات اور مسئلوں کو سنتا ان کے فیصلے دیتا ان کو سچی راہ بتاتا ان جوابات، قضایا اور فتاویٰ کے دفتر کے دفتر احادیث کی کتابوں میں موجود ہیں، بلکہ ان کے لئے کہ ان مولفات میں حدیث نبویؐ کے یہی حصے پائے جاتے ہیں یہ بات عقل سے دور ہے کہ کوئی شخص پیمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات دریافت کرے اور اسے بھول جائے یا خود اس کا اپنا کوئی واقعہ اور مسئلہ ہو جو دربارِ نبوت میں پیش ہو کر منقضی ہوا ہو اور اس نے اسے بھلا دیا ہو، کوئی اپنی زندگی کے یادگار اوراق بھلا سکتا ہے۔ ؟

وہ واقعات آج بھی موجود ہیں جنہیں صحابہ نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا، اُن کی نماز اُن کا روزہ اُن کا حج اُن کا سفر ایک ایک کر کے صحابہ کی نگاہ میں تھا انھوں نے ان واقعات کو مِنْ وَعَنْ تَابِعِينَ تک پہنچایا اور تابعین نے اپنے بعد

آنے والوں کو کتب احادیث میں احادیث کی کثرت ہے اور آپ کی عبادات معاملات، سیرت کے واقعات تو اُمت کو ازبر تھے پھر ان کا ذکر کتابوں میں کیوں نہ ہوتا۔

ہم نے اب تک جو کچھ آپ کے سامنے رکھا ہے اس سے مسلمانوں کے سنت رسولؐ کے حاصل کرنے کا موقف معلوم ہو گیا ان میں جو روح کام کر رہی ہے جو داعی قرآن و سنت کے حصول ان کی حفاظت پر اُبھارے ہوئے تھی ان کا ذکر کرنے کے بعد ہم اس بات کے کہنے میں حق بجانب ہیں کہ سنت رسولؐ عہد صحابہ ہی میں قرآن کے پہلو بہ پہلو محفوظ تھی سو یہ بات صحیح ہے کہ صحابی کا حصہ دوسرے صحابی کے حصے سے مختلف تھا بعض کو سنت کے بہت سے حصے ازبر محفوظ تھے ان کو احادیث کی بڑی تعداد یاد تھی بعض صحابہ کو بہت کم حصہ ملا تھا۔ بعض صحابہ متوسط درجہ میں تھے بہر حال ان کثیر الحفظ، متوسط الحفظ اور قلیل الحفظ صحابہ نے سنت کے ایک ایک لفظ کو محفوظ رکھا تھا اس میں کس کو شبہ ہو سکتا ہے، ان سب نے مل کر سنت کی حفاظت پوری طرح کی پھر اس حفاظت و سیانت کے ساتھ تابعین کو منتقل کیا انھوں نے بعد کو آنے والے مسلمانوں کو اسی انداز میں دیا جس طرح صحابہ نے پیغمبر خدا سے لیا تھا اور پیغمبر کے اس فرمان تَسْمَعُونَ وَكَيْفَ مِّنْكُمْ وَيَسْمَعُونَ لَنْ يَسْمَعَ مِنْكُمْ ثُمَّ مَجَّحَ سَنَ رَہے ہو تم سے لوگ سنیں گے پھر انھیں سناؤ جو تم سے سنتا جائے گا۔

سنت کی پوری طرح اشاعت عہد نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہو چکی تھی اس لئے کہ صحابہ کو اشاعت سنت میں نشاط ملی تھا انھیں اس میں پڑا مزا آتا اگر

وہ پیمر کی کوئی بات پہنچا دیتے۔ اُمتِ المومنین کے احسانات اور ان کے آثار کو تعلیماتِ اسلام کی اشاعت میں تو بھلایا ہی نہیں جاسکتا خصوصیت سے غورتوں میں تعلیمِ اسلام کو پھیلانے کا سہرا تو اصفیٰ کے سر ہے۔ آپ کے جانب سے بھیجے ہوئے نمائندوں نے مصلوبوں میں حکومت چلانے والے گورنروں اور حکومتوں کی طرف سے بھیجے ہوئے سفیروں نے بھی اشاعتِ سنت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ پھر فتح مکہ نے تو تعلیماتِ اسلام اور اشاعتِ سنت میں تو وہ رول ادا کر دیا کہ مخالفین کی آنکھیں آج تک کھلی کی کھلی رہ گئیں اور پیمر کا آخری حج تو اشاعتِ اسلام اور تبلیغِ سنت میں سنگِ میل ثابت ہوا اس ایک حج سے اسی طرح اشاعتِ دین کا کام ہوا۔ جس طرح فتح مکہ اور حجۃ الوداع کے بعد جوق در جوق آنے والے وفود سے ہوا یہ ہیں وہ ذرائع اور عوامل جن کے ذریعہ سنت کی اشاعت مسلمانوں میں ہوئی اور اس وقت تک جو حصے اسلام کے زیرِ نگین آچکے تھے ان میں بھی اصفیٰ ذرائع سے سنت کی روشنی پہنچی ہمارے پیمر نے رفیقِ اعلیٰ کی طرف اس وقت تک بسیرا نہیں لیا جب تک کہ جزیرۃ العرب کے چپہ چپہ میں اسلام کی تعلیمات نہیں پہنچیں عربی دنیا کے ہر گھر میں اسلام کے زمرے سے آشنا نہیں ہوا، اہل عرب کے سینہ دلِ قسداں و سنت کی روشنی سے جگمگانے لگے، خدا کا اعلان ثابت ہو چکا الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ اَنْتُمْ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَ رَضِيتُ لَكُمْ الْاِسْلَامَ دِينًا۔

آپ کی وفات کے بعد صحابہ و تابعین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے تمسک کا اور ان کی پیروی کا حق ادا کیا اس لئے کہ وہ اس وصیت سے باخبر تھے جو پیمر نے سفرِ آخرت سے پہلے مسلمانوں کے سامنے کی تھی نَزَّكْتُ فِيكُمْ اُمُورَ لَنْ

تَضَلُّوْا تَمْسُكُوْا بِمَا كَتَبَ اللّٰهُ وَنُتِنٰی اِیْھُوْنَ نے احادیث کی روایت میں پوری احتیاط سے کام لیا آثار رسول کی پوری طرح کھوج لگائی اگر کوئی سنت ان کو مل گئی تو پھر اس کے خلاف کرنے کا تصور بھی نہیں آیا۔ انھوں نے ان تعلیمات سے سرمو انحراف نہیں کیا جن پر ہمیں خدا نے ان کو چھوڑا تھا ہر وہ تدبیر اختیار کی جس سے سنتِ مطہرہ خطا اور تحریف سے محفوظ رہ سکے۔ چنانچہ انھوں نے اس بات میں میانہ روی سے کام لیا۔ حضرت عمرؓ نے اس سلسلہ میں جو سختی برتی اس کا منشاء بھی یہی تھا کہ سنت کو خطا سے محفوظ رکھا جائے یہی وجہ ہے کہ ہم عہد صحابہ میں بہت سے ایسے صحابہ کو پاتے ہیں کہ انھوں نے اس کے باوجود احادیث کا ایک بڑا ذخیرہ اپنے ساتھ رکھا تاکہ ہمیشہ احتیاط سے کام لیں ان میں بعض صحابہ تو ایسے تھے کہ جس وقت زبان سے قال رسول اللہ نکالتے تھے تو انکی آنکھیں آنسو میں ڈوب جاتیں اور بہت سے صحابہ کمالِ احتیاط سے حدیث بیان کر کے کہا قال کہدیا کرتے، چنانچہ عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں میں نے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے انصاری صحابہ سے ملاقات کی جب بھی وہ حدیث بیان کرتے تو ان کی خواہش ہوتی کہ دوسرے صحابی سے بھی پوچھ لو اور اس کو صحیح اسی انداز میں بیان کرو جس انداز میں میں نے تمہارے سامنے رکھا ہے کوئی فتویٰ کسی سے لیتا تو وہ دوسرے کی بات سے ضرور رجوع کرتا اور یہ کہتا کہ ان سے دریافت کرو وہ زیادہ عالم ہیں حتیٰ کہ پھر پہلے ہی صحابی کے پاس معاملہ واپس آتا۔

صحابہ کا روایتِ حدیث میں اتنا احتیاط و تشدد تھا کہ بعض صحابہ نے اس خطرے سے کہ کہیں کوئی تحریف کسی قسم کی زیادتی کسی قسم کی کوتاہی نہ ہو جائے

احادیث کا بیان کرنا ہی چھوڑ دیا اس لئے کہ کثرت احادیث کی روایت میں بعضوں کو یہ گمان گزرتا کہ کوئی گڑبڑ نہ ہو جائے کہیں ہم سے کوئی جھوٹ نہ لگ جائے جب کہ پیغمبر نے آپ کی حدیث کسی جھوٹ بات کے بیان کرنے اس کی نسبت کرنے سے روک دیا یا ایسی روایتیں جن کے بارے میں یقین ہو جائے کہ یہ غلط اور جھوٹ ہیں ان کی روایت سے بھی پیغمبر خدا نے سختی سے روک دیا چنانچہ فرماتے ہیں مَنْ كَذَبَ عَلَىٰ مُتَعَدٍّ أَمْتَعَهُ مِنَ النَّارِ دُوسری روایت میں ہے مَنْ كَذَبَ عَلَىٰ مُتَعَدٍّ أَمْتَعَهُ مِنَ النَّارِ، مَنْ رَوَىٰ عَنِّي حَدِيثًا هُوَ يَكْفُرُ بِهِ أَوْ كَذَبَ فَمُؤَاخَذٌ مِنَ الْكَافِرِينَ۔

صحابہ نے اپنی زندگی کے کسی بھی لمحے میں جھوٹ بولنے سے گریزاں تھے پھر پیغمبر کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنا یہ کیسے ممکن تھا۔ اس کا اندازہ حضرت علیؓ کے اس اثر سے ہوگا جس میں وہ بیان فرماتے ہیں کہ میں جب حدیث کی نسبت رسولؐ کی طرف کرتا ہوں تو آپ کی طرف غلط باتوں کی نسبت کرنے سے بہتر یہ سمجھتا ہوں کہ آسمان سے زمین پر پٹک دیا جاؤں کہ میرے پرٹخے اڑ جائیں۔

روایت حدیث کے بارے میں تو صحابی کا یہی انداز تھا تا کہ قرآن و سنت کی مکمل حفاظت کا فریضہ انجام دیا جاسکے اور یہ بات بھی پیش نظر تھی کہ کہیں قرآن کو چھوڑ کر لوگ صرف اشاعت سنت ہی میں نہ لگ جائیں جب کہ دستورِ امت قرآن ہی ہے اس لئے انھوں نے سب سے پہلے قرآن کو عمدہ طور سے محفوظ کرنے کی سعی کی پھر اس کے بعد احادیث کے اس حصہ کی حفاظت کی طرف متوجہ ہوئے جو عہد نبویؐ میں پوری طرح مدون نہ تھی۔ ان احادیث کی حفاظت اور تدوین میں انھوں نے علمی تحقیق کا سٹھوس انداز اختیار کیا اور روایات کی

کثرت غلطی کے پیش نظر زیادہ نہ ہونے دی اس انداز میں سب سے زیادہ متشدد فاروق اعظم کا انداز تھا ہاں جن صحابہ کی احتیاط تقویٰ پارسائی، حفظ کی قوت کا علم تھا انھیں روایت حدیث کی اجازت تھی۔

اس سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ صحابہ کو روایت حدیث سے روک دیا گیا تھا یا اس کی تبلیغ پر پابندی تھی بلکہ اس کا مقصد صرف روایت بلا ضرورت کی کثرت پر پابندی لگانا تھا یعنی اگر آثار کی ضرورت ہو تو آثار کیا جائے اور ضرورت نہ ہو تو آثار نہ کیا جائے کہ اس سے سنت کا وزن کم ہونے کا اندیشہ ہے تمام صحابہ اور تابعین حدیث کے بارے میں کھٹوس طریق جستجو نہ کھتے تھے احادیث کے قبول کرنے اسے لوگوں تک پہنچانے میں پوری احتیاط سوچ و چار سے کام لیتے جب تک انھیں اس بات کا یہ یقین نہ ہو جاتا کہ یہ بات پیمر کی کہی ہوئی ہے اس وقت تک اس کی روایت ہرگز نہ کرتے تھے حدیث کے جتن کی جتنی صورتیں ممکن تھیں عمل میں لائے۔ اسلئے وہی راستہ اختیار کرتے سنت نبوی میں جو جھوٹ اور ملاوٹ سے پاک ہو تاکہ مفاسد کے دروازے بند رہیں اور سنت کے اشاعت و ترویج میں کوئی گڑبڑ پیدا نہ ہو سکے۔ اس احتیاط کی ہزاروں مثالیں کتاب میں موجود ہیں ایک صحابی دوسرے صحابی سے ایک تابعی دوسرے معاصر تابعی سے پوری طرح استفسار کرتا اس کے لئے سفر کی صعوبت برداشت کرتا، عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک حدیث ایک شخص نے روایت کی میں اس کے گھر آیا اور اس کے دروازے پر چادر پھیلا کر بیٹھ گیا، ہوا کا زور تھا گرد و غبار سے میرا چہرہ لٹ جاتا وہ شخص گھر میں سے نکلا اور میرا یہ حال

دیکھ کر بولا کہ ابن عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے کیسے زحمت فرمائی آپ مجھے بلا لیتے ہیں حاضر ہو جاتا میں نے جواب دیا مجھے تم سے حدیث و زیارت کرنی تھی اس کی شان یہی ہے کہ میں خود حاضر ہوتا اس لئے حاضر ہوا ہوں۔

ایک صحابی دوسرے صحابی سے علم حدیث و سنت حاصل کرتا یہ سلسلہ دار دراست حدیث ان میں ہی جاری نہ تھا بلکہ حفاظت حدیث میں اور طلب حدیث میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے اور تابعین کو اہل علم کے ساتھ مجالست پر ابھارتے ان سے علوم اور حدیث کے حاصل کرنے کی ترغیب دیتے اور کوئی ذریعہ حصول علم ان کی نگاہ سے اوجھل نہ ہونے پاتا جو نہی کسی حدیث کا پتہ چلتا اس سے نفع حاصل کرتے اور دوسروں کو نفع پہنچاتے چنانچہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ علوم کی سمجھ پہلے حاصل کرو پھر سیادت کے مقام پر فائز ہو۔ دوسری جگہ فرمایا کہ فرائض و سنت کو اسی طرح سیکھو جیسے تم نے قرآن سیکھا ہے۔

حق کے پھیلانے سنت کی تبلیغ کرنے میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ایک مثالی شخصیت تھے بخاری نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوذر نے اپنی گردن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ تم میری گردن پر تلوار رکھ دو اور مجھے یہ خیال ہو کہ میں اس تلوار کے گردن میں پیوست ہونے اور جان نکلنے سے پہلے کوئی کلمہ جو بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے لوگوں کو پہنچا سکوں گا تو پہنچا کے رہوں گا۔ کچھ حضرت ابوذر ہی اس میدان میں تنہا نہیں ہیں ایسے ہزاروں صحابی ہیں جو ان کی طرح سنت کی حفاظت اور اس کی اشاعت میں پیش پیش تھے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں ایک دوسرے کے پاس حدیث بنی کے لئے جاتے رہو اور انھیں آپس میں تکرار کرتے رہو اگر تم نے یہ طریقہ اختیار نہ کیا تو ان آثار کے مٹ جانے کا خطرہ ہے۔

حضرت عمرو بن العاصؓ قریش کے ایک علمی حلقہ میں تشریف لے گئے جہاں کم سنوں کو شرکت کی اجازت نہ تھی آپ نے فرمایا کہ ان لڑکوں کو کیوں دھکا دے رکھا ہے یہ طریق پسندیدہ نہیں ہے اسے مت اختیار کرو ان کو بھی اپنی مجلس میں آنے دو انھیں بھی حدیث سناؤ انھیں سمجھاؤ آج وہ قوم کے چھوٹے و کمسن ہیں مگر کل ان کے قوم کے سردار و رہنما ہونے کا یقین ہے تم بھی تو صغار قوم ہی تھے اب کبار قوم ہوئے ہو۔

صحابہ کے دور میں علمی ترقیاں تیزی پر تھیں ہر طرف علم کا چرچا تھا ہر مسجد میں علمی حلقے قائم تھے یہ علمی حلقے صرف مدینہ و مکہ تک محدود نہ تھے بلکہ ممالک اسلامیہ کے ہر گوشہ میں پھیلے ہوئے تھے۔ جامع مسجد دمشق کے علمی حلقے میں جو حضرت ابوذرؓ و اصحابی رسول کے زیر اثر تھا سارے پانچ لاکھ طالبین حدیث پر مشتمل ہوتا۔ انس بن سیرین فرماتے کہ میں کوفہ میں اتفاق سے پہلے حاضر ہوا تو وہاں چار ہزار اشخاص کو حدیث پڑھتے دیکھا بعض روایات میں اس سے بھی زیادہ ہے اور جو لوگ فہم حدیث میں تخصص کر رہے تھے ان کی تعداد چار سو تھی۔

یہ علمی حلقے حمص، حلب، فسطاط، بصرہ، کوفہ، یمن، ہر ہی جگہ منعقد ہوئے مکہ و مدینہ کے علمی حلقوں کا کیا کہنا مدینہ کے علمی حلقے تو شہر و باغات کی طرح

تھے جس کا جی چاہے جہاں جو چیز علم کی ہوتی لے لیتے۔

ان تعلیمی مجلسوں کے اصول تربیت کی ٹھوس اور گہری بنیادوں پر کھڑے تھے آج کی تہذیب جدید کے اصول تربیت تو اس کی گرد کو بھی نہیں پہونچ سکتے ابھی اس طریق تعلیم اور خلق علمی کو کچھ ہی دن گزرے تھے کہ دوسری صدی میں وہ دورِ علم آیا جسے دورِ حدیث کہنا مناسب ہے۔

تابعین اور تبع تابعین کے دور میں تو اسلامی سلطنت کے بڑے شہروں میں علمی رجحان اور بھی جوان ہو گئے اس لئے کہ صحابہ جوق در جوق ان بلاد اسلامیہ میں پھیل چکے تھے۔ ابھی کچھ ہی دن گئے ہوں گے کہ تابعین نے بھی صحابہ کی روایت کی چھان بین میں انھیں کا انداز سنت اختیار کیا، تابعین صحابہ سے انداز حصول علم متقیح دین پر چل کر اور بھی نمایاں اور محتاط نظر آئے۔ اور کیوں نہ ہوتا تابعین کو فضیلت کی سند صحابہ جو تلامذہ رسول تھے ان کے مدرسوں سے ملی تھی۔ انھوں نے بھی حدیث کے قبول کرنے میں اور اس کی روایت دوسروں تک کرنے میں پوری تحقیق سے کام لیا اس لئے کہ ان کے کان میں صحابہ اور کبار تابعین کی یہ وصیت گونج رہی تھی کہ سنت کا علم دین ہے اس لئے اس کا لحاظ رکھو کہ دین تم کس سے حاصل کر رہے ہو۔ یہ وہ اسباب تھے کہ یہ لوگ سونے اور چاندی کی حفاظت سے زیادہ اہم حدیث کی حفاظت کو سمجھتے تھے سلمان بن موسیٰ حضرت طاؤس سے فرماتے تھے کہ فلاں نے تجھ سے حدیث بیان کی یوں اور یوں تو اس سے کہہ دو کہ اگر اس کو شریعت کا پاس ہے تو اس کی روایت لے لو۔ ابن عون سے منقول ہے کہ علم حدیث اسی راوی سے حاصل

کرو جس کے پاس اس علم کے حاصل کرنے کی سند موجود ہو۔

یزید بن ابی حبیب محدث ممالک مصر کو کہتے ہوئے سن رہے کہ جب تم کسی حدیث کو سنو تو گم شدہ اونٹ کے لئے جیسے منادی کرتے ہو اسی طرح اس حدیث کے لئے اعلانیہ جاری کرو اگر اس پر لوگوں کی شہادت ہو جائے کہ یہ حدیث ہے تو اسے حدیث جان کر لے لو ورنہ اسے ترک کر دو۔

اسلام کے دور ترقی میں ہمیشہ حدیث انھیں لوگوں سے لی جاتی تھی جو عادل اور ثقہ ہوتے تھے۔ جن کو اس علم سے لگاؤ نہ ہوتا اس سے اس کو ہرگز قبول نہ کرتے۔ اسی طرح ایسوں سے بھی روایت نقل کرنے میں گریز کرتے تھے جس کے بارے میں یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ سنت کی نسبت سے پوری طرح واقف نہیں ہے۔ امام مالک فرماتے ہیں ان چار قسم کے لوگوں کو چھوڑ کر باقی لوگوں سے علم لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۱) جو آدمی خواہش نفسانی کا پابند ہو اور لوگوں کو اپنی خواہشات کا پابند بنانا چاہتا ہو۔

(۲) اس بد اخلاق سے جس کی بد اخلاقی زبان زد عوام ہو اگرچہ بظاہر بہت چمکتا ہو۔

(۳) ایسے شخص سے روایت کی جائے جو لوگوں کی بات میں جھوٹ ملاتا ہو اگرچہ حدیث رسول کے سلسلے میں اس قسم کے ثبوت سے اس کو سابقہ نہ پڑا ہو۔

(۴) نہ ایسے متقی پرہیزگار صاحب فضل ہے جسے روایت کے بارے میں پوری

معرفت نہ ہو۔ امام شافعی نے فرمایا کہ ابن سیرین ابراہیم نخعی طاؤس ان کے علاوہ بہت سے محدثین اور تابعین اس بات پر اٹل ہیں کہ حدیث بجز ثقہ عالم کے جو حدیث کے بارے میں پوری معلومات رکھتا ہو اور اسے خود بھی محفوظ ہو باقی کسی دوسرے سے علم نہ لیا جائے۔ اور میں نے تو آج تک کسی محدث کو اس بات کی مخالفت کرتے ہوئے نہیں پایا۔

اس لئے محدثین نے اس پر پوری توجہ کی راویوں کی پوری پوری تصویر سامنے ہونی چاہیے ان کے مولد بود و باش کی جگہوں کا مکمل علم ہونا چاہیے انھوں نے کن کن اساتذہ سے ملاقات کی کن کن سے سنایہ ساری باتیں روایت حدیث کرتے وقت آئینہ کی طرح سامنے ہونی چاہئیں۔ چنانچہ محدثین نے پوری طرح رواۃ حدیث کی کھوج لگائی ان کے مجروح ہونے ان کی تعدیل کو خوب خوب واضح کیا۔ سخاوی نے خوب کہا ہے کہ جو لوگ رجال پر بحث کرتے ہیں وہ ہدایت کے تارے ہیں تاریکیوں میں روشنی ہیں اس روشنی سے اچھی چیزوں کو لے کر خراب چیزوں کے پھینکنے میں مدد ملتی ہے۔ ان کی تعداد صحابہ کے دور میں لاتعداد ہے۔ چنانچہ ابن عدی اپنے زمانہ تک کے لوگوں کا ذکر اپنی کتاب کامل کے مقدمہ میں وضاحت سے کیا ہے۔ چنانچہ ان میں سب سے زیادہ بانیض عمر رضی اللہ عنہ ہیں، ابو عباس، عبداللہ بن سلام، عبادہ بن صامت، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم ہیں، ابو تابعین میں شعبی، ابن سیرین، سعید بن مسیب، ابن جبیر ہیں۔ لیکن ان کی تعداد نسبتاً کم ہے اس لئے کہ پسِ رُوضہ ضعیف تھے اس لئے کہ صحابہ عادل تھے اور ان کے بعد صحابہ کے متبوعین کا اکثر حصہ ثقات کا ہے اور ان صدیوں میں جس میں صحابہ اور کبار تابعین کا دھیرے دھیرے خاتمہ

ہو گیا ضعفاء کی تعداد خالی خالی تھی جیسے حادثہ عور و مختارہ کذاب شمار ہوتے ہیں
 محدثین روادے کے حالات بیان کرنے ان پر تنقید کرنے ان کی عدالت کو ظاہر
 کرنے میں بڑی بے نفسی سے کام لیتے تھے اس میں ان کو کوئی خوف کسی کا دباؤ
 کسی قسم کے تعلق کا ادنیٰ لحاظ نہ ہوتا حتیٰ کہ اپنے باپ بھائی بیٹے کی بھی اس میں
 رعایت نہ کرتے چنانچہ زید بن ابی انیسہ سے ان کے بھائی کے بارے میں دریافت
 کیا تو انھوں نے صاف کہہ دیا کہ ان سے کوئی حدیث نہ لی جائے۔ علی بن مدینی
 سے لوگوں نے ان کے باپ کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ ان
 کے بارے میں دوسروں سے دریافت کرو پھر لوگوں نے ان سے دوبارہ دریافت
 کیا تو گردن جھکانے کے بعد سر اٹھا کر بولے سبھی بات یہ ہے کہ وہ ضعیف
 الحدیث ہیں۔

یہ محدثین خود تو پابند تھے ہی اپنے تلامذہ اور معاصرین کو بھی اس کی ہدایت
 کرتے کہ راویوں کے حالات معلوم کرتے رہو اور لوگوں کو بھی اس سے باخبر کرتے
 رہو۔ عبد الرحمن ابن مہدی نے فرمایا کہ میں نے شعبہ عبد اللہ بن مبارک ثوری،
 مالک بن انس سے ایک شخص کے بارے میں جو متہم بالکذب تھا دریافت کیا تو
 فرمایا کہ ایسوں کو خوب اچھا لو کہ دین کی حفاظت اسی میں ہے۔ نجی بن سعید فرماتے
 ہیں کہ میں نے سفیان ثوری شعبہ، ابن عنبر سے ایک شخص کے بارے میں دریافت
 کیا جو حدیث میں مانا ہوا نہیں ہے لوگ اگر مجھ سے اس کے بارے میں دریافت
 کریں تو مجھے کیا کرنا چاہیے تو آپ نے فرمایا صاف بتلا دو معتبر نہیں ہے۔
 جن لوگوں نے نقد کو اپنا یا انھوں نے کسی پر کوئی حکم لگانے سے پہلے

خوب خوب تحقیق کی محدثین کے بارے میں انھوں نے مالہ و ماعلیہ کی مکمل معلومات کی۔ چنانچہ شعبی اپنے بارے میں نقادوں کا ذکر کرتے ہیں کہ اگر میں نے ہزاروں بار صبیح بات کہی ہے اور ایک بار بھی مجھ سے غلطی ہو گئی ہے تو اس ایک بار کی غلطی سے بھی نقادین رجال حدیث نے اغماض نہیں برتنا بلکہ اسے واضح کر دیا۔ کہ نلاں جگہ ان سے غلطی ہوئی ہے۔

وہ ظاہری ٹیپ ٹاپ سے دھوکہ نہ کھاتے اُن کی نظر اخلاص فی العمل پر رہی۔ اور یہی کوشش رہی کہ حق تک پہنچ جائیں کہ دل اور ضمیر کی راحت کا سامان ہو جائے اس لئے مکان کا جذبہ شریعت کی خدمت ہونا اور اس میں کسی ملاوٹ کو پسند نہ کرتے اور یہ چاہتے تھے کہ کھوٹ اور صفا حق و باطل کو الگ الگ کر دکھائیں، چنانچہ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ میاں ہمارا حال کیا پوچھتے ہو ہم تو ان لوگوں کی بھی جانچ کر رہے ہیں جنہوں نے غالباً دو سال پہلے جنت میں اپنا ڈیرا بنالیا ہے انھوں نے اس کا مطلب یہ بیان کیا کہ یہ لوگ صالحین میں سے ہیں مگر حدیث و سنت کے علم کے اہل نہ تھے۔

اسی طرح علم حدیث کے بڑے بڑے ماہرین ابتداءً اسلام سے تدوین و تصنیف کے دور تک راوی کے حالات ان میں مقبول راوی اور مردود الروایۃ راوی سمبھی کا ذکر و صاحت سے کرتے رہے بڑی بڑی کتابیں راویوں کے حالات پر لکھی گئیں ان کے اوپر نقد کئی کئی جلدوں میں لکھے گئے، اب کذابین اور ضعفاء کو عادل و ثقات رواۃ میں گڑ بڑ کرنا آسان نہیں رہا۔ ایسے مصنفات و معاجم بھی نظر آتے ہیں جن میں ضعفاء متروکین حدیث کا نام

مفصل حروف تہجی کے ساتھ مذکور ہیں اس زمانے کے اچھے برے کی تمیز کرنا اب محدثین کے لئے آسان ہو چکا ہے۔ ناقدین نے اپنی یہ رائے دقیق قواعد اور باریک اصول کو سامنے رکھتے ہوئے بنائی ہے پورا انسانی تمدن اس نمونہ نقد و تہذیب کو پیش نہ کر سکا یہ صرف مسلمانوں کا حصہ انھیں کا طرہ امتیاز ہے مسلمان اس پر جتنا بھی اترا بیٹیں کم ہے یہ وہ اعجاز ہے جو امت اسلامیہ کو بلند سے بلند اور مفتخر سے مفتخر کر رہا ہے اس پر دنیا کے بڑے بڑے فضاہ کی شہادت موجود ہے۔ چنانچہ مشہور مورخ المانی نے اپنی تصدیق کتاب الاصابہ لابن حجر مطبوعہ کلکتہ ۱۸۵۳ء ۱۸۶۲ء میں ذکر کیا اب تک دنیا کی اہم سابقہ میں نہ موجودہ دور کی کسی امت میں اسماء الرجال کا وہ عظیم علم نظر نہیں آتا جو مسلمانوں کے یہاں مروج ہے اتنی بڑی خدمت نہ کسی قوم نے پہلے کی نہ اب کہ پانچ لاکھ انسانوں کے حالات ان کے زندگی کا ہر گوشہ اس میں کھول کے رکھ دیا ہے۔

یہ مصنفات رجال دوسری صدی ہجری کے آخر سے لے کر تیسری صدی ہجری کے اوائل تک مرتب ہو چکے تھے۔

ان کاوشوں کے بعد جو علمائے حدیث کی روایت کا اہتمام ان کی اسناد کے ساتھ کیا ان مقدموں کے اثبات حدیث کی صحت کے لئے صحابہ کی اور کبار تابعین کی خدمت میں دشوار گزار راستوں اور مشکل حالات میں سفر کئے انھوں نے طرق احادیث کو جمع کیا اس کے فتوؤں کو اکٹھا کیا ان کو راویوں کے زیادہ کم کا بھی پوری طرح علم تھا احادیث کی قسمیں متعین نہیں جس سے مقبول

اور مردود احادیث کا اندازہ لگ سکے قوی اور ضعیف معلوم ہو سکے۔

احادیث کے یہ بڑے بڑے ذخائر ہم کو یونہی نہیں مل گئے ہیں ہمارے اسلاف کی بے پناہ کوششوں کا ثمرہ ہے جن کی زندگی کا مقصد ہی سنت کی خدمت کرنا اور اس کی اشاعت میں تن من وھن کی بازی لگادینا تھا۔

خدا نے بھی اپنی شریعت کی حفاظت دین کی صیانت کے لئے عجیب عجیب سامان و اسباب فراہم فرمائے اس نے سنت کی حفاظت کرنے کیلئے پناہ حافظہ رکھنے والے غیر معمولی بیدار مغز حفاظ حدیث تیار کر دیئے جنھوں نے احادیث نبویؐ کو نقل کیا اور امت کے لئے شریعت محمدؐ کی دین خداوندی کی حفاظت کا فریضہ انجام دیا۔ حفاظت حدیث اور سنت کے جتن کا یہ انداز دور صحابہ سے لیکر اس کے مختلف ادوار زمانہ میں حتیٰ کہ دور تابعین میں بھی اس کے اتقان و حفاظت کا وہی انداز رہا حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی وہ یادداشت صحیفہ صادقہ تو عہد نبویؐ ہی میں مرتب ہو کر شائع و ذائع تھی اور حضرت صابر بن عبداللہ انصاریؓ کی یادداشت جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا روزِ ناچہ کہتے ہیں اس کے بعض اجزاء خود عہد نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اور اکثر حصہ دو صحابہ کی یادگار ہے جو ہجرت سے سولہ سال پہلے سے لے کر ہجرت کے ۷۸ سال بعد تک کے اکثر حالات و احادیث پر مشتمل ہے مرتب ہو چکا تھا اسی طرح صحیفہ صحیحہ کے نام سے حضرت ابو ہریرہؓ نے ہمام بن منبہ وغیرہ کو احادیث نبویؐ کا املا کرایا تھا اور حضرت عروہ بن زبیرؓ کے پاس تو ان صحیفوں میں سے اکثر تھے اور دوسرے صحائف بھی جو اس کے بعد مرتب ہوئے تھے موجود تھے۔ اس کے علاوہ حدیث کا مکتوب ذخیرہ خالد

بن معدان کلابی کے پاس تھا ابو قتاہبہ کے پاس بھی احادیث کی خاصی تعداد مکتوب کی صورت میں موجود تھی اسی طرح حسن بصری نے بھی حدیثوں کا ایک مجموعہ اپنے پاس محفوظ رکھا تھا احادیث کے مجموعوں کی کثرت تھی چنانچہ گرامی قدر جلیل المنزلت حضرت عبداللہ بن عباسؓ صحابی کے پاس تو یہ مجموعہ اتنا بڑا تھا کہ اس کا پلندہ اونٹ پر بار کیا جاتا تھا۔ ولید بن یزید رومی کی موت کے بعد حضرت زہری کی کتابیں ولید کے شاہی مخطوطات کے خزانے سے خچروں پر لاد کر منتقل کیا گیا اور تدوین حدیث کا کام دوسری صدی ہجری کے ابتدائی دور میں علمائے حدیث میں عام ہو چکا تھا۔ کسی عالم حدیث کی کوئی تصنیف ایسی تھی کہ اس نے کچھ ابواب حدیث جمع نہ کئے ہوں اس دور میں شاید ہی کوئی عالم حدیث ایسا رہا ہو۔ بلکہ سب کا کوئی نہ کوئی مجموعہ کوئی نہ کوئی تصنیف موجود تھی۔

عمر بن عبدالعزیز کے زمانے میں تو خود سلطنت اسلامی نے باقاعدہ اس کی بنیاد الی انھوں نے تدوین حدیث کے لئے باقاعدہ فرمان جاری کیا اس فرمان کی کاپی تمام ممالک اسلامیہ کو روانہ کی گئی جس میں علماء کو حکم دیا گیا کہ وہ احادیث کے جمع کرنے اور اس کو باقاعدہ مدون کرنے کا کام انجام دیں اور جو اہل مدینہ ہدایت فرمانی تھی اس کی عبارت ملاحظہ فرمائیے حدیث رسولؐ کو تلاش کر کے سیکھتے جائیے کہ مجھے حدیث کے علماء کے فوت ہونے اور علم حدیث کے ناپید ہونے کا خطرہ لاحق ہے یہ آپؐ نے گورِ زمزمینہ ابو بکر بن محمد بن عمر بن حزم کو ۱۱۷ ہجری میں تحریر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ احادیث جو تم کو معلوم ہوں مجھے لکھ کر بھیجو اور حدیثِ عمرہ میں ہے کہ مجھے علم حدیث کے ناپید ہونے اور

علمائے حدیث کے فوت ہونے کا اندیشہ ہے۔

حضرت ابن شہاب زہری وغیرہ کو بھی ۱۲۲ھ میں یہ فرمان روانہ کیا گیا کہ وہ حدیث جامع اور سنن نبی کو جمع کریں چنانچہ ان محدثین نے اس فریضہ کو انجام دیا اور ابن شہاب زہری آسمانِ علم کے دریا سے ستارے ہیں جنہوں نے حدیث کے جمع کرنے ان کو سیکھنے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا چنانچہ فرماتے ہیں کہ ہمیں عمر بن عبد العزیز نے سنن کے جمع کرنے کا حکم دیا ہم نے اس کو جمع کر کے ایک بڑا دفتر جس کی بہت سی کاپیاں کی گئیں اور ان تمام ممالک کو اس دفتر حدیث کی ایک کاپی نقل روانہ کی گئی جو خلافت اسلامیہ کے زیر نگیں تھے۔

ان مباحث تدوین کی ترتیب میں یہ بات بھی سامنے آئی عبد العزیز بن معدن اور گرامی حضرت عمر بن عبد العزیز نے مصر کی گورنری کے زمانے میں کثیر بن مرہ جعفری تابعی جلیل القدر جنہوں نے ستر شرکار بدر صحابہ سے ملاقات کی تھی اور وہ حمص کے مشہور محدث بھی تھے ایک فرمان کے ذریعہ ان کو حدیث کے جمع کرنے کے لئے متوجہ کیا کہ صحابہ کرام میں حضرت ابو ہریرہؓ جو مصر میں خود موجود تھے انکی حدیثوں کو چھوڑ کر باقی تمام ان صحابہ کی حدیثوں کو جو آپ نے ان سے سنی یا معلوم کی مجھے لکھ کر بھیجیں اور یہ بات کسی طرح قرین عقل نہیں ہے کہ انہوں نے گورنر کے حکم کو ٹال دیا ہوگا۔ اس طرح ان کے پاس صحابہ کی احادیث اور حضرت ابو ہریرہؓ کی احادیث جو خود وہیں تھے کا مجموعہ ان کے پاس موجود ہوگا۔ اور غالباً عمر بن عبد العزیز نے احادیث کے جمع کرنے اور ممالک محروسہ اسلامیہ کے علمائے حدیث کی کتابت کرنے اور علمائے حدیث سے حدیث سیکھنے کا جو فرمان اپنی خلافت کے

دور میں جاری کیا تھا اس میں والد بزرگوار کے منصوبہ کو ترقی دینا اس کا مزید استحکام مقصود تھا علمی دلچسپیاں اب ایک امواج سمندر کی طرح تحقیق کتابت حدیث کی شان اس طرح بڑھ گئی تھی کہ پوری دنیا پر یہ کتابیں چھائی ہوئی تھیں آفریں ہے دوسری ہجری کے نصف اول کے علماء کو جنھوں نے انتھک کوشش کر کے کتب احادیث کو پوری دنیا میں پھیلا دیں۔ مصنفات حدیث مختلف منطقہ اسلامی میں تھوڑے ہی دلوں میں عام ہو گئے۔

۱۵۰ھ میں پہلی تصنیف حدیث عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج بصری نے مکہ معظمہ سے شائع کی اور مدینہ منورہ میں سب سے پہلے حضرت مالک بن انس نے حدیث کی کتاب لکھی۔ ۹۳-۹۷ھ پھر محمد بن اسحاق نے (۱۵۱) پھر محمد بن عبد الرحمن بن ابی ذیب نے ۸۰-۱۵۸ھ موطا اکبر کے نام سے موطا امام مالک کے طرز پر تصنیف کی۔

بصرہ میں سب سے پہلے ربیع بن صبیح نے ۱۹۶ھ سعید بن عروبہ نے ۱۵۴ھ حماد بن سلمہ نے ۱۶۷ھ حضرت سفیان ثوری نے ۱۶۱ھ میں کوفہ میں تصنیف کی معمر بن راشد نے یمن میں ۹۵-۱۵۳ھ امام عبد الرحمن عمرو اوزاعی نے شام میں ۸۸-۱۵۷ھ عبد اللہ بن مبارک نے ۱۱۸-۱۸۱ھ میں خراسان میں حدیث کی کتاب کے مختلف مصنفات لکھے۔ ہشیم بن بشیر نے ۱۰۴-۱۸۳ھ واسط میں اور جریر بن عبد الحمید نے ۱۱۰-۱۸۸ھ میں اسی میں عبد اللہ بن وہب نے ۱۲۵-۱۹۷ھ میں مصر میں اسی طرح لیث بن سعد مصری جو اپنے دور کے مشہور امام حدیث و فقیہ گذرے ہیں ۱۸۵ھ نے بھی حدیث پر تصنیف کی تھی ان کو

علم کے ساتھ جو شغف تھا اور علم میں جتنی گہرائی تھی اس کا تقاضا بھی یہی ہے پھر ان کو علمائے شرق سے غیر معمولی ربط تھا۔ ان مصنفین کے طرز تصنیف پر اس دور کے لاتعداد علماء نے مختلف تصانیف فرمائیں ان تصانیف میں باب وارا حادیث کے جمع کرنے کا رواج تھا۔ اس میں سے بعض نے مولفات بعضوں نے مصنفات اور بعضوں نے جامع مدون کئے۔ اور ایک قسم کی احادیث کو ایک باب میں اور دوسرے قسم کی حدیثوں کو دوسرے باب میں جمع کرنے کا آغاز مشہور تابعی عامر بن شریحیل شعبی نے ۱۹-۱۱۲ میں فرمایا۔

ان مصنفات و مجامیع میں سے اکثر میں احادیث نبویؐ کے ساتھ صحابہ کے فتاویٰ اور تابعین کے فتاویٰ موجود تھے اس کا عمدہ نمونہ امام مالک کی موطا ہے جس میں تین ہزار مسائل اور سات سو احادیث موجود ہیں۔

پھر حفاظ حدیث نے احادیث کو دوسری چیزوں سے الگ کرنے کا ارادہ کیا تو اس کے لیے خاص قسم کی تصنیف کا اہتمام عمل میں لائے اور مسانید کی تصنیف شروع ہوئی۔ جن میں صرف احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سندوں کے ساتھ ذکر رہا اس میں صحابہ و تابعین کے فتاویٰ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اس میں ہر صحابی کی احادیث جو انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے جمع کر دی ہے اور وہ حدیث مختلف جگہ میں رہی تب بھی ان کو اکٹھا کرنے کی سعی کی گئی ہے اور اسے مسند کے نام سے موسوم کر کے ان حضرات کے ناموں سے منسوب کر دیا۔

مسانید کی تالیف میں پیش روی ابو داؤد سلیمان بن جارد و طیالسی کو نصیب

ہوئی ۱۳۳- ۲۰۴ھ پھر اسی ڈھترے پر ان کے بعض معاصرین اور تابعین اور ان کے اتباع نے اس کام کو انجام دیا چنانچہ اسد بن موسیٰ نے ۲۱۲ھ عبداللہ بن موسیٰ العبدی ۲۱۳ھ میں مسند تصنیف کی اسی راہ پر حضرت احمد بن حنبل ۱۶۴-۲۴۱ھ اور دوسرے حفاظ حدیث اسحاق بن راہویہ ۱۵۶-۲۳۹ھ عثمان بن ابی شیبہ ۱۵۶-۲۳۹ھ وغیرہ چل پڑے۔

ان سانید میں سب سے زیادہ معتبر اور مقبول احادیث کے اکثر دفاتر پر مشتمل حضرت احمد بن حنبل کی مسند ہے حالانکہ وہ تبع تابعین میں تھے ان ائمہ علوم حفاظ حدیث نے حدیث کی جمع و تدوین ان کی سندوں کے ساتھ کیا۔ اور موضوع احادیث سے پوری طرح اجتناب کیا۔ احادیث کے کثیر طرق کا ذکر کیا تاکہ علم حدیث کے ماہرین اس کے نقادین صحیح و ضعیف حدیثوں کو الگ الگ کر سکیں۔ اس طرح قوی اور معلول حدیثوں کو آسانی سے متمایز کر سکیں چونکہ ان طرق کثیرہ سے حدیثوں کو نکالنا ہر ایک کی بس میں نہ تھا۔ اس لئے حفاظ حدیث نے صرف صحیح حدیثوں کے مجموعے مرتب کئے چنانچہ انھوں نے باب دار اپنی کتابیں مرتب کیں اور انھیں صرف صحیح حدیثوں کا التزام کیا جس کیلئے انھوں نے سفر کی مشقت برداشت کی دور دراز جگہوں پر گئے تاکہ حدیث کو ان شیوخ حدیث سے جو ضابطہ ثقہ عدول تھے حاصل کر کے اپنے مجموعے کو پائدار اور جاندار بنائیں جو چاہے ائمہ حدیث اور حفاظ حدیث کی سیرت کا مطالعہ کرنے ان مشکلات کو بسر کرنے اور حفاظت حدیث میں باپڑیلنے کی پوری معلومات حاصل کر سکتا ہے۔ اب تو احادیث کی کتابوں کے چھ مجموعے جو اتباع تابعین کے اتباع کے دور میں مرتب ہوئے جنہیں بازار

کی طرح عام تھے اس سلسلے میں امام بخاری نے سب سے پہلے قدم اٹھایا پھر ان کے معاصرین اس کی طرف بڑھے پھر ان کے بعد کے لوگ ان کتب ستہ کے مصنفین پر بھی ایک نگاہ ڈالتے چلے۔

امام بخاریؒ ۱۹۶-۲۵۶ھ

آپ ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المقبہ بن بروزیہ جعفی بخاری ہیں۔ فن حدیث میں آپ کی شان امیر حدیث کی ہے آپ جمعہ ۹ شوال ۱۹۶ھ کو بخارا شہر میں پیدا ہوئے آپ نے سب سے پہلے حدیث کی سماعت ۲۰۵ھ میں بصرہ گیارہ سال فرمائی اور عبد اللہ بن مبارک کی تصانیف کو یاد کر لیا حالانکہ آپ کمسن تھے۔ بخاری میں احادیث کی روایات کو محدثین اسلام اور مسندی محمد بن یوسف بکندی سے کیا اور ۱۰۱ھ میں بابا اور بھائی کی معیت میں حج کے لئے روانہ ہوئے اس سفر میں قبر نبیؐ پر پھڑکڑنا رخ کبیر تصنیف کی جس میں اور اضلاع مرتے دم تک کئے بخاری نے شیوخ و ائمہ حدیث کی بابت مختلف اسفار کئے آپ بغداد گئے بصرہ کو نہ مکہ شام حمص عسقلان مصر ان تمام جگہوں کا سفر کر کے ان حلقوں کے شیوخ حدیث سے سماع حدیث کیا اس طرح تقریباً ایک ہزار محدثین سے حدیثیں سنیں اور لکھیں آپ ذکاوت میں طاق علم میں بکتاہ نقوی اور پارسائی میں یگانہ روزگار تھے۔

بخاری کو ایک لاکھ صحیح حدیثیں یاد تھیں اور دو لاکھ غیر صحیح حدیثیں بھی از بر تھیں۔ آپ کے علم میں گہرائی تھی آپ کی معرفت حدیث وسیع تھی انھوں نے مسلم بن مجاہد سے فرمایا کہ میں جن صحابہ اور تابعین سے حدیثیں بیان کرتا ہوں

اُن میں سے اکثر کے زمانہ پیدائش ان کی بود و باش رہائش وفات سے پوری طرح واقف ہوں میں جب کوئی حدیث صحابہ یا تابعین سے بیان کرتا ہوں تو اس حدیث کی اصل کو پہلے یاد کرتا ہوں ان کو کتاب اللہ و سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈھونڈ لیتا ہوں۔

آپ کی علمی تاریخ وفات پر مشتمل ہے۔ آپ کے شیوخ اور اہل علم سے روابط اور حافظہ بیدار مغزی کی کہانیاں زبان زد عوام ہیں ان میں سے ہم صرف اس کا ذکر کریں گے جو بغداد میں تشریف آوری کے موقع پر پیش آئی۔

بخاری کی شہرت نگر نگر ہو چکی تھی جب آپ بغداد تشریف لائے تو یہاں کے اہل علم نے آپ کا مبلغ علم جاننے کے لئے سو حدیثوں کے متون اور اسناد کو الٹ پھیر کر گڑبڑ کر دیا، ہر محدث نے اس طرح کی دس دس حدیثیں اپنے ساتھ رکھیں تاکہ انھیں بخاری کے سامنے مجلس میں رکھیں چنانچہ لوگ تشریف لائے اور ان دس کے مجموعے میں سے پہلی حدیث پیش کی بخاری نے اسے نہ جاننے کا اعلان کیا۔ پھر دوسری حدیث پیش کر کے سوال کیا۔ بخاری نے اس سے بھی ناواقفیت کا اظہار کیا اس طرح ان دسوں حدیثوں کو وہ ذکر کر چکا اور بخاری ہر حدیث کے جواب میں اپنی لاعلمی کا اظہار کرتے رہے پھر دوسرا محدث آیا اس کے ساتھ بھی یہی معاملہ رہا اس طرح ان ستو حدیثوں کا معاملہ ختم ہو گیا پھر ان محدثین نے آپس میں ایک دوسرے کو مخاطب کیا کہ آدمی سمجھدار معلوم ہوتا ہے بعضوں نے اس کو بھی نہیں سمجھا۔ پھر جب سب کے سب حدیث بیان کر چکے تو پہلے محدث کی پہلی حدیث کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا آپ کی پہلی حدیث اس طرح ہے اور

آپ کی دوسری حدیث کا انداز یہ ہے اس طرح دسوں حدیثوں کے متن اور سند کو درست انداز میں پیش کر دیا۔ پھر دوسرے سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ کی دسوں حدیثوں کا متن و سند اس طرح ہے اس طرح دسوں کا معاملہ نپٹایا اب لوگ کیا کرتے سب نے آپ کے غیر معمولی حافظہ بیدار مغزی اور اتقان کا اقرار کیا۔

بخاری زندگی کے آخری دنوں سمرقند سے چھ میل کی دوری پر ایک گاؤں فرسنگ میں تشریف لے گئے جہاں ۳۰ رمضان ۲۵۶ھ کو آپ کا وصال ہوا۔

جامع صحیح بخاری

بخاری نے اپنی کتاب کو چھ لاکھ حدیثوں میں سے چھانٹ کر ۱۶ برس کے طویل عرصے میں تصنیف فرمایا اور کوئی حدیث اپنی جامع میں اس وقت تک نہیں لکھی جب تک کہ دو رکعت نماز ادا نہ کر لی اور یہ فرمایا کہ تم کو اپنے اور خدا کے درمیان محبت کا ذریعہ بنا رہا ہوں۔

بخاری کی احادیث کی مجموعی تعداد ۵۷۷۷ ہے مکررات کے ساتھ اور مکررات کو حذف کرنے کے بعد ان کی تعداد صرف چار ہزار رہ جاتی ہے بخاری کی اس کتاب کو نوے ہزار آدمیوں نے ان کے زمانہ حیات میں ان سے سنا۔

بخاری کی کتاب صحیح کتاب اللہ کے بعد سب سے صحیح سمجھی جاتی ہے امت اسلامیہ نے اس کتاب کی عظمت پر اجماع کر لیا ہے لوگ اسے یاد کرتے وقتار سے دیکھتے پڑھاتے اور عزت کرتے ہیں یہ کتاب لوگوں کے سامنے رمضان پاک میں قافہ میں پڑھی جاتی تھی۔ اس کے ختم پر بڑے بڑے مجمع ہوتے تھے اور

جزائر میں تو لوگ بخاری کی کتاب کی قسم کھاتے تھے جس طرح قاضی عیاض کی شفاء کی قسم کھائی جاتی تھی اور صعید میں بخاری کو ہر روگ کا دار و سمجھتے تھے اور لوگ اس کی قسمیں کھاتے اور اس کا احترام کرتے اس کی قسم کا وہی مرتبہ سمجھتے جو قرآن کریم کی قسم کا سمجھتے تھے اور اپنی تصنیف کے زمانے سے آج تک بخاری کی قدر و منزلت وہی رہی جو اس دور میں تھی۔

بلاد مغرب کی فوجیوں میں ایک خاص رجمنٹ بخاریہ کے نام سے پکاری جاتی تھی جو ملازمت کے وقت بخاری کے سامنے رکھ کر خدمت کی قسم کھاتی تھی۔ بخاری نے حدیث کے اور بھی مجموعے تصنیف کئے ہیں ان میں مشہور مجموعے تاریخ کبیر کی حصول میں ہے۔ تاریخ صغیر، کتاب الفصحاء، ادب مفرد، اور آپ کی کئی تصنیف علل حدیث اسماء صحابہ اور کتب ہیں۔ جن کی تعداد دس کے قریب ہے ان تصانیف کا ذکر حافظ ابن حجر نے فتح الباری کے مقدمہ میں کیا ہے۔

(۲) امام مسلم ۲۰۴-۲۶۱ھ

آپ ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری ہیں آپ کی تصانیف بہت ہیں آپ کی ولادت ۲۰۴ھ میں ہوئی بعضوں نے ۲۰۶ھ لکھا ہے آپ نے سب سے پہلے حدیث ۲۱۸ھ میں سماعت کی آپ بغداد کئی بار تشریف لائے آپ آخری بار بغداد ۲۵۹ھ میں تشریف لائے آپ نے بہت سے شیوخ حدیث سے اور حفاظ حدیث سے اپنے اسفار کے زمانہ میں ملاقات کی۔ آپ بخاری سے اُن کے نیشاپور تشریف فرمائی کے زمانے میں ملے۔ آپ نے عراق شام مصر و حجاز کے

اسفار کئے لوگوں نے آپ کے علم و فضل کا اعتراف کیا آپ سے بہت سے حفاظِ حدیث نے سماعِ حدیث کیا ان میں یحییٰ بن یحییٰ فقہی، احمد بن یونس، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ شیخ بخاری نے آپ سے روایت حدیث کی آپ سے بہت سے اہل علم نے بھی روایت حدیث کی ان میں ابن خزیمہ، یحییٰ بن صاعد، عبد الرحمن بن ابی حاتم، البوزرعہ اور حاتم رازی۔ مسلم کو اس زمانے میں معاصر مشائخ میں سب سے اونچے درجے کا حافظِ حدیث سمجھے ہیں۔

امام مسلم ۲۵ رجب ۲۶۱ھ کو نصرائے جونیشاپور کے مصنفات میں ایک گاؤں ٹھاکا میں انتقال کیا۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں تین لاکھ حدیثوں کے مجموعے سے چھانٹ کر تصنیف کیا اس میں مکرر حدیثیں صرف چار ہزار ہیں امام مسلم کی یہ کتاب بخاری کے بعد سب سے اونچے درجہ کی کتاب تسلیم کی جاتی ہے۔ ان دونوں صحیحین میں غیر معمولی منافع حدیث موجود ہیں اس لئے کہ ان میں کثرتِ طرق حدیث موجود ہیں اس کے علاوہ نزہۃ الابواب وغیرہ ہیں جن کو شارحین بخاری و مسلم نے پوری طرح کھولا ہے۔

امام مسلم نے اور بھی کتابیں صحیح مسلم کے علاوہ تصنیف کی ہیں جو کتاب الاسماء والکنی، کتاب التنبیر، کتاب العلل، کتاب الوحدان، کتاب الافراد، کتاب الاقران، کتاب اولاد الصعابہ وغیرہ علوم حدیث کی مشہور و مفید کتابیں ہیں۔

(۳) ابُوکَیْلَ وَکَیْلُ سَجِسْتَانِی ۲۰۲-۲۰۵ھ

آپ سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر الازدی سجستانی مشہور محدث ہیں

جن کو امام ثبوت سید الحافظ صاحب السنن کے نام سے پکارتے ہیں۔ آپ ۴۲۰ھ میں پیدا ہوئے کسی ہی میں علم سے فارغ ہو گئے پھر حجاز شام مصر عراق جزیرہ خراسان کا سفر کیا اور بہت سے ائمہ حدیث سے ملاقات کی یعنی ابوالولید طحاوی سلیمان بن حرب امام احمد بن حنبل اور دوسرے ایسے جلیل القدر محدثین جن کا درجہ امام احمد بن حنبل سے کسی طرح کم نہیں ہے جو عبادت علم و تقویٰ میں اگر بڑھے نہ تھے تو ہم پر ضرور تھے، ملاقات کی اور ان سے سماع حدیث کیا۔

آپ بارہا بغداد نشریف لائے آپ کا آخری سفر بغداد ۴۷۲ھ میں ہوا آپ خلیفہ موفق باللہ کے بھائی گوزر بصرہ نے بصرہ میں قیام کرنے کی درخواست کی کئی یہ درخواست فتنہ زنگی کے بعد کی گئی تھی تاکہ آپ کے قیام سے بصرہ کی علمی ساکھ باقی رہے اور ہر طرف سے طالبین حدیث جوق در جوق بصرہ میں آئیں چنانچہ آپ نے اس درخواست کو قبول فرمایا شوال ۴۶۱ھ میں آپ کا انتقال بصرہ ہی میں ہوا۔

ابوداؤد نے اپنی سنن کو ابواب فقہ کے انداز پر تصنیف کیا اس میں سنتوں اور احکام پر اکتفا فرمایا اخبار و قصص مواعظ کو اس مجموعہ میں جگہ نہ دی چنانچہ انھوں نے خود لکھا ہے کہ میں نے حضور کی پانچ لاکھ حدیثیں لکھیں جن میں سے چار ہزار آٹھ سو کا انتخاب کیا اور اس کتاب میں اس کا اندراج موجود ہے اور میں نے اپنی کتاب میں کوئی ایسی حدیث جس کے ترک پر اجماع ہو چکا ہو ذکر نہیں کی آپ نے اپنی کتاب حضرت امام احمد بن حنبل کے سامنے پیش کی آپ نے اسے دیکھ کر پسندیدگی کا اظہار فرمایا اس کتاب کی تعریف بہت سے ائمہ حدیث نے

کی۔ صحیحین کے بعد اسی کتاب کا درجہ ہے۔ حدیث کی دوسری تصانیف بھی آپ نے لکھی ہیں۔ جو زمانہ نے قدر کی نگاہ سے دیکھی۔

(۴) امام ترمذی ۲۰۹-۲۴۹ھ

آپ امام حافظ ابو عبسی محمد بن عیسیٰ بن سورہ ترمذی ہیں جو دوسریوں کے گزرنے کے بعد مجرح کے دیہات میں دریائے جیجوں کے کنارے ترمذ کے علاقے میں پیدا ہوئے۔ آپ صغریٰ ہی میں فاضل ہو گئے تھے۔ مزید علم کے حصول کے لئے عراق، حجاز، خراسان وغیرہ کا سفر کیا۔ اور اس دور کے کبار شیوخ حدیث سے ملاقات کی ان سے حدیثیں لیں، جیسے امام بخاری، مسلم، ابو داؤد، ان شیوخ حدیث کے بعض اساتذہ سے بھی سماع حدیث کی دولت نصیب ہوئی جیسے قتیبہ بن سعد، محدثین کتب وغیرہ آپ سے بہت سے لوگوں نے روایت حدیث کی۔

آپ کے معاصرین اور دوسرے دور کے اہل علم نے آپ کے حفظ حدیث بیدار مغزی اور احادیث پر پورا قابو رکھنے کی تعریف کی اس کے علاوہ آپ میں بے نیازی پارسائی غیر معمولی ہمتی آخرت کے خوف سے روتے روتے بینائی کم ہو گئی تھی۔ آخری عمر میں بصارت جاتی ہی رہی بخاری نے ترمذیؒ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم کو مجھ سے جتنا ملا ہے اس سے زیادہ مجھ سے ملا ہے۔

آپ کی وفات ترمذ میں دوشنبہ کی رات میں ۳۱ رجب ۲۴۹ھ کو ہوئی اس وقت آپ کی عمر شریف کے ستر سال ہو چکے تھے۔

ترمذیؒ نے علم حدیث کے پہلو بہ پہلو فقہ حدیث کو بھی جمع کر دیا ہے حدیث کی حقیقت کو واضح کیا اس کے رجال کے پول کھول دیئے اور حدیث کے علوم

سے لوگوں کو باخبر کر دیا ان تمام خوبیوں کی مظہر اُن کی کتاب جامع ترمذی ہے جسے عرف میں سنن ترمذی کہتے ہیں آپ کی یہ کتاب کتب حدیث میں سب سے عمدہ کتاب ہے اس میں احادیث مکرر کی تعداد بہت کم ہے مگر اس کی افادی حیثیت سب سے اعلیٰ ہے ترمذیؒ نے خود فرمایا کہ میں نے اپنی اس کتاب کو علمائے حجاز عراق خراسان کے ملاحظہ میں پیش کیا تو سب نے یک زبان ہو کر اس کی پسندیدگی کا اعلان کیا اس کے استحسان نے مجھے مسرور کیا اور یہ رائے دی کہ جس گھر میں یہ کتاب ہو گویا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس گھر میں خود کلام فرما رہے ہیں۔

ترمذی کی دوسری کتابوں اس کی شمائل اور کتاب العلل اور کتاب تاریخ کتاب الزہد خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

(۵) امام نسائیؒ ۲۱۵-۳۰۳ھ

آپ امام زمانہ حافظ ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر خراسانیؒ کا ایک قصبہ ہے آپ کی پیدائش ۲۱۵ھ میں ہوئی آپ کو حدیث کی سند کمسنی ہی میں مل گئی تھی جب آپ حضرت قتیبہ بن سعید کی خدمت میں تشریف لائے تو آپ کا سن شریف ۵۱ سال تھا ۲۳۰ھ آپ کی خدمت میں آپ کا قیام ایک سال دو ماہ رہا اسحق بن راہویہ حسام بن غماز محمد بن نصر مروزی جیسے عظیم محدثین سے آپ نے حدیث سنی آپ نے اس سلسلہ میں حجاز عراق مصر و شام جزائر کا سفر فرمایا حدیث میں مہارت تاہم اور درک بے مثال حاصل کیا۔ معرفت حدیث میں بے نظیر تھے تو اتقان حدیث میں آپ اپنا جواب تھے آپ سنت کے بے حد پابند پارسا دیا کبار تھے دن اور رات عبادت

ہی میں مشغول رہتے تھے آپکی سند حدیث شریف تھی، آپ مصر میں قیام پذیر ہو گئے، آپ سے ایک دنیا نے سماع حدیث کیا۔

آپ کی وفات صحیح روایت کی روشنی میں یہ ہے کہ آپ مصر سے ذی قعدہ ۳۰۲ میں نکلے اور فلسطین کے رملہ شہر میں دوشنبہ کے دن ۳ صفر کو ۳۲۳ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کی تدفین بیت المقدس میں عمل میں آئی۔

آپ علوم حدیث پر قابو یاب ہوتے ہوئے فقیہ بھی تھے اور مذہباً شافعی تھے آپ نے مذہب امام شافعی پر عمدہ قسم کے نوٹ لکھے ہیں۔ علی بن عمر حافظ حدیث نے ان کی شان میں کہا ہے کہ نسائی اپنے دور کے تمام علمائے حدیث میں سب سے پیش پیش تھے۔

آپ نے اپنی سنن تصنیف کی اس میں کسی ایسی روایت کو ذکر نہیں کیا جس کے کسی راوی کے کذب پر ناقد بن حدیث متفق ہوں۔ اس طرح سنن کبریٰ کے نام سے انھوں نے اس مجموعہ کو ترتیب دیا اور جب گورنر رملہ کو پیش کیا تو انھوں نے آپ سے دریافت کیا کہ اس میں تمام صحیح حدیثیں ہیں تو آپ نے جواب دیا کہ اس مجموعہ میں صحیح بھی ہیں اور حسن بھی اور جو ان سے قریب حدیثیں ہیں وہ ہیں، تو امیر رملہ نے فرمائش کی کہ آپ اس مجموعہ سے صرف صحیح حدیثوں کو الگ کر کے جمع کر دیں تو آپ نے سنن کبریٰ کی تلخیص سنن صغریٰ کے نام سے فرمائی اور اس کا نام مجتبیٰ من السنن رکھا بعضوں نے مجتبیٰ لکھا ہے معنی دونوں کے ایک ہی ہیں سنن صغریٰ میں ضعیف حدیثیں بہت کم ہیں اس لئے مرتبہ میں ابوداؤد کے برابر ہے یا اس سے کسی قدر کم، نسائی

نے مجتبیٰ من السنن میں کسی ایسی حدیث کو ذکر نہیں کیا ہے جس کی سند میں محدثین نے تعلیل کی ہو۔

آپ کی اور بھی تصانیف ہیں ان میں ضعفاور مسترد کون من الحدیث قابل ذکر ہے اب وہ ہندوستان میں چھپ گئی ہے۔

امام ابن ماجہ ۲۰۹-۲۷۳ھ

آپ حافظ حدیث ابو عبد اللہ محمد بن یزید قزدینی ابن ماجہ الربعی ہیں جو صاحب سنن ہونے کے علاوہ معتبر مورخ اور اپنے زمانے میں قزدین کے محدث تھے آپ کی پیدائش ۲۰۹ھ میں ہوئی آپ نے حدیث اپنے دور کے اکبر حدیث سے لکھی اور عراق حجاز مصر و شام وغیرہ ممالک اسلامیہ کا سفر کیا۔

آپ کا وصال ۲۲ رمضان ۲۷۳ھ میں ہوا۔ آپ کی نماز جنازہ آپ کے بھائی ابو بکر نے پڑھائی اور دفن کی ذمہ داری ان کے بھائی ابو بکر و عبد اللہ نے لی اور آپ کے صاحبزادے عبد اللہ بھی اس میں شریک رہے۔

ابو یعلیٰ خلیلی نے کہا ہے کہ ابن ماجہ ثقہ ہیں کبیر محدثین میں ہیں ائمہ حدیث آپ پر منتفق ہیں آپ کو لوگ حجت میں پیش کرتے ہیں آپ حدیث سے بخوبی واقف اور آپ کی یادداشت غیر معمولی تھی۔

ابن ماجہ نے اپنی سنن تصنیف کی مگر اس میں احتیاط سے کام نہیں لیا اس لئے کہ اس میں صحیح حسن ضعیف اور بیکار کی حدیثوں کو بھی ذکر کیا ہے اس وجہ سے اس کو کتب ثقہ حدیث میں بعضوں نے شمار نہیں کیا ہے اور سب سے پہلے جس نے کتب صحیحہ میں شمار کیا ہے حافظ ابوالفضل طاہر مقدسی ہیں ۵۰۷ھ

نے اپنی تصنیف اطرافُ الکتُب السنۃ۔ اور علی کی ایک لٹلی نے اسے کتب سنۃ میں شمار کیا ہے۔ بعضوں نے موطا امام مالک کو کتب سنۃ میں شمار کیا ہے۔ اگر اسے کتب سنۃ میں شمار نہ کیا جائے تب بھی اس کتاب کی اہمیت افادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا ذہبی نے بھی لکھا ہے کہ سنن ابن ماجہ عمدہ کتاب حدیث ہے اگر اس میں چند وہی حدیثیں جو زیادہ تو نہیں ہیں مگر نہ ہوں تو اس کی خوبی اور بھی نکھر آتی۔

استاذ حدیث محمد فواد عبدالباقی نے سنن کی اس کتاب کا پورا جائزہ لیا ہے ابن ماجہ کی ساری احادیث تعداد کے اعتبار سے ۳۴۱۴ ہیں اس میں سے ۳۰۲ حدیثیں ایسی ہیں جن کو ان پانچوں نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے جزو با کلاً باقی حدیثیں جن کی تعداد ۳۳۹ ہے یہ کتب خمسہ میں موجود احادیث میں نہیں ہیں جس کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے اس سے قارئین کو پوری طرح اندازہ ہو جائے گا کہ ابن ماجہ کی سنن کا کیا درجہ ہے۔

۱ ۴۲۸ حدیث کے رجال ثقہ میں اسناد صحیح ہیں۔

۲ ۱۹۹ حدیثیں جن کی سند حسن ہے۔

۳ ۶۱۳ حدیثیں جن کی سند ضعیف ہے۔

۴ ۹۹ حدیثیں واہیتۃ الاسناد منکر یا مردود و مذکور ہیں۔

اس لئے جو لوگ حدیث سے شغف رکھتے ہیں اور حدیث میں علمی نکات و جستجو جن کا مشغلہ ہے وہ ابن ماجہ کی احادیث بلا سمجھے بوجھے ذکر نہ کریں اس سلسلہ میں استاد محمد فواد عبدالباقی نے بڑی آسانیوں پیدا کر دی ہیں انھوں نے بحث و تحریر سے اس کتاب کی پوری خدمت کی ہے خدا ان کو مسلمانوں

اور اہل علم دونوں ہی کی جانب سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

ہم نے جو کچھ ذکر کیا ہے یہ کتب سنہ اور اس کے مصنفین کا ایک سرسری جائزہ ہے اس سے ان عظیم کتابوں اور ان جلیل القدر مصنفین کا پورا تعارف مقصود نہیں ہے۔ اس لئے کہ ان مصنفین کے صحیح انداز تصنیف ان کی ترتیب اور شروط اخذ حدیث پر سیر حاصل بحث کرنا تو یہ بڑی ہمت اور بڑی عزیمت کا طالب ہے اس کے لئے مستقل الگ بڑی ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔

ان کتابوں کی شان بہت بلند ہے ان پر بعد کے محدثین نے پوری جگر پڑھنی سے کام لے کر ان کا اختصار کیا بہتوں نے بسوط شرحیں لکھیں بہتوں نے انھیں حدیثوں کا استخراج کیا اور بھی بہت سارے کام کئے جو حدیثی مباحث سے تعلق رکھتے ہیں۔

ان عظیم کتابوں کے علاوہ جن کا ابھی میں نے ذکر کیا ہے بہت سی دوسری موطآت، مسانید و صحاح موجود ہیں جیسے ابن خزمیہ، ابن جبان، حاکم، دارقطنی، بیہقی، شوی، منیرہ ائمہ حدیث کی کتابیں جو اسلامی دور کے مختلف زمالوں کی تصنیف ہیں۔

چونکہ ہمارا دائرہ قلم راوی اسلام حضرت ابوہریرہؓ ہیں اس لئے اس مختلف تمہید پر اکتفا کرتے ہوئے ہم اپنے مقصد کا ذکر کریں گے وَاللّٰهُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِینَ۔



بابِ اَوَّل

آپ کی عام زندگی کے حسبِ میل البواب ہیں

(۱) آپ کا نسب (۲) آپ کا خاندان (۳) آپ کی شکل و صورت - (۴) اسلام سے پہلے حضرت ابوہریرہؓ (۵) آپ کا اسلام میں داخل ہونا اور ہجرت کرنا (۶) آپ کی والدہ کا اسلام (۷) ابوہریرہؓ کا التزام سنت (۸) معیتِ رسول (۹) آپ کا جو دوسخا (۱۰) آپ کا فقر و پاکیزہ نفسی (۱۱) ابوہریرہؓ حضرت عثمانؓ کے دور میں (۱۲) آپ کی گورنری عہدِ عمرؓ میں (۱۳) ابوہریرہؓ امیر مدینہ کی حیثیت سے (۱۴) ابوہریرہؓ عہدِ علیؓ میں (۱۵) آپ کی مدح اور حسن مزاج (۱۶) ابوہریرہؓ اور جہاد (۱۷) آپ کی اخلاقی جھلکیاں (۱۸) ابوہریرہؓ کے آخری ایام اور مرض (۱۹) آپ کی وفات

آپ کا تشریف

ابو ہریرہؓ عبد الرحمن بن صخر اولاد ثعلبہ بن سلیم بن فہم بن غنم بن دوس یمانی
دوسی آپ کی نسبت دوس بن عدنان بن عبد اللہ بن زہران بن کعب بن الحارث
بن کعب بن عبد اللہ بن مالک بن نضر جو مشنورۃ بن ازد کے نام سے مشہور ہیں۔

ازد قبائل عرب میں ممتاز ترین قبیلہ تھا۔ جو نسب کے اعتبار سے ازد بن غوث
بن بنت بن مالک ابن کھلان عرب کے قحطانی شاخ سے تعلق رکھتا ہے۔

ابو ہریرہؓ کے ایک بھائی کریم نامی تھے۔ اور چچا زاد بھائی ابو عبد اللہ الدغر
تھے۔ ابو ہریرہؓ کے ماموں صحیح بن حارث بن سابی بن ابی صعفت بن ہنیہ تھے۔
جاہلیت کے دور میں قریش سے کسی کو مجال نہ تھی کہ کوئی آکر قصاص لے لے ابو ہریرہؓ
دوسی جس کو ہشام بن المغیرہ مخزوم نے قتل کیا تھا تو اس کا قصاص قریش کو
ادا کرنا پڑا یہ قتل اس کی بہن کے مہر کے سلسلے میں ہوا تھا۔

جاہلیت میں عبد شمس کے نام سے پکارے جاتے تھے اور بھی کسی نام تھے جن
سے کم و بیش لوگ واقف تھے بلکہ نام تو گویا کسی کو یاد ہی نہیں رہا۔ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام عبدالرحمان تجویز فرمایا۔ آپ کی والدہ میمونہ بنت صخر یا اُسیمہ بنت صخر تھیں۔

حضرت ابوہریرہؓ اپنی کنیت سے مشہور ہیں حتیٰ کہ اس کنیت نے آپ کے نام سے کہیں زیادہ شہرت پائی۔ غالباً آپ کے نام میں اختلاف کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے پوچھا گیا کہ آپ کی کنیت یہ کیسے ہوئی انھوں نے فرمایا کہ مجھے ایک بلی مل گئی تھی جسے میں نے بغل میں دبائے رکھا تھا اس لئے لوگ ابوہریرہ کہنے لگے۔ پھر اس کے بچوں کو لے پھرتا تھا۔ میرے والد نے یہ دیکھ کر پوچھا کہ تمہاری آغوش میں کیا ہے میں نے انھیں بتا دیا اس پر انھوں نے فرمایا کہ تم ابوہریرہ ہو۔

بچپن میں اپنے گھر کی بکریاں چرایا کرتے تھے اور بلی سے دن بھر کھیلتے رہتے۔ جونہی رات ہوتی اسے ایک درخت سے باندھ دیتے اور دن کے آتے ہی اسے نکال کر پھر اس سے کھیلنا شروع کر دیتے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ابوہریرہ فرمایا۔ بعض روایات سے ابوہریرہ کہنے کا بھی ثبوت ملتا ہے آپ خود فرماتے کہ ابوہریرہ کنیت کے بجائے مجھے ابوہر کہا کرو کہ پیر خدا نے یہی کنیت پسند فرمائی اور قاعدہ کی بات معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ نہ تو مادہ سے بہتر ہوتا ہے۔

آپ کی شکل و صورت

ابوہریرہؓ کا رنگ گندم گوں تھا آپ کا مونڈھا چوڑا تھا۔ جس کے دونوں جانب

گیسو نکلے رہتے پیچ کے دانت میں فرجہ تھا۔ سفید بالوں پر سرخ خضاب بھلا لگتا تھا۔
بال سفید اور ریشم کی طرح نرم تھے۔ داڑھی سرخ خضاب سے رنگی ہوئی ہوتی۔
خضاب بن عروہ نے آپ کو سیاہ عمامہ لگاتے ہوئے دیکھا ہے۔

اسلام سے پہلے ابو ہریرہ رضی

اسلام سے پہلے کی زندگی کے حالات بہت مختصر سامنے آئے صرف اتنا ہی
معلوم ہوتا ہے جو خود بیان یا خود نوشت ہیں۔ آپ بن میں پیدا ہوئے، وہیں بڑے
ہوئے اپنے گھر کی بحریاں چراتے تھے ان کی دوسری خدمتیں کرتے تھے جو اس
دور میں قبائل کی دیہاتی زندگی میں عام طور سے مروج تھا بالکل اسی طرز سے آپ
نے بھی زندگی گذاری پروان چڑھے اس میں خالص عربی طرز زندگی کی جھلک موجود
تھی۔

آپ کے والد کا کمسنی ہی میں وصال ہو گیا تھا اس لئے یتیم و نادار کی زندگی
آپ کو ابتدائی دور میں نصیب ہوئی۔ تنگی و عسرت کی زندگی تھی اور آپ کو خدا نے
اسلام کی دولت سے نواز کر آپ کی ہر قسم کی ترقیات کا دروازہ کھول دیا۔ اسلام
لانے کے بعد سے تو زندگی کا ہر باب تاریخ کے صفحات پر نقش رہا جب کہ اسلام کے
پہلے کے حالات ہمارے سامنے نہ ہونے کے برابر ہیں۔

قبولِ اسلام اور ہجرت

طفیل بن عمرو دوسی اپنے درجہ کے شرفاء میں تھے آپ کا ادبی مذاق بلند تھا

آپ اس دور کے بڑے شاعروں میں تھے اور محترم شخصیتوں میں شمار ہوتے۔ آپ کا دسترخوان وار دین و صادرین کے لئے کھلا رہتا۔ قریش بھی ان کی اس عظمت سے واقف تھے اعلان نبوت کے بعد آپ مکہ تشریف لائے تو مکہ کے بہت سے ذکی عزت لوگ طفیل بن عمرو سے ملے کہ آپ اس شہر میں تشریف فرمائیں اور اس شخص ریعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں بھوٹ ڈال دی ہمارا جنہا تتر بتر ہو گیا اور ہمارے ہر کام کو بے جان بنا دیا اس شخص کی ہر بات جادو اثر ہے اس کی بات سن کر باپ بیٹے سے الگ ہو جاتا ہے اس کا مقصد صرف اتنا تھا کہ طفیل کو اسلام کے خلاف بھڑکائیں طفیل نے ان کی باتیں سن لیں اور یہ سوچ لیا کہ پیغمبر کی بات نہ سننے تاکہ ان کا جادو ہم میں چلے ہی نہیں۔

طفیل کعبہ تشریف لے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھنے دیکھ کر وہ بھی شریک نماز ہو گئے پیغمبر خدا کی باتیں طفیل نے سنی جو ان کو بہت زیادہ پسند آئی۔ پھر طفیل آپ کے ہمراہ آپ کے گھر تک گئے آپ نے طفیل کو دعوت اسلام دی آپ پر قرآن کی آیات پڑھی۔ طفیل کو حلاوت ایمان سے حصہ مل گیا۔ آپ نے پیغمبر خدا سے دعا کی درخواست کی آپ دعا فرمائیں کہ خدا مجھے اسلام کا بار اٹھانے میں مدد فرمائے تاکہ میں اپنوں کو دعوت اسلام دے سکوں اور ان کی طرف سے دفاع بھی کر سکوں خدا کے رسول نے دعا فرمائی اَللّٰهُمَّ جَعْلُ لِهٖ اَيَّهٖ بَسْ اِنْ كِي اَنكُھوں کے سامنے روشنی ہو گئی آپ نے فرمایا اے رسول خدا میں ڈرتا ہوں کہ میری قوم میرا منہ نہ کرے نتیجہ یہ ہوا کہ یہ روشنی آپ کے نور دایمان کے زیریں جانب منتقل ہو گئی جب آپ رات میں چلتے تو رات میں روشنی ہو جاتی اور اسی وجہ سے

آپ کو ذی النور کہتے تھے۔

مکہ معظمہ سے لوٹ کر طفیل اپنے گھر واپس ہوئے تو اپنے والدین کو اسلام قبول کرنے کی پیش کش کی جسے آپ کے والد نے قبول کر لیا مگر ماں اسلام نہیں لائی۔ جب قوم کو دعوت اسلام دی تو صرف ابوہریرہ اسلام لائے۔ اور قوم کے دوسرے لوگوں نے ٹال مٹول سے کام لیا۔ آپ دوبارہ پیمبر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قوم کے ٹال مٹول کی کہانی سنائی اور قوم پر بددعا کی درخواست کی جناب بنی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اَللّٰهُمَّ اهْدِ دَوْسَا دَوْسَا دَوْسَا وَ اَنْتَ بِهَا بِهٖ اَپھر آپ نے فرمایا جاؤ اپنی قوم کو دعوت اسلام دو اور ان سے نرمی سے پیش آؤ، حضرت طفیل دعوت اسلام کے فرائض انجام دیتے رہے اور یہ پیام اس وقت پہنچاتے رہے کہ اسی زمانے میں پیمبر خدا نے مدینہ طیبہ ہجرت فرمائی بدر، احد، خندق کی لڑائیاں سر ہوئیں پھر اپنے اپنی قوم کے ان افراد کے ساتھ جنہوں نے اسلام قبول کیا تھا دربار نبوت میں حاضری دی اس وقت پیمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کی جنگ میں مشغول تھے آپ کے ساتھ ستر یا اسی خاندان دوس کے مشرف باسلام ہو کر مدینہ آئے تھے آپ نے ان خاندانوں کے ساتھ خیبر میں آکر پیمبر خدا کی زیارت کی چنانچہ ان کو بھی شرکار خیبر کی طرح جنگ کی صفت میں حصہ دیا گیا۔ حضرت طفیل نے درخواست کی اے خدا کے رسول ہمیں آپ اپنا ممبر بنالیں اور ہمارا نشان امتیازِ خیر بتا دیجئے آپ نے ان لوگوں کو ممبر بنیں شامل کر لیا اور ان کو امتیازی حیثیت بھی دی اور آج تک ان کا امتیازِ خیر باقی ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ تو خود اپنے قبیلے میں رہتے ہوئے بہت عرصہ پہلے ہی طفیل بن عمرو کے ہاتھ پر اسلام لا چکے تھے۔ آپ ہجرت نبیؐ سے پہلے ہی اسلام لا چکے تھے البتہ آپ کی یمن سے مدینہ حاضری خیبر کی جنگ کے موقع پر ہوئی تھی حضرت ابوہریرہؓ کی خود اپنی روایت اس سلسلے میں ان کے قدیم الاسلام ہونے پر شاہد ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں تھے اور یمن سے ہجرت کر کے مدینہ آچکا تھا میں نے حاضری کے بعد سباع بن قریظہ کے پیچھے نماز صبح ادا کی آپ نے سباع کو اپنا نائب مقرر کیا تھا حضرت سباع نے پہلی رکعت میں سورہ مریم پڑھی اور دوسری رکعت میں **وَبِئِذَا لَمْ تَطْفِئِ** میں نے ہنہورہ کو سننے کے بعد ہی کہا کہ فلاں بن ابوفلاں پر خدا کی وبل شخص اڑ رہا تھا اور وہ پیمانے سے کاروبار کرتا تھا پہلے پیمانے سے خود لینا اور دوسرے پیمانے سے لوگوں کو کم دیتا تھا۔

صحیح بخاری کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا ایک غلام اس صبح کو کھو گیا جس صبح کو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات فرمائی آپ یہ شعر پڑھتے تھے۔

رات لمبی تھی تھا کا ڈالا تھا اسکے طول نے ۴۰ شکر کیجئے ظلمت تکفیر سے ہم چھٹ گئے جب آپ پیغمبر خدا کے پاس تشریف لائے تو غلام بھی مل گیا آپ نے فرمایا ابوہریرہؓ یہ لو تمہارا غلام آگیا آپ نے فرمایا کہ میں نے اسے خدا کیلئے آزاد کر دیا اب آپ اپنی زندگی کے آخری سانس تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور صرف آپ کی خدمت میں رہنا ہی اپنا سب کچھ بنالیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے علوم شریعت کی تعلیم حاصل کی، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں آتے جلتے تھے یہاں تک کہ اندرون خانہ بھی۔ آپ نے آل حضور کے ساتھ حج کیے۔ جب تک آپ کے ساتھ رہتے حضور کے ہاتھ میں آپ کا ہاتھ رہتا، آپ سفر و حضر کے رفیق تھے اور خدمت اقدس میں شب و روز حاضر باش تھے۔ آپ نے پیغمبر خدا سے وسیع و رفیع علم عمدہ تحصیل کیا جس کا فائدہ آج تک امت محمدیہ کو پہنچ رہا ہے۔

والدہ کا قبول اسلام

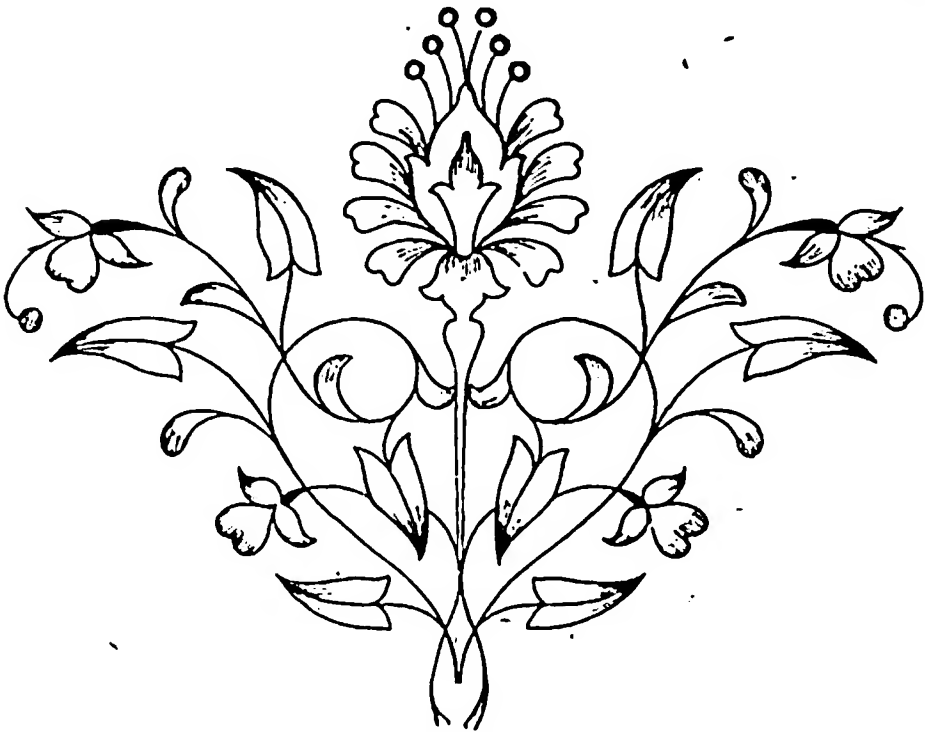
حالاں کہ حضرت ابو ہریرہ اسلام لے آئے اور ہجرت بھی فرمائی مگر آپ کی والدہ کچھ عرصہ مشرکہ رہیں۔ آپ انھیں اسلام کی دعوت دیتے مگر وہ قبول نہ کرتیں بلکہ سختی سے انکار کرتیں جس سے حضرت ابو ہریرہ کا رنج و غم بڑھتا جاتا۔

ایک دن آپ نے انھیں دعوت اسلام دی تو آپ کی ماں نے پیغمبر خدا کے لیے ناشائستہ انداز استعمال کیے۔ اس واقعہ کی پوری تفصیل خود حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی زبانی سنئے کہ میں پیغمبر خدا کے پاس روتا ہوا آیا اور آپ سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ میں اپنی ماں کو اسلام کی دعوت دیتا رہا اور آج جب میں نے انھیں دعوت دی تو انھوں نے انکار کے ساتھ آپ کی شان میں ایسے الفاظ استعمال کیے جن سے مجھے سخت صدمہ ہوا۔ آپ سے درخواست ہے کہ ان کے لیے دعا فرمادیں کہ ان کا دل نرم ہو جائے اور وہ مشرف بہ اسلام ہو جائیں۔ آپ نے دعا فرمائی۔ میں گھر آیا تو دیکھا دروازہ کھلا ہوا ہے اور پانی انڈیلنے کی آواز آرہی ہے۔ جوں ہی ماں کو میری آہٹ ہوئی، انھوں نے کہا۔ میں نے وہی کہا جو تم کہتے ہو، پس ماں نے قمیص پہنی اور دوپٹہ سنبھالا۔ پھر کہا کہ آجاؤ

ابو ہریرہ۔ جب میں داخل ہوا تو اس نے کہا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ یہ سنتے ہی میں دوڑ کر خدمتِ پیغمبر میں حاضر ہوا۔ مارے خوشی کے میری آنکھوں سے آنسو نکل رہے تھے۔ جیسا کہ اس سے پہلے اشکِ رواں تھے۔ میں نے کہا۔ مبارک ہو اے رسولِ آپ کی دعا قبول ہوئی اور ابو ہریرہ کی ماں کو خدا نے اسلام کی دولت سے مالا مال کر دیا۔ پھر میں نے کہا۔ حضورِ میرے لیے اور میری ماں کے لیے دعا کر دیجیے کہ مومنین و مومنات ہمیں دوست رکھیں۔ آپ نے فرمایا۔

اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ عَبْدَكَ مُحَمَّدًا اِلٰی كُلِّ مُؤْمِنٍ وَ مُؤْمِنَةٍ

اس کے بعد سے جب کوئی میسرے بارے میں یا میری والدہ کے بارے میں سنتا تو محبت سے پیش آتا۔ آپ کو اپنی ماں کے مسلمان ہونے سے بے حد مسرت ہوئی۔ آپ ان کی ہر طرح سے دلجوئی کرتے رہے، آپ ان کے ساتھ ہمیشہ احسان سے پیش آتے پوری زندگی ماں کی خدمت کی، آپ ان سے کبھی جدا نہ ہوئے ماں کے جیتے جی آپ نے حج نہیں کیا۔



مَلَأْتِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ابو ہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چار سال رہے آپ سفر و حضر میں آپ کے ساتھ ہوتے آپ اندرون خانہ داخل ہوتے۔ آپ کی مجلسوں میں رہا کرتے آپ نے صفہ اپنا مستقر بنالیا تھا۔

ابو ہریرہؓ ایک متواضع شخص تھے پیغمبر خدا کی خدمت بلا کسی طمع کے کرتے تھے۔ آپ صحابہ میں آتے جاتے قرآن کی تعلیم ان کو دیتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اہل صفہ کا منیٹر بنادیا تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل صفہ کو کسی کھانے پر بلاتے تو آپ حضرت ابو ہریرہؓ کو پہلے بلاتے کہ وہ ان کو بلا کے لائیں اور ان کو اپنے مرتبہ کے مطابق نشست دیں اس لئے کہ وہ اصحاب صفہ کے منازل و مراتب سے پوری طرح واقف تھے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غایت درجہ کی محبت تھی اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

آپ کو مارنے کے لئے درہ اٹھایا تو آپ نے عرض کیا کہ مجھے درہ کی چوٹ اس سے بھی زیادہ عزیز تر ہے جتنی کہ سرخ اونٹوں سے محبت اس لیے کہ اس سے اتنا تو ہوگا کہ میں مومن رہوں گا اور یہ کہ خدا کے رسول کی ہر دعوت کو قبول کیا۔

جب مسلمانان عرب مسجد مدینہ کی تعمیر میں لگے تھے اور انہیں مسجد کی دیوار کے لئے اٹھا کر مسجد کے تعمیر پذیر حصے کی طرف پہنچاتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی انہیں مزدوروں میں رھنا کارانہ موجود تھے آپ ایک بڑی اینٹ اپنے شکم مبارک سے لگائے لئے جا رہے تھے حضرت ابو ہریرہؓ کو یہ دیکھ کر رہانہ گیا آپ رسول خدا کے سامنے آئے اور کہا کہ مجھے اینٹ دے دیجئے یا رسول اللہ آپ نے فرمایا ابو ہریرہؓ دوسری اینٹ اٹھا لو۔ فَإِنَّا لَأَعِيشُ الْآخِرَةَ أَرَامٍ تَوَآخِرَتِ هِيَ كَأَرَامٍ هِیَ آپ ہر اس چیز سے محبت کرتے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبت کرنے دیکھتے چنانچہ جب حضرت ابو ہریرہؓ نے حضرت حسن بن علی کی زیارت کی تو آپ سے عرض کیا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح بوسہ لینے کی اجازت دیجئے آپ نے اپنی قمیص اٹھادی اور ابو ہریرہؓ نے آپ کی ناف کو بوسہ لیا۔ آپ پیمبر خدا سے کبھی الگ نہیں ہوئے ہاں جب آپ نے بحرین علاقہ خضرمی کے ساتھ نمائندہ بنا کر بھیجا اور آپ نے علاقہ کو حضرت ابو ہریرہؓ کے بارے میں ہدایت دی آپ نے انہیں اپنا مؤذن بنایا اور ابو ہریرہؓ نے علاقہ سے کہا کہ میری آپیں چھوٹے نہ پائیں چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابو ہریرہؓ رکھنے کا معاملہ آئندہ صفحات میں آئے گا اس لئے ہم اس وقت اتنے ہی پر اکتفا کرتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ کا اہتمام سنت

حضرت ابو ہریرہؓ پیغمبر خدا کی ہدایت کے پابند تھے آپ پوری طرح اقتدار رسول کرتے اور لوگوں کو لذائذ و شہوات دنیا میں ڈوبے رہنے سے سختی سے روکتے۔ اس میں مالدار و نادار کی کوئی تمیز نہ فرماتے اسی طرح حاکم اور تابعدار کے مابین بھی فرق نہ ہونے دیتے۔ امت کو حق اور سچائی کی راہ پر ڈالتے۔ اگر کسی وقت وضو کرنے والوں پر گزرتے تو فرماتے کہ خوب اچھی طرح وضو کرو اس لئے کہ میں نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ لَئِلَ الْعُقَابِ مِنَ النَّارِ کہتے سنا ہے۔ جب آپ سے قرآنہ فی الصلوٰۃ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا ہر نماز میں قرآنہ ہے جس قرآنہ کو خدا کے رسول نے ہمیں سنایا، ہم نے بھی جہر سے تم کو سنایا اور جس میں پیغمبر خدا نے اخفاء سے کام لیا ہم نے بھی اس میں اخفاء سے کام لیا۔

حضرت ابو ہریرہؓ حمزہ بن حکم کے مکان میں جب وہ امیر تعمیر رہا تھا تشریف لے گئے مکان میں کچھ نقوش تصاویر کی صورت میں نظر آئے تو آپ نے فرمایا کہ میں نے پیغمبر خدا کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو میری طرح تخلیق کرنا چاہتا ہے۔ ذرا ایک ذرہ تو نبی کے دکھائیں۔

آپ کی حدیث یا آپ کی سنت کے ہوتے ہوئے پھر کسی دوسری چیز کو قبول کرنے کا آپ کے یہاں کوئی سوال ہی نہ تھا۔ آپ کی حدیث کے مقابل کسی دوسری بات کا فکر نہایت ناپسند کرتے چنانچہ آپ نے ایک شخص سے فرمایا کہ عرب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرو تو پھر کسی دوسرے کا کوئی

مقولہ فعل نقل نہ کرو۔

آپ فرماتے تھے کہ مجھے میرے خلیل علیہ السلام نے تین باتوں کی ہدایت فرمائی سونے سے پہلے وتر کا اہتمام کرو اور ہر مہینہ میں تین دن کا روزہ رکھو اور جمعہ کے دن غسل کیا کرو۔

سچ یہ ہے کہ ابو ہریرہؓ نے اس وصیت پر عمل کبھی ترک نہیں کیا چنانچہ عثمان مہدیؓ نے آپ سے پوچھا کہ آپ کیسے روزہ رکھتے ہیں تو فرمایا کہ ہفتہ کے ابتدائی دنوں میں تین دن روزے سے گزارتا ہوں آپ دو شنبہ و پنجشنبہ کو بھی روزے رکھتے تھے۔

کبھی اپنے بعض دوستوں کے ساتھ اچانک روزہ رکھ لیتے اور مسجد میں ان کے ساتھ معتکف رہتے اور فرماتے کہ ہم اپنی تطہیر کے لئے ایسا کیا ہے۔
ابو رافع نے بیان کیا کہ میں نے عشاء کی نماز آپ کے ساتھ پڑھی آپ نے اس میں اِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ پڑھا اور اس میں سجدہ کیا میں نے دریافت کیا کہ اے ابو ہریرہؓ! تو انھوں نے جو آیا فرمایا کہ میں نے حضرت ابو القاسم کے ساتھ اس میں سجدہ کیا ہے پھر اس کے بعد سے میں بھی اس سورت میں سجدہ کیا کرتا تھا۔ اس سے اس بات کا پتہ لگا کہ قرآن میں سجدہ تلاوت سے سجدے مقصود ہیں۔ اِذَا قُرِءَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ ۝

آپ طہارت و پاکیزگی پسند تھے۔ گناہوں میں مبتلا ہونے سے ڈرتے رہتے۔ حتیٰ کہ ان کو اپنے اوپر بھی اعتماد نہ رہا وہ ڈرتے تھے کہ جو انی کا زمانہ ہے کہیں زنا میں ملوث نہ ہو جاؤں تو آپ نے دربار نبوت میں عرض کیا کہ اے خدا کے

رسول میں جو ان ہوں مجھے زنا سے ہلاکت کا خطرہ ہے اور مجھ میں وسعت نہیں ہے کہ میں شادی کر لوں تو کیا اپنے کو خصی کر لوں تو آپ نے انھیں ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا آپ نے تین بار یہ گزارش کی تو آپ نے فرمایا کاتب تقدیر نے جو ہوتا ہے لکھ دیا ہے اب تم خصی ہو جاؤ یا چھوڑ دو یعنی تقدیر میں جو کچھ لکھا ہے ہوتا ہے تم مانو کہ نہ مانو یہاں اس حدیث میں آپ کو اختیار نہیں دیا گیا ہے بلکہ اس پر نکیر کرنا مقصود ہے تاکہ ابو ہریرہؓ صبر سے کام لیں۔ اور حفاظت نفس کو آئیڈیل بنائیں یہ بھی ممکن ہے نہ شیر ہو تو اس سے ابو ہریرہؓ کے تقویٰ احتیاط کا پتہ چلتا ہے اور خدا و رسول کی اطاعت کا التزام اس سے مستفاد ہوتا ہے۔ نیز معاصی میں پھنسنے کے خطرہ کا اظہار اور اس کی حیثیت معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں وہ اپنی شہوت کو اور خود کو خدا کی راہ میں قربان کرنا چاہتے تھے تاکہ خدا اور رسول اس سے راضی ہو جائیں۔ لیکن سوال کرنے پر جب خدا کے رسول کا کھلا حکم معلوم ہو گیا تو آپ کا حکم ماننا ہی سب کچھ سمجھ کر صبر اور عبادت میں لگے رہتے۔

آپ پر خشتہ الہی کا ایسا غلبہ رہتا تھا کہ آپ تنہا ہوں کہ مجلس میں ہوں ہر جگہ اس کا اندازہ ہوتا اگر کوئی جنازہ آپ کے سامنے سے گزرتا تو فرماتے شام سویرے کی مہلت ہے شہر شخص کو ایک دن مرنا ہے ایسی بلیغ و عطا کے ہوتے ہوئے بھی عفت کا وہی عالم ہوتا ایک جا رہا ہے دوسرا رہ جائے گا یہ کہاں کی عقلمندی کی بات ہے۔

آپ انتدار رسول کے شیفٹہ تھے آپ کے سبھی چھوٹے بڑے کاروبار ذکر عبادت میں ہوتے چنانچہ احمد بن حنبل زہری ابو مسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ نماز میں ادب نیچے ہوتے دیکھ کر تعجب کہتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کی طرح تمہارے سامنے نماز پڑھتا ہوں۔

دوسری روایت جسے ترمذی نے عبد اللہ بن ابی رافع مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر کی ہے کہ مروانؓ نے آپ کو مدینہ میں نائب بنا کر مکہ کا رخ کیا تو جمعہ حضرت ابو ہریرہؓ نے پڑھایا اس میں سورہ جمعہ پڑھی دوسرے میں اِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو ہریرہؓ سے ملاقات کر کے کہا کہ تم بھی جمعہ میں وہی سورتیں پڑھتے ہو جو حضرت علیؓ کو فہ میں پڑھتے ہیں تو حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ میں نے انھیں سولہوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے سنا ہے۔

تیسری روایت میں جو سعید بن مسیبؓ نے ابو ہریرہؓ سے نقل کی ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ کوئی ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھ سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ سب کے پاس دو کپڑے ہیں اس پر اس نے کہا کہ ابو ہریرہؓ ایک کپڑے میں نماز پڑھتے ہیں حالانکہ ان کے دوسرے کپڑے اسٹینڈ پر ٹنگے ہوتے ہیں۔

ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ حاضرین کی موجودگی میں حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب کوئی پڑوسی اس دیوار میں جو پڑوسی کی دیوار سے لگی ہوتی ہو کھونٹی بھی کھٹکنا چاہے تو اس کو اس سے دریافت کر کے ایسا کرنا چاہیے گرجہ پڑوسی کو اس سے رُکنا بھی پڑے۔ جب آپ نے یہ حدیث بیان کی تو لوگ اپنی نظر اٹھا اٹھا کر دیکھنے لگے۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ تم کو اس پر تعجب ہے جو اس طرح کا انکار کر رہے ہو اس کا ثبوت میرے پاس ہے میں ایسا نہیں کر سکتا ہوں یہ حدیث پڑوسیوں کے ساتھ حسن معاملہ کے سلسلے میں تھی جب اس پر تنکیر کا انداز دیکھا

اور دیکھا کہ اس معاملہ میں سنت کی پیروی پر انھیں اعتراض ہے تو آپ نے نہایت سختی کا معاملہ کیا اور آپ کی شدت فاروقی شدت سے کم نہ ہوتی تھی آپ کا غصہ خدا کے لئے اور اس کے رسول کے لئے تھا جو اس عبارت میں جھلک رہا ہے وَاللّٰہُ لَا زَیْنَہٗ ہَا بَیْنَ اَیَّامُکُمْ یعنی تم حاملین سنت ہو کر اس قسم کی حماقت کا اظہار کرتے ہو۔ اب یہ بات کہ حق جوار کے سلسلے میں یہ کس درجہ کی بات ہے۔ علماء اس میں مختلف ہیں عام علماء اس کو جوار کے درجے میں قبول نہیں کرتے بلکہ اُسے مندوب و مستحسن سمجھتے ہیں امام احمد بن حنبل جن کی عزیمت مشہور ہے اس کے وجوب کے قائل ہیں اور اس حکم کے اجراء کے لئے ماقبل پر حکم لگاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑوسی پر پڑوسی کے ساتھ خیر کرنے کا حکم دیا ہے اس لئے احسان جوار کرنا چاہئے۔ میں ان صورتوں میں امام احمد کی تائید کرتا ہوں تاکہ اس پر زیادہ سے زیادہ پابندی سے معاشرہ میں خوبی اور حسن پیدا ہو جائے اگر ایک پڑوسی کی مصالحت کی رعایت سے کسی دوسرے پڑوسی کا ضرر نہیں ہوتا تو جائز ہے۔

سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ کسی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے دریافت کیا کہ جنابت کے غسل میں تین بار پانی بہانا کافی ہوگا تو آپ نے فرمایا کہ پیمر خدا جنابت کے موقع پر تین بار پانی اپنے سر پر جسم ہاتھ پر بہاتے تھے اُس نے کہا کہ میرے سر پر بال گھنے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ پیمر کے بال بھی گھنے اور عمدہ تھے۔

آپ اس چیز کو سخت ناپسند فرماتے تھے کہ جمعہ کے خطبہ ہونے کے بعد

لوگ مسجد میں آئیں۔ چنانچہ نماز کے یہاں گرمی کا اثر ہو جانا اُس سے بہتر ہے کہ گرمی کے ڈر سے بیٹھا رہے جب امام خطبہ دینے لگے تو لوگوں کی گردن پھانڈنا ہوا جمعہ کی نماز کے لئے آئے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ مسجد میں مصلیوں کو اول وقت میں آنے کو پسند کرتے تھے تاکہ سنت پر عمل ہو سکے۔ امام احمد نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن مسجد کے ہر دروازے پر فرشتے ہوتے ہیں۔ جو سب سے پہلے آنے والے کو ریکارڈ کرتے ہیں پھر دوسرے کو پھر تیسرے کو مگر جب امام خطبہ کے لئے آجاتا ہے تو پھر نوٹسمٹ کر خطبہ سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اس حدیث پر عمل کے ساتھ ساتھ ابو ہریرہؓ کا یہ قول ان کی پاکیزہ طبیعت کو ظاہر کرتا ہے جس سے احساس بیدار ہو جاتے ہیں اور دوسروں کے شعور کا اندازہ لگتا ہے اور ان کے احساس کی رعایت بھی ضروری ہے اس لئے کہ گردن پھانڈ کر نماز میں جانے سے نماز پڑھنے والوں میں بے حسی پیدا ہوتی ہے اور ان کی توجہ ہٹ جاتی ہے جس سے ان کے فائدہ کا حصہ کم ہو جاتا ہے۔

اسی سلسلہ میں امام احمد کی وہ روایت ابوسائب مولیٰ سہند بن ابوزہرہ سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے ابو ہریرہؓ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے نماز میں فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز ناقص ہے ناقص۔ تو ابوسائب نے ابو ہریرہؓ سے کہا کہ جس وقت امام کے پیچھے ہوتے ہیں تو ابو ہریرہؓ نے مجھے کہنی سے دھکے دیتے ہوئے فرمایا کہ اے فارسی! تم جی میں پڑھ لیا کرو۔ میں نے چیر خد کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے نماز کو اپنے اور بندے کے

ما بین نصفانصف تقسیم کر لیا ہے الخ حدیث کے ہوتے ہوئے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کسی چیز کو تسلیم نہ فرماتے اور اپنے اہل و متعلقین کو اس کی ہدایت کرتے ہر حال میں سنت کا امر فرماتے۔ ہمیشہ لوگوں کو سنت پر چلنے کی ترغیب دیتے۔ اور رسول کریم کی اقتدار کی تعلیم فرماتے۔ اور سب سے زیادہ خود کو اور اپنے متعلقین کو اس کے عمل پر اُبھارتے اس لئے کہ خود پیغمبر کو کہتے ہوئے سنا تھا کہ خدا رحم کرے اس شخص پر جس نے رات میں اٹھ کر نماز پڑھی پھر اپنی بیوی کو جگایا۔ آپ نے اپنا معمول اسی کو نبالیا تھا دن کو روزہ رات کو نمازیں گزارتے تھے۔ آپ ایک تنہائی رات مشغول عبادت رہتے پھر اپنی بیوی کو جگا دینے جو ایک تنہائی رات خدا کے یاد میں گزارنی پھر وہ اپنی لڑکی کو اٹھا دیتی تاکہ تیسری تنہائی میں وہ عبادت کرے۔ اس طرح باری باری رات بھر عبادت کا سلسلہ جاری رہتا۔ آپ کے گھر میں کھڑنے والے مہمانوں اور آپ کے کنبے کے لوگوں نے بالخصوص بھائیوں نے اس کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کیا ہے اسی طرح وہ لوگ بھی اس سے واقف تھے جو آپ کے یہاں بہت زیادہ آمد و رفت رکھتے آپ کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے کھاتے پیتے تھے۔

آپ محتاط پاکیزہ طبع تقریباً الی اللہ کے رسیا تھے۔ بُرا کرنے والوں کے ساتھ عموماً نرمی کا برتاؤ فرماتے چنانچہ ایک حبشی خادمہ تھی جس نے آپ کو کسی وجہ سے رنجیدہ کر دیا تھا اس پر ایک دن کوڑا اٹھایا۔ پھر فرمایا اگر قیامت میں قصاص کا خطرہ نہ ہوتا تو تیرے چھلکے ادھیڑ دیتا۔ اچھا میں اچھے داموں تجھے فروخت کر رہا ہوں اس دینے والے کے ہاتھ جس کا میں ہمیشہ عاجز مند رہا تھا تجھے خدا کے لئے

آزاد کر دیا۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک مسجد ڈرائنگ روم میں تھی ایک ان کے مکان میں تھی ایک ان کے شبہ باشی کے کمرے میں اور ایک ان کے دروازے پر تھی۔ جب گھر سے باہر آتے تو اس میں سب کے ساتھ نماز ادا کرتے اور جب گھر میں داخل ہوتے تو گھر والے آپ کے ساتھ نماز پڑھتے۔

صبح شام خدا کی پاکی اور تسبیح کا غیر معمولی اہتمام تھا۔ آپ چوبیس گھنٹے میں بارہ ہزار تسبیحات کا معمول رکھتے تھے۔ اور خود فرماتے کہ میں اپنے گناہ کے بقدر تسبیح کرتا ہوں اور جہنم سے پناہ مانگنے میں بڑی کثرت سے کام لیتے، اور لوگوں کو تسبیح پر ابھارتے اور خدا کی اطاعت و فرمان گزاری کی ترغیب دیتے۔

لوگوں کو زمانے کے فساد سے ہر وقت بیدار رہنے کو کہتے اور انھیں زمانہ کی چال بازی پر متنبہ فرماتے اور فرماتے اگر تم کو کوئی سنت مل جائے اور تمہارا نفس تمہارے قابو میں ہو تو پھر سنت کو لوگوں تک پہنچاؤ اسی وجہ سے مجھے موت کی خواہش رہتی ہے اس لئے مجھے ڈر ہے کہیں میرے رہتے وہ زمانہ نہ آجائے جب احمقوں کو امارت نصیب ہو۔ خدا کے احکام فروخت ہونے لگیں۔ خون کی کوئی قیمت نہ رہے۔ صلہ رحمی کا خاتمہ ہو جائے۔ امراء کے حفاظتی دستوں کی کثرت ہو جائے چچوں کی کثرت ہو جائے۔ قرآن کی گلوکاری کا زمانہ آجائے۔

آپ صرف لوگوں کو یہ نصیحت نہ کرتے تھے بلکہ سب سے پہلے خود اپنے اہل کو اس نصیحت کا مخاطب بناتے۔ اس وجہ سے ان کی صاحبزادی آپ سے فرماتی ہیں میری سہیلیاں مجھے عار دلاتی ہیں کہ تمہارے والد تم کو سونے کے زیور پہنا رہے ہیں

کیوں نہیں کراتے، تو آپ فرماتے کہ ان سے کہہ دو کہ میرے یا پ جہنم کے شعلوں سے ڈرتے ہیں، آپ کے تمسکِ بالسُنہ کی داستانِ طویل ہے اس کے لئے دفترِ درکار ہیں میں سعید بن مسیب کی اس روایت کا ذکر کر کے اس بات کو ختم کرتا ہوں فرمایا کہ اگر میں مدینہ میں ہرن کو دیکھ لوں تو اسے بھی نہیں روکتا اس لئے کہ حضرت نے فرمایا کہ مدینہ کے دونوں کناروں کے مابین کا حصہ حرم ہے یہاں سب مامون ہیں۔

آپ کا فقر و عفت

حضرت ابو ہریرہؓ فقراء و مساکین کے سرفہرست تھے۔ سخت تنگی پر بھی مستقل مزاج رہے۔ بھوک کی شدت کے وقت پتھر پیٹ سے باندھ لیتے۔ دن گزرتے راتیں کٹتیں مگر ایک کھیل بھی منہ میں نہ پڑتی۔ چنانچہ اپنا واقعہ وہ خود بیان فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ مبارکہ میں آسودہ دلی کے ساتھ رہتا حالانکہ روٹی بھی نہ ملتی تھی نہ نرم کپڑے نہ خادم تھا نہ خادمہ تھی۔ بلکہ میں ایسے لوگوں کو دیکھتا تھا کہ معلوم نہیں کب طبیعت بدل جائے اور مجھے کھانا کھلا دیں۔ میں بھی صُفّہ کے ان ستر افراد میں تھا جن میں سے کسی کے پاس چادر نہ تھی بلکہ تہمتھے جو گردن میں لٹے رہتے۔ جب بھوک سے نرٹ پنے لگے تو اپنے حجروں سے مسجد میں آجاتے اس کے نکلنے کا سبب صرف بھوک ہوتی تھی اور کچھ نہیں، وہاں بھی پیسہ کے دوست بلجاتے وہ مجھے پوچھتے ابو ہریرہؓ ایسے ناوقت کیسے نکل آئے ہو میں کہتا کہ بھوتی بھوک نے نرٹ پا دیا ہے

وہ لوگ بھی یہی کہتے۔ پھر ہم سب اٹھ کر کھڑے ہوتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوتے آپ پوچھتے اس وقت آنے کا کیا موقع ہے ہم سب نے عرض کرتے بھوک آپ تک لائی ہے ایک با آپ کھجوروں کا ایک طشت لائے ہم میں سے ہر ایک کو دو دو کھجوریں دیں اور فرمایا ان دونوں کو کھا کر پانی پی لو آج کا دن آسودگی سے گزر جائے گا میں نے ایک ہی چھوہار اکھایا دوسرا چھوہار رکھ چھوڑا پیغمبر خدا نے فرمایا کہ تم نے ایک چھوہار اکیلا کھا رکھا ہے میں نے عرض کیا اپنی والدہ کے لئے آپ نے فرمایا اہل کو کھالو میں تمہاری ماں کے لئے دوسرے دوں گا۔ میں نے اسے کھالیا اور آپ نے دو چھوہارے عنایت فرمائے۔

بیٹے کو ماں کے ساتھ ہی انداز اختیار کرنا چاہیے۔ آنحضرت ابو ہریرہؓ کو جنہوں نے سپوت ہونے کا ثبوت دیا غور کریں! آپ کو اکثر بھوک ستاتی اور آپ بے ہوش ہو کر مسجد رسول میں گر پڑتے۔ حجرہ عائشہ صدیقہؓ اور مسجد کے مابین پھر کوئی گزرتا۔ تو یہ سمجھنا کہ جنون کا دورہ ہے اور آپ کے ساتھ بیٹھ جاتا آپ سر اٹھاتے اور بتلاتے کہ یہ جنون نہیں ہے بھوک ہے۔

ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں بھوک سے زمین پر پڑا ہوا تھا شکم پر پیچھے بھی بندھا تھا میں راستہ میں بیٹھا ہوا تھا حضرت ابو بکر صدیقؓ میرے پاس سے گزرے میں نے قرآن کی ایک آیت دریافت کی۔ میرا مقصد اس سوال سے سہارا تلاش کرنا تھا مگر آپ بغیر جواب دیئے آگے بڑھ گئے اس کے بعد حضرت عمرؓ گزرے ان سے بھی میں نے سوال کیا مگر وہ بھی کچھ کہے بغیر آگے بڑھ گئے اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گزرے آپ نے چہرہ دیکھ کر

بھوک کی شدت کا اندازہ کر لیا آپ نے فرمایا ابو ہریرہؓ میں نے کہا البیک یا رسول اللہؐ میں آپ کے ساتھ گھر میں داخل ہوا گھر میں دودھ کا ایک پیالہ موجود تھا آپ نے دریافت کیا یہ دودھ کیسا ہے آپ کو بتلایا گیا فلاں نے آپ کو ہدیہ بھیجا ہے آپ نے اس کے بعد کہا ابو ہریرہؓ اہل صفہ کو جا کر بلا لاؤ اہل صفہ اسلام کے مہمان تھے نہ اللہ کے پاس مال تھا نہ اہل صفہ۔ جب پیہر کے پاس کوئی صدقہ آتا تو آپ اس میں نصف نہ فرماتے ان کو اہل صفہ پر تقسیم فرماتے مگر جب کوئی ہدیہ آتا تو خود بھی لیتے اور اہل صفہ کو بھی شریک کرتے۔ آپ کا مجھ بھیج کر اہل صفہ کو بلانا کچھ بھلا نہیں لگا میں تو جی میں یہ چاہتا تھا کہ اس دودھ سے ایک بڑی مقدار مجھے مل جاتی تاکہ میں پی لیتا اور مجھ میں کسی قدر جان آجاتی اتنا سا دودھ پینے والے اہل صفہ کو اونٹ کے منہ کو زیرہ معلوم ہوتا۔ لیکن خدا اور رسولؐ کی طاعت کے بغیر چارہ نہیں، میں ان کے پاس آیا۔ سب خوشی خوشی چل پڑے جب سب بیٹھ گئے تو آپ نے فرمایا کہ ابو ہریرہؓ تم اسے تقسیم کر دو میں ہر ایک کو دیتا گیا ہر ایک پی کر آسودہ ہوتا گیا سب کو دینے کے بعد میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا آپ نے مسکراتے ہوئے سر اٹھایا اور فرمایا اب تو ہم تم رہ گئے میں نے کہا صحیح فرمایا اے رسول خدا! آپ نے فرمایا تم پی لو میں نے پیا پھر فرمایا اور پیو میں نے پھر پی لیا اس طرح آپ بار بار فرماتے رہے اور میں پیتا گیا آخر میں میں نے عرض کیا اس خدا کی قسم جس نے حق دے کر آپ کو مبعوث کیا اب کوئی گنجائش نہیں ہے پھر آپ نے بقیہ مجھ سے لے کر پی لیا۔

آپ کے سامنے حضرت ابو ہریرہؓ کی عفت کا ذکر کر رہا ہوں ایسی صورت میں کہ بھوک سے آنتیں قل ہوا لڑ پڑھ رہی تھیں۔ وہ خود فرماتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظمؓ کے پاس میں آیا حضرت عمرؓ نماز کے بعد تسبیح پڑھ رہے تھے اس لئے میں انتظار میں رُک رہا۔ جب آپ دطائف سے فارغ ہوئے تو میں آپ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ مجھے آیات قرآنی میں سے چند آیت پڑھا دیجئے آپ نے فرمایا اس وقت تو میں کھانے کے موڈ میں ہوں۔ آپ نے مجھے آل عمران کی چند آیتیں پڑھ کر بتائیں۔ جب آپ گھر پہنچے تو مجھے دو دروازے پر چھوڑ کر آپ اندر تشریف لے گئے میں جی میں سوچتا رہا کہ شاید کپڑے اتار رہے ہوں گے اس کے بعد مجھے کھانے پر بلایں گے دیر تک ٹھہرا رہا مگر کچھ اندازہ نہ لگا۔ پھر میں تھک کر اٹھ کھڑا ہوا اور چل پڑا اداہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی آپ نے مجھ سے مخاطب ہو کے فرمایا اے ابو ہریرہ رات دن بھوکے گزارنے سے تمہارے منہ سے خوب زوردار بو آرہی ہے میں نے عرض کیا جی ہاں میں روزہ پختا اور روزہ کے بعد افطار کے لئے کچھ ہاتھ نہیں آیا اور اب بھی کچھ نہیں ہے کہ اسے کھا سکوں آپ نے فرمایا ساتھ آجاؤ میں ساتھ ہو لیا آپ نے اپنی ایک باندی جو سیاہ رنگ کی تھی بلایا اور فرمایا کہ یہ تھاں اٹھا کے لاؤ وہ تھاں اٹھا لائی اُس میں بھی کھانے کے دھون کے سوا کچھ نہیں تھا وہ دھون بھی جو کی قسم کا معلوم ہوتا میں کھاتا رہا اور اس کے پیٹے میں ابھی کچھ نہ کچھ رہ ہی گیا تھا مگر وہ معمولی مقدار میں معلوم ہوتا تھا میں آستین چڑھائے ہوئے برابر ادھر ادھر ٹوٹتا رہا اور کھا کر آسودہ ہو گیا۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں میں یتیمی میں پروان چڑھا اور ناداری کے عالم میں ہجرت کی میں بسرہ بنت غزو ان کا نوکر تھا جس کی مزدوری پیٹ کی روٹی تھی اور بس مزدوری میں کام سپرد تھا کہ جب وہ سواری سے اتریں تو ان کی خدمت کروں اور جب سواری پر سوار ہوں تو حدی خوانی کر کے اونٹوں کو تیار کروں خدا نے پھر اس زوجہ سے میری شادی کر کے اسے بیوی بنا دیا۔ خدا کا شکر ہے جس نے دین کو زندگی بنایا اور ابوہریرہ کو پیشوا بنا دیا۔

سرکردہ تابعین حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں میں نے ابوہریرہؓ کو بازار میں پھرتے دیکھا جب وہ اپنے گھر میں بیٹھتے پوچھتے کھانے کی چیز تمہارے پاس ہے اگر انھوں نے کہہ دیا نہیں تو آپ فرماتے میں روزے سے ہوں۔ ابوہریرہؓ کچھ لالچی تو تھے نہیں نہ آپ بیٹو ہی تھے۔ آپ بھوک کی سیچھے ڈنڈا لیکر نہیں پھرتے تھے بلکہ اتنے کھانے پر اکتفا فرماتے جتنے میں زندگی رہ جائے سانس آتی جاتی رہے۔ اگر آپ کے پاس پندرہ چھوہارے ہوتے تو آپ پانچ کھا لیتے پانچ سحر کے لئے رکھتے اور پانچ دوسرے دن کے افطار کے لئے۔

آپ نے بہت دنوں ناداری میں گزار کر تباہی کے کہیں راحت کا گھنیرا سایہ ملا اور خیر کثیر حصے میں آیا خدا نے آپ کے مال میں برکت دی۔ خدا کا شکر ہر وقت ادا کرتے اور محتاجی کے دنوں کو خوب یاد کرتے لوگوں کو نعمت دہی کی یاد دلاتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدار پر اٹھارتے رہتے۔ چنانچہ آپ کو ایک جگہ کے لوگوں نے بھنی ہوئی بکری کا گوشت کھانے کی دعوت دی آپ نے انکار فرما دیا اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے کوچ فرمایا

مگر آپ نے جو کی روٹی بھی پیٹ بھر نہیں کھائی۔

مستارب بن حزن فرماتے ہیں کہ میں رات کی تاریکی میں سفر کر رہا تھا کہ ایک تجیر کی آواز کان میں آئی میں نے تیزی سے اپنا اونٹ اس تک پہنچا دیا اور پوچھا کون صاحب ہیں آپ نے فرمایا کہ میں ابو ہریرہؓ ہوں میں نے دریافت کیا کہ یہ تجیر کا کیا معاملہ ہے! کیا میں شکر خداوندی میں نہ پڑا ہوں! میں نے عرض کیا کہ کیا شکر آپ نے فرمایا کہ میں بسوہ بنت غزوہ ان کا لڑکر تھا خدا نے میری شادی اس سے کرادی اب وہ میری بیوی ہے۔

آپ کے پاس جب فہمان آئے تو آپ اپنی مال کے پاس بھیجتے کہ جا کر کہو کہ تمہارا بیٹا تم کو سلام کہہ رہا ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ کچھ کھلوادو پھر وہ بن روٹیاں ایک سینی میں نمک اور روغن زیتون کے ساتھ بھیج دیتی! جب ان کا فرستادہ اس سینی کو ان کے سامنے رکھتا تو ابو ہریرہؓ بڑی زور سے تجیر کرتے اور کہتے خدا کا شکر جس نے ہمیں روٹی سے آسودہ کر دیا! ایک زمانہ وہ بھی تھا کہ بجز کھجور اور پانی کے دوسری غذا میسر نہ تھی۔

آپ کتان کے بنے ہوئے دستی رومال میں ناک سنکتے تھے اور فرلنے تھے واہ واہ ابو ہریرہ! اب کتان میں اپنی ناک لیتا ہے۔ تم نے وہ دن بھی تو دیکھے ہونگے کہ میں منبر و حجرہ عائشہؓ کے مابین بے ہوش پڑا رہتا تھا اُنے جانے والے سمجھتے کہ مجھے جنون ہے حالانکہ بجز بھوک کی شدت کے کچھ نہ ہوتا تھا۔

حضرت ابو ہریرہؓ کا جو دوسخا

حضرت ابو ہریرہؓ ناداری کے باوجود پاک دامن تھے لوگوں کو نفع پہنچاتے ہاتھ کھلا رکھتے، سخی تھے خیر پسندی مہمان نوازی میں طاق تھے۔ کشائش بھر خرچ میں فیاض تھے۔ جو ہاتھ میں ہوتا اسے کبھی روکتے نہ تھے خواہ وہ کم ہو یا زیادہ ان کی ناداری میں بخل کی ادنیٰ جھلک نہ تھی کمینہ پن عادات کا ان کی زندگی میں کہیں پتہ نہ تھا۔ لوگوں کی حاجت روائی کرتے۔ بھوکا رہنا دوسروں کے دسترخوان کی ریزہ چینی زلہ ربائی سے زیادہ محبوب تھی اپنی عسرت کی پوری زندگی میں اسلام کے مہمان تھے خدا کے رسول کے مہمان تھے اور آپ کے دست بھی تھے۔ جب ان کو کشادہ حالی نصیب ہوئی تو غنا کی وجہ سے ان کے دل میں کوئی خشونت و قسادت پیدا نہ ہوئی دل پہلے ہی کی طرح نرم تھا۔ بلکہ مجسم جو دوسخا تھے طحاوی بیان کرتے ہیں کہ میں ابو ہریرہؓ کی خدمت میں چھ مہینہ رہا مگر مجھے ابو ہریرہؓ سے زیادہ سخا کسی میں نظر نہ آیا نہ مہمان نوازی ہی دکھائی پڑی۔

ابو عثمان مہدی بیان کرتے ہیں کہ میں ابو ہریرہؓ کے یہاں سات دن مہمان رہا اٹلی بیوی اور نوکر رات کو تین پہروں میں باری باری سے عبادت کرتے۔

ابو ہریرہؓ پاکیزہ اخلاق پاک باطن تھے ان میں خیر پسندی اس درجہ میں تھی کہ مدینہ میں انھوں نے اپنے ایک مکان کو اپنے غلاموں پر صدقہ کر دیا تھا۔ آپ کے کرم کا ثبوت یہی بس ہے کہ آپ کس حد تک صدقہ فرماتے تھے اس کا ثبوت مردان بن حکم کے بیشکار کی وہ روایت ہے جس میں اس نے لکھا ہے

کہ مروان نے حضرت ابو ہریرہؓ کو سودینار بھیجے دوسرے دن کہلا بھیجا کہ وہ رقم آپ کے یہاں غلطی سے پہنچ گئی ہے وہ آپ کے بجائے ایک دوسرے کے یہاں جانی تھی تو ابو ہریرہؓ نے جواب دیا کہ میں تو اسے خرچ کر چکا جب میرا مشاہرہ دینے لگو تو اسے کاٹ لو۔ مروان اس سے ابو ہریرہؓ کی جانچ کرنا چاہتا تھا ورنہ وہ تو آپ کو دے ہی چکا تھا۔

دیکھ لیا آپ نے ابو ہریرہؓ کی ناداری و مالداری تنگ حالی کشادہ حالی وہ کسی بدے کسی شکرانے کے پیش نظریہ عمل نہیں کرتے تھے بلکہ خالص لوجہ اللہ کیا کرتے تھے۔ ان کا یہ انداز زندگی اسلام میں داخل ہونے کے پہلے ہی دن سے تھا۔ جس دن ابو ہریرہؓ مدینہ کی ہجرت کر کے سرکار کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کا ایک غلام بھاگ گیا تھا۔ ابو ہریرہؓ نے آپ سے ملاقات کے بعد اپنے اسلام کا اعلان فرمایا ادھر غلام بھی اکھڑا ہوا پیغمبر خدا نے فرمایا ابو ہریرہؓ تمہارا غلام آگیا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسے فوراً آزاد کر کے کہا کہ اسے خدا کے لئے آزاد کرتا ہوں۔

ابو ہریرہؓ نے کچھ یوں ہی اسے آزاد نہیں کیا تھا بلکہ خدا کو راضی کرنے کے لئے بڑی خوش دلی اور بڑی مسرت کے ساتھ آزاد کیا تھا حالانکہ ان کا احتیاج معلوم تھا تو خدا نے بھی اس کا بدلہ اس سے عمدہ دیا اسلام کی دولت نصیب ہوئی پیغمبر کی صحبت کا شرف بخشا گیا۔ یہی ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور سعادت ابدی تھی جو ان کو نصیب ہوئی کیا اب اس سعادت کے بعد بھی کوئی سعادت رہ جاتی ہے؟

اپنے مال سے صدقہ کرنا انھیں بہت پسند تھا اس سے ان کو سکون دلی نصیب ہوتا تھا اس کا اجرا انھیں دو گنا ملتا تھا ایک عمل کا دوسرے صدقہ آپ نے اپنی پیشانی سے پسینہ پوچھتے ہوئے فرمایا کہ یہ درہم جو مجھے ملا ہے اسے صدقہ کرتا ہوں اور یہ صدقہ مجھے فلاں کے مال سے لاکھ دو لاکھ ملنے سے زیادہ پسند ہے۔

عہدِ فاروقی رضی گوزری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ کو بحرین علماء حضرمی کے ساتھ جانے کا حکم فرمایا تاکہ وہاں اشاعتِ اسلام کریں لوگوں کو مسائل دینی سمجھائیں اور امور دینی کی تعلیم کریں۔ آپ نے وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں لوگوں کی ضرورت کے مطابق سنائیں۔

عہدِ فاروقی میں آپ بحرین کے گورنر مقرر ہوئے آپ جب وہاں سے واپس ہوئے تو دس ہزار کی رقم آپ کے پاس تھی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ خدا کے دشمن خدا کے کتاب کے دشمن! اتنی بڑی رقم تم نے اپنی بنالی حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ نہ میں خدا کا دشمن نہ خدا کی کتاب کا بلکہ ان دونوں سے دشمنی کرنے والوں کا دشمن ہوں تو فاروق اعظمؓ نے دریافت کیا کہ رقم کہاں سے آگئی میں نے جواب دیا گھوڑے پال رکھے تھے ان میں اصناف اور غلاموں کی فروخت سے اچھی رقم حاصل ہوئی بہت سے لوگوں نے ہدیہ و تحائف بھیجے۔ آپ کی رقم کا جائزہ لیا گیا تو آپ کی بات ہی صحیح ثابت ہوئی۔

دوسری روایت میں ہے کہ گھوڑے جو میرے پاس تھے اُن کی نسل میں اضافہ ہوا اور جنگ سے مالِ غنیمت کا حصہ ملا۔ حضرت عمرؓ نے بارہ ہزار کی رقم لے لی۔

ہمام بن یحییٰ کی روایت میں ہے کہ اسحاق بن عبداللہ بن ابی حلیفہ نے بیان کیا کہ حضرت عمرؓ نے ابوہریرہؓ سے فرمایا کہ گورنری تم کو کیسی لگی! تو آپ نے فرمایا مجھے تم نے گورنر بنایا حالانکہ مجھے پسند نہ تھی۔ اب تم نے یہ عہدہ لے لیا تو مجھے خوشی ہوئی آپ نے مجھ میں سے چار لاکھ وصول کئے حضرت عمرؓ نے پوچھا کسی سے بیجا تو وصول نہیں کیا آپ نے فرمایا نہیں حضرت عمرؓ نے پوچھا اپنے لئے کتنا دہاں سے لائے ہو تو آپ نے فرمایا بیس ہزار حضرت عمرؓ نے فرمایا اتنی رقم کیسے ملی آپ نے فرمایا میں تجارت کرتا تھا حضرت عمرؓ نے فرمایا اپنا اس المال اور حق المحنت لے کر باقی بیت المال میں داخل کر دو۔

حضرت عمرؓ نے ابوہریرہؓ کو دوسرے گورنروں کے برابر مال میں حصہ دیا ابوہریرہؓ فرماتے کہ میں نے خدا امیر المومنین کی مغفرت فرما۔

حضرت عمرؓ نے اس کے بعد گورنر بنانے کی پیش کش کی تو آپ نے انکار کیا اس پر فاروق اعظمؓ نے فرمایا کہ تم اس منصب کو ناپسند کرتے ہو حالانکہ حضرت یوسف علیہ السلام جو تم سے بہت زیادہ بہتر تھے ان کو گورنری کا منصب دیا گیا اور انھوں نے قبول کیا۔

آپ نے جواب دیا کہ یوسفؑ بنی ابن نبی تھے اور میں ابوہریرہ بن اسبہ ہوں اور تمہاری ماتحتی میں گورنری کرنے سے تینتیس بار تو بہ کرتا ہوں

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ پینتیس کیوں نہ کہدیئے، آپ نے فرمایا وہی کافی ہے اس لئے کہ کوئی بات بغیر علم کے کہتے ہیں مجھے ڈر لگتا ہے، بلا غیر معمولی غور کے فیصلہ کرتے جھجکتا ہوں میری پیٹھ اس لئے نہیں ہے کہ اس پر ڈنڈے پڑتے جائیں نہ میرا مال اس لئے ہے کہ اسے لوٹ لیا جائے میری آبرو اس لئے نہیں کہ گالبنوں کی نذر ہو۔

اور بھی سوز بڑھ گیا آنکھ ہو نم لئے ہوئے : لب پہ منہسی کھلی ہوئی سینہ میں غم لئے ہوئے
تیرے فقیر ہو گئے سب کے کرم سے بے نیاز : کہد ہر ایک کہ تم سے رہیے کرم لئے ہوئے

حضرت ابو ہریرہؓ اور عثمانؓ میں

حضرت عثمانؓ پر مخالفین نے جب گھیرا ڈالا اس وقت حضرت ابو ہریرہؓ کچھ صحابہ اور ان کے لڑکوں کے ساتھ ان کے مکان میں گئے تاکہ حملہ آوروں کو روکا جاسکے۔ ان مہاجرین انصار کی تعداد تقریباً سات سو تھی ان میں عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن زیدؓ، حسینؓ، حسنؓ، مروانؓ ابو ہریرہؓ اور دوسرے بہت سے متعلقین و خدام موجود تھے۔ اگر حضرت عثمانؓ ان کو اجازت دیتے کہ ان کی طرف سے حملہ آوروں کا دفاع کیا جائے تو یہ لوگ مخالفین کا منہ پھیر دیتے۔ لیکن حضرت عثمانؓ اتنے صلح جو و صلح پسند تھے کہ بجائے دفاع کرنے کے موجودہ اعدا و اعیان سے یوں فرمایا کہ جن لوگوں پر میرا کوئی حق ہے ان سب کو میں قسم دیتا ہوں کہ وہ ہاتھ نہ اٹھائیں اور بجائے دفاع کے اپنے گھروں کی راہ لیں اور اپنے غلاموں سے فرمایا کہ جو اپنی تلوار میان میں کرے گا وہ آزاد ہوگا اس طرح

دفاع کرنے والوں کے ہاتھ بھی بیکار ہو گئے۔ اور اندرونی طور پر کسی لڑائی کا امکان نہ رہا مگر باہر مخالفین کا کھٹھہ موجود تھا وہ اور بھی گرم ہو گیا۔ جو لوگ حضرت عثمانؓ کے گھر میں موجود تھے حضرت عثمانؓ کے اس فرمان کے بعد کیسے کسی سے لڑتے یا کسی کو مقابلہ میں بلاتے۔ لیکن جب مخالفین آگے بڑھے تو خواہ مخواہ ہمدردوں میں جوش آیا حضرت عثمانؓ کی نصیحت لوگوں کے دھیان میں نہ رہی، دفاع میں معززین اکثر نکل پڑے پھر دوسرے پھر تیسرے اس طرح لوگ گتھم گتھا تھے، اس حالت میں حضرت ابوہریرہؓ متوجہ ہوئے اس مجمع سے فرمایا کہ اب کیا دیکھتے ہو۔ ایسی صورت میں جنگ ہی اچھی ہے۔ حضرت عثمانؓ نے جب یہ دیکھا تو فرمایا کہ اے قوم کے لوگو تم کو میں نجات کی راہ دکھاتا ہوں اور تم مجھے جہنم کی راہ پر لگاتے ہو۔

حضرت ابوہریرہؓ نے ایسے سنگین حالات میں مجبور ہو کر حضرت عثمانؓ کی جانب سے مدافعت کی اجازت دے دی بلکہ حضرت ابوہریرہؓ حضرت عثمانؓ کے پاس آخری سانس تک جمے رہے۔ حدیث کی سب کتابوں کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ مدافعت میں موجود تھے، اجلہ صحابہ بھی موجود تھے اور اور بعضوں کے صاحبزادگان بھی موجود تھے، اگرچہ حضرت عثمانؓ نے اس مدافعت کی سختی سے ممانعت کی چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ کے انتقال کے بعد ان کا جنازہ آلِ عثمانؓ لے کر چلے حضرت عثمانؓ کے بارے میں حضرت ابوہریرہؓ کے تعلق کا لحاظ و پاس تھا۔ اسی طرح حضرت امیر معاویہؓ کو رزم دینہ نے بھی وارثانِ ابوہریرہؓ کی خبر گیری کا فرمان جاری کیا اس لئے کہ وہ معاصرین عثمانؓ میں تھے

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے گھر میں بھی موجود تھے۔
 میں تو صدمہ کدیں بھی محو اذان شوق تھا : شیخ حرم میں بھی رہا دل میں صنم لئے ہوئے
 میری نگاہ میں عیاں حادثہ ہائے دو جہاں : اہل جہاں نہیں آج بھی ساغر جم لئے ہوئے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد پانچ سال تک ثقات مورخین نے حضرت
 ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بالکلیۃً خاموشی اختیار کی ہے۔ ۳۵ھ سے ۳۶ھ تک کے
 واقعات میں جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت شامل ہے حضرت ابو ہریرہ رضی
 اللہ عنہ کا کوئی ذکر نہیں ملتا صرف زیاد بن عبد اللہ بکائی کی ابن حکم کلبی کے ذریعہ ایک روایت
 ملتی ہے۔ کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بسر بن ابی اطار کو ۳۵ھ میں حجاز روانہ کیا وہ
 مدینہ آئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقرر کردہ گورنر حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے۔ انھوں
 نے گورنری چھوڑ کر راہِ فرار اختیار کی بسر نے یہاں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر لوگوں
 سے بیعت لی پھر وہاں سے مکہ گئے اور مکہ سے یمن گئے یمن میں شمعان رضی اللہ عنہ
 کی ایک بڑی جماعت کا قتل عمل میں آیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب اس کی اطلاع
 ملی تو انھوں نے جاریہ بن قدامہ کو دو ہزار فوج کا سربراہ بنا کر اور وہب بن مسعود
 کو دو ہزار کی ایک ڈویژن پر کمانڈر بنا کر بسر کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا، بسر اور
 اس کے ہمدرد بھاگ کھڑے ہوئے۔ جاریہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر دوبار
 بیعت لی اور جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر پہنچی تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے لئے
 بیعت لینا شروع کر دیا جب وہ مدینہ آئے تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ لوگوں کے ساتھ

نماز پڑھا رہے تھے حضرت ابو ہریرہؓ بھاگ اٹھے اس پر جاریہ نے کہا کہ یہ بند رکا بچہ مل جاتا تو اس کی گردن اڑا دیتا۔ اور حضرت حسنؓ بن علیؓ کی بیعت لے کر ایک دن قیام کر کے کوفہ روانہ ہو گئے۔ پھر حضرت ابو ہریرہؓ واپس آکر نماز پڑھانے لگے۔ جاریہ کے مقابلے میں حضرت ابو ہریرہؓ کا فرار ایک بے معنی بات ہے وہ تو مدینہ کے گورنر معاویہؓ سے پہلے رہ چکے تھے بلکہ اس فرار کا مقصد ایسے مواقع پر فاختہ بن ابی جہشؓ کے بعض بے جا تشدد سے فلاح کو روکنا مقصد تھا جو دیکھنے میں بھی آیا کہ ایسی صورت میں جاریہ ایک دن کے قیام کے بعد سب خیریت کا اندازہ کر کے کوفہ روانہ ہو گئے۔

جاریہ کو جو غصہ آیا اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ حضرت ابو ہریرہؓ خدا نخواستہ حضرت علیؓ کے دشمن اور معاویہؓ کے ہمدرد تھے بلکہ ان کا غصہ اس پر تھا کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے ابو ایوب انصاریؓ کے مدینہ کی غیر حاضری کے زمانے میں نماز کی امامت کرنا شروع کر دی جب کہ وہ ابھی معزول نہ تھے ان کو اس سلسلہ میں بدگمانی ہوئی اور ان پر سختی کرنی چاہی حالانکہ لوگوں نے حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے رد پوش ہو جانے کی وجہ سے ان کی جلالت شان کے پیش نظر امام بنالیا تھا۔ جہاں تک اندازہ لگتا ہے ارجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ اس فتنے سے الگ رہے اور لوگوں کو بھی الگ رہنے ہی کی ہدایت کی اس واسطے کہ ان کے سامنے وہ حدیث تھی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میرے کچھ دنوں بعد شور و شین اٹھیں گے ان شور و شین میں بیٹھا ہوا، کھڑا رہنے سے اچھا ہوگا اور کھڑا چلنے والے سے اچھا ہوگا، اور چلنے والا

دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔ جو اس سے قریب ہوگا عیب دار ہو جائے گا اور جسے کوئی پناہ گاہ یا ٹھکانا مل جائے تو اس کو اس پناہ میں چلا جانا چاہئے۔

یہ بات پایہ ثبوت کو نہیں پہنچی کہ ابو ہریرہؓ ان فتنوں اور اختلافات میں شریک رہے سوائے اس روایت کے جو ابو جعفر اسکانی نے ذکر کی ہے کہ نعمان بن بشیرؓ جب دمشق سے حضرت علیؓ کے پاس مدینہ قتال کے ختم کرنے اور مسلمانوں کو خونریزی سے بچانے کے لئے تشریف لائے تو حضرت ابو ہریرہؓ ان کے ساتھ تھے جس میں انھوں نے پیش کش کی کہ شام و مصر امیر معاویہ کے قبضے میں رہے اور عراق و حجاز حضرت علیؓ کے زیر نگین رہے۔ یہ روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی اس لئے کہ کسی ثقہ مورخ نے اس کا ذکر نہیں کیا ہے اور مجھے بجز فتح البلاغ کی شرح میں ابو جعفر سے بلا سند روایت کے کوئی اور دوسری روایت نہیں ملی اس لئے کہ اس خبر کی صحت پر (جب کہ دوسری روایات صحیحہ اس کے مخالف موجود ہیں) یقین کرنے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔

اگر کسی طرح ہم اس کو تسلیم بھی کر لیں تو اس سے ابو ہریرہؓ کے فتنے میں شریک ہونے کا کہاں سے پتہ ملتا ہے کہ اس بات کا اندازہ ہوتا کہ وہ حضرت علیؓ یا امیر معاویہؓ میں سے کسی ایک گروہ کے ساتھ تھے بلکہ ان کے کمال یکسوئی کا پتہ چلتا ہے اور صحابہ کے نزدیک ان کی جلالت شان کا علم ہوتا ہے اور حضرت علیؓ و امیر معاویہؓ کے نزدیک ان کے مرتبہ کا اندازہ لگتا ہے اس لئے کہ وہ ماحول کو خوشگوار بنانے جنگ و خونریزی کو روکنے اور فریقین کو صلح و صفائی کی طرف بلانے میں لگے ہوئے تھے ان کی یہ مشغولیت ان کے

علمِ اخلاق حسنِ کردار اور مسلمانوں کو کلمۃ المسلمین پر جمع کرنے اختلافات سے گریز اور حق پسندی و حق پذیری کی واضح دلیل ہے۔

بالفرض ایسا ہو تب ابھی یہ پتہ نہیں لگتا کہ ابوہریرہؓ کسی گروپ کے ساتھ تھے بلکہ اس سے تو ان کے مسلمانوں میں مقبولیت عامہ اور اعزازِ تام کا پتہ چلتا ہے۔ پھر ہم اس روایت کی حجت کے چکر میں پڑنے کی ضرورت کیا ہے جب کہ اس سے زیادہ موثق و معتبر اخبار و روایات ہمارے پاس موجود ہیں۔

کیسے پہنچ سکیں گے وہ منزلِ یار کی طرف ؟ سوزِ عزم سے بے خبر سازِ صنم لیے ہوتے

حضرت ابوہریرہؓ گورنر مدینہ

حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد حضرت حسن بن علیؓ نے امیر معاویہؓ کی خلافت تسلیم کر لی اور خود کو خلافت سے الگ کر کے امیر معاویہؓ بن سفیان کو وہ جگہ عنایت فرمادی مسلمانوں میں اتحاد ہو گیا اور تمام ممالک اسلامیہ میں امن و سلامتی کا دور دورہ ہو گیا امیر معاویہؓ نے گورنروں کا تقرر کر کے ممالک اسلام کے مختلف حصوں میں روانہ کر دیا مروان بن حکم اس وقت مدینہ کے گورنر تھے۔ حضرت معاویہؓ جب ان سے ناراض ہوئے تو حضرت ابوہریرہؓ کو گورنر مقرر فرما دیا اور جب حضرت ابوہریرہؓ سے ناراض ہوئے تو آپ کو معزول کر کے پھر مروان ہی کو گورنر بنا دیا۔

مروان نے ابوہریرہؓ کو مدینہ میں اپنی جگہ مقرر کر دیا تھا جب وہ حج کے لئے معاویہؓ کے گورنری حیثیت سے روانہ ہوئے تھے مروان مدینہ کا گورنر ۲۸ھ سے ۳۵ھ یا ۳۶ھ تک رہا اس کے بعد امیر معاویہؓ نے اسے معزول کر دیا مروان نے اپنی گورنری کے زمانہ میں ۳۵ھ یا ۳۶ھ میں دوبارہ حج کیا

اور دونوں مرتبہ اپنی جگہ پر حضرت ابوہریرہؓ کو اپنا نائب مقرر کر کے حج کے لئے گیا تھا غالباً یہ نیابت دونوں مرتبہ یا صرف ایک مرتبہ عمل میں آئی۔

یہ حضرت ابوہریرہؓ کے کردار کا مختصر جائزہ ہے جو انھوں نے حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت اور حضرت علیؓ کے دور خلافت میں حضرت معاویہؓ کے دور خلافت تک پیش آیا جس کے آخر میں تو ان کا انتقال ہی ہو گیا یہ حادثات اور ان کی روایت اس قدر مختلف و پیچیدہ ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے کسی کے کردار کی صحیح تصویر پیش کرنا ایک مشکل کام بن گیا ہے۔ خاص کر اسے سیاسی بکھڑوں نے اور بھی الجھا دیا ہے اس لئے کہ روایات کثرت سے ہیں پھر ان میں اختلافات بھی اسی کثرت سے ہیں اور صحیح روایت کم ہیں اور ان روایات میں ابہام و اغلاق ہے جس سے مطلب نکالنا بھی بڑا مشکل کام ہے۔

بہر حال اتنا تو ہر ایک کو ماننا ہی پڑے گا کہ ابوہریرہؓ عہد تقویٰ میں فتنہ کے سراٹھانے اور خوہن ریزی کے سخت مخالف تھے اس طرح حضرت عثمانؓ خلیفہ ثالث پر بلا سبب بلاد لیل حملہ سے بھی سخت نالاں تھے۔ اسی وجہ سے وہ حضرت عثمانؓ کے ساتھ ساتھ ان کے گھر کے محاصرہ کے وقت تھے اور اس دور میں جو حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کے اختلاف کا زمانہ کہلاتا ہے بالکل یکسو رہے قسماً طور پر وہ حضرت امیر معاویہؓ کے زمانہ میں مدینہ کے گورنر رہے خواہ وہ امیر معاویہ کی طرف سے اِصْلَاح یا مردان کی طرف سے وِکَالَتِہٖ جَب کہ دم حج کے لئے روانہ ہوئے۔

حضرت ابو ہریرہؓ رضی اللہ عنہ اور جہاد

اس سے پہلے یہ آچکا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ منجب یمن سے مدینہ منورہ ہجرت کر کے تشریف لائے تو وہ زمانہ غزوہ خیبر کا تھا آپ وہیں پہنچے پیمبر خدا بھی وہیں تھے یہاں پہنچ کر آپ اپنے دوسرے یمنی ہمسایوں کے ساتھ ہو گئے جن کی سربراہی حضرت طفیل بن عمر فرما رہے تھے اس سے پیمبر خدا کو مسرت ہوئی اور مالِ غنیمت میں ان کا بھی حصہ دیا گیا اور ان لوگوں کو فوج کے مہمزمین مقرر کیا گیا اور ان کے لشعار کو مبرور قرار دیا گیا۔

اس طرح خیبر کی جنگ پہلا معرکہ تھا جس میں ابو ہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک رہے اگرچہ آپ کی شرکت معرکہ خیبر جنگ کے ختم ہونے کے بعد ہوئی پھر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ بڑی جنگ میں بھی رہے۔

اتفاقی طور پر پیمبر خدا نے آپ کو اپنا نمائندہ بھی بعض موقعوں پر بنا کر بھیجا چنانچہ حضرت امام احمد سلیمان بن یسار روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض نمائندہ وفد میں نمائندگی عطا فرمائی۔ اور فرمایا کہ اگر فلاں اور فلاں دو شخصوں کو جن کا تعلق قریش خاندان سے ہے ملاقات کرو تو ان دونوں کو جلا کر خاکستر کر دو جب ہمارا وفد نکلنے کے لئے تیار ہوا تو آخری اجازت کے موقع پر آپ نے فرمایا کہ میں نے تم کو خاکستر کرنے کا حکم دیا تھا مگر یہ کام کہ کسی کو جلا یا جائے خدا کے تو مناسب ہے اس لئے اب

تم ان دشمنوں کو پا کر قتل کر دینا۔

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بعض سریات میں بھی روانہ کیا ہے جیسا کہ ابن ماجہ نے فوجوں کی روانگی اور ان کی سلامی کے باب میں ابو ہریرہؓ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے مجھ رخصت کیا اور رخصت کے الفاظ یہ تھے اِسْتَوْدِعْتُكَ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا یَصِیْعُ وَدَائِعُہٗمِ۔ میں خدا کی سپردگی میں تمہیں دیتا ہوں اس کی سپردگی میں کوئی ضائع نہیں ہوتا۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے آپ کے وصال کے بعد کبھی جہاد فی سبیل اللہ کو ترک نہیں کیا اور کیسے چھوڑ سکتے تھے جب کہ خود زبانِ نبوت سے سن چکے تھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے مجھے یہ بات دل سے بھاتی ہے کہ میں خدا کی راہ میں جنگ کروں اور شہید کیا جاؤں پھر زندہ ہو کر جنگ کروں پھر شہید کیا جاؤں پھر زندگی کے ساتھ اٹھ کر جہاد کروں اور شہید کیا جاؤں اور یہ حدیث بھی آپ سے سنی تھی کہ جہاد فی سبیل اللہ میں لڑنے والے کلمبار اور جہنم کا دھواں کسی مسلمان کے نصیبے میں جمع نہیں ہو سکتا جس طرح ایمان اور نخل ایک مومن کے قلب میں اکٹھا نہیں ہو سکتے۔

جب بھی ضرورت پڑے تو میں جہاد پر جاؤں۔ ہم حضرت ابو ہریرہؓ کو مدافعت کرتے ہوئے جنگ کی صفوں میں دیکھتے ہیں وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پہلی جنگ جس میں حضرت ابو ہریرہؓ رضی اللہ عنہ صف آرا نظر آئے وہ خندین سے جنگ تھی امام احمد مکمل سند عبید اللہ بن عبد اللہ بن عید بن معوذ کی سند روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ مجھے لوگوں سے جنگ کا حکم دیا گیا ہاں جب انھوں نے لا الہ الا اللہ پڑھ لیا تو ان کا خون اُن کا مال اب محفوظ ہو گیا ہاں کسی کے حقوق کی تلافی میں اُسے لیا جاسکتا ہے ان کا حساب خدا کے سپرد ہے جب فتنہ مرتدین سامنے آیا تو حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا کہ تم ان سے جہاد کرو گے اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما چکے ہیں تو صدیق اکبرؓ نے فرمایا خدا کی قسم میں نماز اور زکوٰۃ کے احکام کو الگ الگ نہیں کر سکتا جو ان دونوں کو الگ کر چکا میں اس سے خونریز جنگ کروں گا پھر ہم نے آپ کی رہنمائی میں جنگ کی اور جب غور کیا گیا تو اس کو سچ اور ہدایت سمجھا گیا اس کے قاتل ابو ہریرہؓ ہیں۔

ابن عساكر نے ذکر کیا ہے کہ یرموک کی جنگ میں بھی حضرت ابو ہریرہؓ موجود تھے۔ آپ کے جہاد فی سبیل اللہ سے تعلق اور اسلام کے پرچم تلے شہادت و محبت کو ہم امام احمد کی اس روایت کے آئینہ میں دیکھ سکتے ہیں جس میں انھوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کیا ہے ہم لوگوں سے ہندوستان کے جہاد کا پیمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لے لیا تھا کہ تم اگر اس جنگ میں شہید ہوئے تو اعلیٰ و پسندیدہ شہداء کی فہرست میں شمار ہو گے اور اگر وہاں سے سلامت واپس ہوئے تو ابو ہریرہؓ آزاد کھلاؤ گے۔

مزاج حضرت ابو ہریرہؓ

حضرت ابو ہریرہؓ کے مزاج میں نہ تو خشکی تھی نہ آپ کے دل میں قساوت تھی نہ طبیعت میں خشونت تھی نہ آپ کا برتاؤ بُرا تھا بلکہ آپ پاکیزہ مزاج

خوش اخلاق پاک باطن تھے۔ آپ کا فقر اور صبر ایسا نہ تھا کہ آپ کے مزاج میں تلخی پیدا کر دیتا بلکہ آپ اپنی طبیعت سلیمہ سے اپنے رنج و مصائب کو اس طرح دھو دیتے گویا ان سے کبھی ان کو پالا ہی نہیں پڑا آپ میں ہر انداز گفتگو ہر طرف زندگی سے نپٹنے کی پوری صلاحیت موجود تھی۔ آپ خدا کے راستہ میں دلخراش طعنوں کی پروا نہ کرتے آپ ناداری و تونگری دونوں حالتوں میں یکساں رہے آپ نے دنیا کو بازار سے گزرنے والے کی طرح دیکھا۔ خریداری کی طرح نہیں۔ آپ کو گورنری سپرد ہوئی تو آپ میں نخوت کی بو تو کیا ہوئی اس نے تو آپ کو اور بھی فروتنی اور خاکساری سکھادی۔

مروان نے آپ کو بارہا مدینہ کا گورنر بنایا لیکن آپ اس زمانے میں بھی گدھے ہی پر سوار ہو کر نکلتے تھے اس پالان کے بجائے کمبل کا ایک ٹکڑا ہوتا تھا اور سر پر کھجور کی چھال کا گٹھا ہوتا تھا آپ اس شان سے مدینہ میں نکلتے لوگ دیکھتے تو فوراً راستہ سے ہٹ جاتے کہ امیر مدینہ آ رہا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ بازار سے لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے ہوئے گزرتے تھے اور آپ مدینہ کے گورنر بھی تھے تو ثعلبہ ابن ابی مالک قرظی کہتے کہ راستہ چھوڑ دیا امیر المؤمنین گزر رہے ہیں آپ فرماتے خدا تم پر رحم فرمائے یہی کافی ہے تم نے بہت کچھ کر دیا ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ امیر مدینہ کی بھی کیا شان تھی لوگ راستہ چھوڑ رہے ہیں اور گٹھا ابو ہریرہؓ کے سر پر ہوتا تھا۔

زندہ باد! ابو ہریرہؓ اور ان کی امارت زندہ باد! اسلام جس نے اپنے فقیر کو بھی وہی مرتبہ دیا جو اس کے امیر کو حاصل تھاتھی کہ رعیت کا معمولی فرد اپنے

امیر سے راستہ کی تنگی پر مزاحم ہوتا تو آپ اس کو اتنی جگہ دیتے جس سے وہ گزر جاتا سر پر بوجھ لدا ہوتا اور شوٹیلز م کے بجا ریو آؤ اور بتلاؤ اب اس مسادات کے بعد بھی کوئی مسادات ہے اور اس فروتنی کے بعد بھی کوئی فروتنی ہے۔ اس پاک باطنی سے اونچی بھی کوئی پاکی ہے؟ اس پاکیزہ نفس کے بعد بھی کوئی پاکیزگی رہ جاتی ہے انصاف سے بتادو۔

ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے میرے سامنے ابو ہریرہؓ کھڑے ہیں اور آخر میں یہ ابو ہریرہؓ کے پاس بچوں کی مرضیات کا گہرا علم تھا کہ بچوں کو سب سے زیادہ بھانے والی دل بھلانے والی باتیں ہنسی دل کی لگی ہوتی ہیں آپ ان کے سامنے بچے بن جاتے ہنساتے کھلاتے ایسی حرکتیں کرتے جن سے بچے کھلکھلا پڑتے ان کے دلوں میں زندگی آجاتی۔ مسرت جاگ اٹھتی۔

رات کو بچے آنکھ مچولی کھیلتے آپ اس میں چپکے سے گھس جاتے بچوں کو خبر بھی نہ ہوتی جب کہ نفسیات اطفال کا من بھانا بھی کسی کو معلوم نہ تھا نہ اس پر ضخیم مجلدات میں کتابیں لکھی ہوئی تھیں نہ تربیت اطفال کا علم تھا نہ مرکز نہ تصانیف نہ اس کی تربیت کے مراکز دنیا کے کسی حصے میں تھے کھیل کھیل ہی اچانک نکل آتے اور پاگلوں کی طرح زمین پر دھم دھماتے بچے ہنس پڑتے پھر انھیں ایسا ڈراتے کہ بچے ادھر ادھر بھاگ کھڑے ہوتے اور سب ہنستے جاتے اور بھاگتے جاتے۔

اپنے احباب میں بھی آپ کی پُر لطف باتوں کا سلسلہ رہتا مگر اس بذلہ سنجی میں وقار و ادب ملحوظ رہتا۔ اس میں کسی بدذوقی اور بھوپھڑپن کا

کوئی انداز و مظاہرہ ہو بلکہ ان سے بڑی بڑی باتیں نکلتیں اور حکمت معلوم ہوتی۔ اس میں ایک طرف نشاط و سرور کے گہنے ہوتے تو دوسری طرف علم و حکمت کی گہرائیاں بھی ہوتیں آپ خود بھی مذاق فرماتے اور دوسروں کو بھی اس کا موقع دیتے یہ مذاق ایسے لطیف ہوتے کہ نہ تو کسی کے دل پر غبار آتا نہ کسی کا جی میلان ہونے پاتا۔

ان واقعات میں سے یہ مزاح جو ابورافع نے نقل کیا ہے کہ وہ ہم لوگوں کو رات کے کھانے پر بلاتے اور فرماتے یہاں عراق میں امیر المومنین کو چھوڑ دو کہ وہ غم حیات میں پڑے رہیں۔ تم لوگ یہاں آؤ اس طشت میں خراج وصول کرو۔ ہم لوگ دیکھتے تو روغن زیتون سے تر بتر شریذ طشت میں موجود ہوتی۔

دیکھ لیا آپ نے ابوہریرہؓ کو ان کا اترانا بھی خوب تھا ان کا ہنسنا ہنسانا بھی کیا تھا۔ سلام اس پاکیزہ نفس پر اس پاک باطنی پر۔ سلام اُن کے اخلاق عالیہ پر۔

حضرت ابوہریرہؓ کی اخلاقی جھلکیاں

مردان نے ابوہریرہؓ کو اپنا نائب مقرر کر دیا تھا اس وقت آپ ذی الحلیفہ میں تھے آپ کی والدہ کا مکان الگ تھا اور آپ کا الگ۔ جب آپ گھر سے باہر آنے کا ارادہ کرتے تو آپ والدہ کے مکان کے دروازے پر کھڑے ہو کر فرماتے: *نادر مشفقہ سلام علیک۔ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ* آپ جواب میں فرماتیں

وعلیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پھر آپ کہتے خدا آپ کی خبر گیری فرمائے جیسی آپ نے بچپن میں میری نگاہ داشت فرمائی تو آپ کی والدہ فرماتیں خدا تمہیں بلند کرے جس طرح تم نے بڑھاپے میں میری عزت کی۔ جب آپ گھر میں داخل ہوتے تب بھی یہی انداز آپ کا ہوتا۔

آپ نے حدیث رسول کا کلیۃً انتقال فرمایا جب کہ پیغمبر خدا سے کسی شخص نے دریافت کیا کہ آپ مجھے کس چیز کا حکم فرماتے ہیں آپ نے فرمایا ماں کے ساتھ بھلائی کا پھر دوبارہ اس نے یہی سوال کیا اور آپ نے جواب میں فرمایا ماں کے ساتھ بھلائی۔ پھر سہ بارہ اس نے وہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا ماں کے ساتھ بھلائی پھر چوتھی بار اس نے یہی سوال کیا آپ نے فرمایا ماں کے ساتھ بھلائی پھر جب پانچویں بار اس نے یہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا باپ کے ساتھ۔ آپ نے اس تعلیم کو ایسا گرہ میں باندھا کہ جب تک آپ کی والدہ زندہ رہیں آپ نے ان کی خدمت کے پیش نظر ج نہیں کیا۔

لوگوں کو حسن اخلاق کی تعلیم فرماتے اور خیر کی طرف بلاتے تھے چونکہ حدیث نبی کان میں پڑی تھی کہ آپ نے دو شخصوں کو دیکھا تو ایک طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ تمہارا کون ہے اس نے جواب دیا میرے والد۔ تو فرمایا کبھی ان کا نام لے کر نہ پکارنا ان کے آگے نہ چلنا ان کے آگے نہ بیٹھنا یہ روایت بخاری کی ہے اور فرماتے جو مسلمان بھائی سے ملے سلام کرے اگر اس کے سلام کے بعد سامنے درخت یا دیوار کا فاصلہ بھی آجائے تو سلام کرے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے زیادہ بخیل وہ ہے جو سلام میں نخل کرے اور

سبے نکما وہ ہے جو دعائیں کوتاہی کرے۔

آپ صلہ رحمی رشتہ داروں کی پُرشس احوال فرماتے اور قطع رحم اور اقا رب سے بے تعلقی کو منع فرماتے۔ جیسا کہ بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ ابوالبواہرہؓ حضرت عثمانؓ کے غلام نے روایت کیا کہ ہمارے یہاں حضرت ابوہریرہؓ پنجشنبہ کے دن جمعہ کی رات میں تشریف لاتے تو جلتے وقت آپ نے فرمایا ہمارے سامنے سے وہ چلا جائے جو قاطع رحم ہو آپ نے یہ تین بار فرمایا مگر کوئی نہیں اٹھا۔ پھر ایک جوان جس نے اپنے پھوپھی سے دو سال سے بے تعلقی کر رکھی تھی اپنی پھوپھی کے پاس آیا۔ پھوپھی نے پوچھا بھتیجے کیسے آئے ہو ابھوں نے کہا کہ سنا ہے کہ ابوہریرہؓ تشریف لائے تھے اور یہ یہ فرما گئے ہیں تو ان کی پھوپھی نے کہا کہ جا کر دریافت کرو انھوں نے یہ بات کس بنیاد پر کہی تو حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ میں نے سنا ہے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ بنی آدم کے اعمال ہر جمعہ کی رات میں خدا کے سامنے پیش ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ اس میں قاطع رحم کے اعمال کو قبول نہیں فرماتے باقی کے اعمال قبول کر لیتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ لوگوں کو چشم پوشی اور تسامح پر ابھارتے تھے کہ وہ ایک دوسرے کی غلطیوں کو نظر انداز کرتے رہیں اور عیوب سے آنکھ بند رکھیں چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ اس کو غیر کی آنکھ کا شکا نظر آتا ہے اور اپنی آنکھ کا شہتیر اسے دکھائی نہیں پڑتا۔

آپ خاکسار و متواضع تھے۔ آپ کے حسن اخلاق کا نمونہ بچوں کو کھانا

کھلانا اور ان سے نرمی و شفقت کا برتاؤ کرنا تھا۔

مرض الموت

حضرت ابو ہریرہؓ بیمار ہوئے مروان بن الحکم آپ کی عیادت کے لئے آئے اور کہا کہ خدا پاک ابو ہریرہؓ کو اچھا کر دیجئے آپ نے فوراً فرمایا کہ اے خدا اب تو تجھ سے ہی ملنے کی آرزو ہے میری یہ آرزو پوری فرما دیجئے مروان عیادت کے بعد واپسی میں ابھی اپنی سواری پر بھی نہ بیٹھا تھا کہ آپ کا وصال ہو گیا۔

آپ لوگوں کو نصیحت فرماتے ان کو اچھائی کا حکم فرماتے اور زمانے کی برائیوں سے رکنے کی ہدایت کرتے اسی طرح دنیا میں الجھنے سے بھی روکتے یہ اس وقت کی باتیں ہیں جب آپ بستر مرگ پر تھے۔

آپ کی عیادت کے لئے ابوسلمہ عبدالرحمن تشریف لائے انھوں نے شفا کی دعا کی آپ نے فرمایا اے خدا اب مجھے واپس نہ کیجئے یہ کلمہ آپ نے دوبار اپنی زبان سے نکالا۔ پھر فرمایا ابوسلمہ موت اگر تمہارے قابو میں ہو تو فرما ہی اچھا ہے اس لئے کہ جس خدا کے قبضے میں میری جان ہے اس کی قسم کھا کے تم سے کہتا ہوں کہ مجھے وہ دن دور نہیں دکھائی پڑتے جب علماء پر وہ دور ہوگا جس میں وہ موت کو سرخ سونے سے زیادہ پسند کریں گے اور وہ دن بھی دور نہیں ہے جب کوئی کسی مسلمان کی قبر پر پہنچے گا تو آرزو کرے گا کہ اے کاش میں ہی اس قبر کا میکن ہوتا۔

حضرت ابو ہریرہؓ کو مرض الموت میں زونا آگیا لوگوں نے دریافت کیا

ابو ہریرہؓ آپ کے آنسو کیوں نکل پڑے آپ نے فرمایا یہ دنیا اس کی متاع چند روزہ مجھے نہیں رلارہی ہے بلکہ میں سفر میں منزل کی دوری اور زاد سفر کی کمی پر رُو رہا ہوں کہ مجھے پتہ نہیں کہ میری فرود گاہ جنت اور جہنم میں سے کیا ہیں سواری ہے کہ زلزلے بھتی جا رہی ہے۔

جب آپ پر موت طاری ہو گئی تو حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ میری موت کے بعد خیمہ نصب نہ کیا جائے اور آگے آگے نخورات کے لئے جل رہی ہو اور میرا جنازہ جا رہا ہو ایسا نہ کیا جائے میرا جنازہ تیزی سے قبرستان پہنچایا جائے اس لئے کہ میں نے سنا ہے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے کہ جب رخل صالح سریر جنازہ پر ہوتا ہے تو کہتا ہے مجھے جلدی پہنچاؤ اور کافروں کا جب جنازہ اٹھایا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے ہائے ہائے مجھے کہاں لے جا رہے ہو حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہر مرض سے زیادہ مجھے بخار پسند آتا ہے اس لئے کہ بخار پورے جسم کا مرض ہے باری تعالیٰ ہر عضو کے حصے کے مطابق بیماریوں کا اجر تقسیم فرماتے ہیں یہاں ہر عضو مبتلا ہو تو ہر عضو اپنا حصہ پائے گا۔

وفات حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کی موت کے بارے میں مورخین مختلف ہیں۔

ہشام بن عروہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت صدیقہؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ کا ۵۸ھ میں انتقال ہوا یہی رائے ماعلیٰ کی ہے اور علی بن المدینی بھی اس رائے سے متفق معلوم ہوتے ہیں۔

ابو منشر نے کہا ہے آپ کا وصال ۴۵۸ھ میں ہوا۔

واقدی ابو عبید نے لکھا ہے کہ آپ کا وصال بعمر ۷۸ سال ۴۵۹ھ میں ہوا۔
انہوں نے حضرت عائشہؓ کی نماز جنازہ میں رمضان ۴۵۸ھ میں شرکت کی تھی
اسی طرح حضرت ام سلمہؓ کی نماز جنازہ بھی شوال ۴۵۹ھ میں ادا کی اس کے بعد
آپ کا انتقال ہوا۔

روایات کا اختلاف

ابن حجر نے واقدی کی روایت کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ واقدی کی
کھلی غلطیوں میں سے ہے اس لئے کہ حضرت ام سلمہؓ تک جیات تھیں
صحیح مسلم کی روایات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے ازواج مطہرات میں سے آپؐ نے
جس کے جنازے میں شرکت کی وہ حضرت عائشہؓ ہیں جیسا کہ ہشام بن عروہؒ نے
کہا ہے کہ دونوں کا وصال ایک ہی سال میں ہوا۔

میں کہتا ہوں کہ وفات ام سلمہؓ کے سلسلے میں جو غلطی واقدی سے ہوئی
اس سے ابو ہریرہؓ کے وفات کی غلطی کہاں سے نکل آئی۔
ابن کثیر نے لکھا ہے کہ درست بات یہ ہے کہ حضرت ام سلمہؓ کا وصال حضرت
ابو ہریرہؓ کے بعد ہوا اور بہتوں نے کہا کہ ابو ہریرہؓ ۴۵۹ھ میں وفات پائے تھے۔
ہشام بن عروہؒ حضرت عائشہؓ کے قریبی رشتہ داروں میں ہونے کی وجہ
سے دوسرے روایت تحصیل کی خصوصیت کی وجہ سے دوسروں کے مقابلہ زیادہ
قابل وثوق ہیں یہ تو کسی نے نہیں کہا کہ ان کی وفات ۴۵۷ھ میں ہوئی حضرت
عائشہؓ کی وفات البتہ ۴۵۸ھ میں عام طور سے مشہور ہے اگر اسی سال حضرت

ابو ہریرہؓ کا وصال بھی ہوا تو پھر متعین ہے اور اگر چند مہینے کا گپیپ تسلیم کر لیا جائے جو چند مہینے سے زیادہ نہیں ہے تو ممکن ہے کہ ۵۹ھ کے ابتدائی تاریخوں میں وفات ہوئی ہو۔

جب آپ کا وصال ہوا ہے تو ولید بن عتبہ بن ابی سفیان مدینہ کے گورنر ہوئے کہ مروان کو ۵۷ھ میں حضرت معاویہؓ معزول کر چکے تھے۔ ولید نے نماز جنازہ پڑھائی تھی ان کے جنازے میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت ابوسعید خدریؓ جیسے جلیل القدر صحابہ موجود تھے اور مروان بن حکم بھی موجود تھے ابن عمرؓ جنازے کے بائیں جانب کا اگلا حصہ تھامے ہوئے تھے۔ اور تلقین ترحم کثرت سے فرماتے تھے۔

حضرت عثمانؓ کی اولاد جنازہ بردار تھی اور بقیع کے مدفن تک اسی انداز میں لے گئے اولاد کو ان کی اُس رائے کا پاس تھا جو حضرت عثمان کے بارے میں تھی۔

ولید بن عتبہ گورنر مدینہ نے حضرت معاویہ کے پاس حادثہ موت کی اطلاع کی تو آپ نے فرمان جاری کیا کہ ان کے وارثین کو دس ہزار درہم دے دیئے جائیں اور ان کے ساتھ عمدہ برتاؤ کیا جائے اس لئے کہ وہ ناصرین عثمان میں تھے اور آپ کے ساتھ آپ کے مکان میں موجود تھے۔

خاندان و پسماندگان

حضرت ابو ہریرہؓ نے عتبہ بن غزوہؓ گورنر صحابی مشہور کی ہمیشہ بسرہ بنت غزوہؓ سے شادی کر لی تھی اور غالباً یہ شادی پیغمبر خدا کے وصال کے

بعد عمل میں آئی آپ اس شادی سے بے حد مسرور تھے اور بسرہ بنت غزو ان سے شادی کو نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھتے اس پر مسرت کا اظہار کرتے خدا کا شکر بجالاتے۔

آپ نے بھی اولادِ نرینہ حضرت محرو عبد الرحمن و بلال اور ایک صاحبزادی جن کا نام تاریخ نے بھلا دیا پس ماندگان میں چھوڑا۔

محرمِ مدینہ ہی میں حضرت عمر بن عبد العزیز کے دورِ خلافت میں انتقال کر گئے انھوں نے پدربزرگوار سے براہِ راست حدیثیں روایت کیں اور حضرت فاروقِ اعظم سے اور عبد اللہ بن عمر سے روایت کی اور آپ سے آپ کے صاحبزادے، مسلم ابن شہاب زہری، عاصم شعبی، ابن عقیل، عطاء عکرمہ، مصعب، عبد اللہ بن طمریز نے حدیث روایت کی آپ کی مرویات کم ہیں۔



باب دوم

حضرت ابو ہریرہ رضی کی علمی زندگی

(۱) آپ کا حرص حدیث طلبی (۲) ناقابلِ فراموش جستجوئے علم (۳) آپ کی مجلس حدیث اور اشاعت حدیث (۴) کثرت حدیث وسعت علم (۵) آپ کا حافظہ (۶) کذب سے احادیث کو بچانے کی سعی (۷) ابو ہریرہؓ قاضی کی حیثیت میں (۸) آپ کے شیوخ حدیث و تلامذہ (۹) آپ سے مروی حدیثوں کی تعداد (۱۰) آپ کی روایت کے نمونے (۱۱) ابو ہریرہؓ دوسروں کی زبان سے (۱۲) ابو ہریرہؓ روایت میں اصح الطرق (۱۳) ابو ہریرہؓ فتادی کی روشنی میں۔

کُنْیا چکاء حیات

غزوہ خیبر سے واپسی کے بعد آپ کو صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف چار سال نصیب رہی اس وقت عمر تیس سال سے کچھ زائد تھی۔ آپ نے جوان صلاحیتوں کے ساتھ صحبت رسول اکرمؐ کا فیض اٹھایا اور وصال تک

آپ کے ہو کے رہے۔ آپ ازواجِ مطہرات کے مکان میں حضورؐ کے ساتھ ساتھ آتے جاتے تھے آپ کی خدمت بجا لاتے آپ کے پیچھے نماز پڑھتے جہادِ دج میں آپ کے ساتھ ہوتے آپ کی کسی مجلس سے غیر حاضر نہ رہتے بلکہ مسجد ہی آپ کی قیام گاہ اُن سے ذرا فاصلہ پر پیغمبر خداؐ آنکھوں کے سامنے ہوتے یہی وجہ ہے سننِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت بڑے حصے کے آپ عارف تھے آپ نے پیر کی سنتوں کی یاریکیاں سمجھیں تطبیقِ شریعت کی ایک ایک بات انہیں یاد تھیں اسی وجہ سے پیغمبر خداؐ نے آپ کو علماءِ حضرمی کے ساتھ بحرین روانہ فرمایا آپ مؤذن بھی تھے اور امام بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے حرص علی الحدیث کو پوری طرح جان لیا تھا اُن کے شیفٹنگی علم سے بھی واقف تھے، اس لئے آپ حضرت ابو ہریرہؓ کی ہر بات کا جواب عنایت فرماتے آپ کو دعائیں دیتے اگرچہ آپ کی صحبتِ رسول کی مدت کم ہے اور آپ کی مرویات اس مدتِ صحبت کے اعتبار سے بہت زیادہ ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ لمحہ بھر کے لئے بھی آپ کی نظر سے اوجھل نہیں ہوتے دن درات کے اکثر اوقات آپ کی خدمت میں گزرتے اگر آپ تھوڑی دیر کے لئے اوجھل بھی ہوتے تو آپ کی علمجو طبیعت وہ سب کچھ معلوم کر لیتی جو اس قلیل مدت میں آپ سے عمل میں آتے۔ اس لئے کہ آپ شیفۃ سننِ رسول تھے آپ اپنی فطری مناسبت کے ساتھ حصولِ علم کی سعی بھی فرماتے اگر کوئی بات مشکوک معلوم ہوتی تو آپ فوراً دریافت کر کے اپنا شک زائل کر لیتے۔

آپ نے مروان بن حکم کے اس کہنے پر سخت خفگی کا اظہار فرمایا کہ تم نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیثوں کی بہتات کر رکھی ہے آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں آپ کی حدیث سے اس دور کے لوگوں میں سب سے زیادہ واقف ہوں اگرچہ مجھ سے پہلے بہتوں نے صحبت رسول سے فیض اٹھایا بہتوں نے گھربار چھوڑا بہت سے اعوان و انصار رہے پھر بھی خدا کی قسم میں سب سے زیادہ حدیث رسول کا عالم ہوں۔ دنیا جانتی ہے کہ میں پل بھر کے لئے بھی آپ کی صحبت سے جُدا نہیں ہوا۔ مجھ سے عمرؓ و عثمانؓ علیؓ و طلحہؓ و زبیرؓ جیسے جلیل القدر صحابہ بھی حدیثیں دریافت کرتے۔ مدینہ کی زندگی میں آپ نے جو کچھ کہا یا جن چیزوں پر عمل کیا یا جن پر خاموش رہے جن کو پسند کیا ان میں سے ایک بھی خدا کی قسم مجھ سے پوشیدہ نہیں ہے میں ان لوگوں سے بھی پوری طرح واقف ہوں جنہوں نے خدا اور رسول کو پسند کیا ان سے بھی واقف جن کا جو مرتبہ خدا کے رسول کے نزدیک تھا، میں آپ کے رفقاء سے بھی واقف ابو بکرؓ آپ کے رفیق غار تھے اس کے علاوہ اور بھی رفقاء ہیں جن سے میں خوب اچھی طرح واقف ہوں ابو عبد المالکؓ مجھ سے پوچھتے ہیں اولاً اُن جیسے کتنے ہیں جو مجھ سے علم حاصل کرتے ہیں اس لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ میں حدیث رسول کا پستارہ ہوں میں شفیق پیمبر کا کٹھنلا ہوں۔

اس ڈانٹ کے بعد مردان کو دوبارہ اس قسم کی بات کہنے کی ہمت نہ ہوئی آپ سے بھی ڈرتا رہتا تھا اور آپ کے جواب سے بھی۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مردان سے فرمایا کہ میں بلا کسی لالچ کے اسلام لایا اور اپنے اختیار و مرضی سے ہجرت

کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پیغمبر خدا سے محبت و شیفتگی کا غیر معمولی مظاہرہ کیا تم تو پیغمبر کے گھر کے آدمی تھے پیغمبر کی پہلی پکار جہاں سے شروع ہوئی اس زمین کے رہنے والے تھے۔ تم نے داعی حق کو اس کے وطن چھوڑنے پر مجبور کیا داعی اور اس کے رفقاء کو ستایا تم میرے بعد اس وقت اسلام لا کے جب تمہاری جانوں پر آپڑی راہ فرار مسدود تھی مروان آپ کی اس گفتگو سے شرمندہ ہوا اور آپ سے ڈرتا رہا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی شیفتگی حدیث

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا مَا زَادَ إِلَيْكَ رَبُّكَ فِي الشَّفَاعَةِ تو آپ نے جواب میں فرمایا میری جان جس کے قبضے میں ہے اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم میری امت کے پہلے آدمی ہو جس نے مجھ سے یہ سوال کیا ہے۔ میں نے تم کو جو یائے علم سمجھا ہے اس لئے سن لو کہ خدا کی قسم جنت کے دو دروازے پر گنہگاروں کا ہجوم اور ان کی دھکا پیل میری بے چینی کے لئے میری شفاعت سے زیادہ اہم اور قیمتی ہے اس لئے میں شفاعت کروں گا اور جانتے ہو میری شفاعت کہاں ہوگی : کیسے ہوگی کس کی ہوگی۔ وہاں پر اس شخص کی شفاعت کروں گا۔ جس نے اپنی زبان سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ اخلاص کے ساتھ کہ دیا اس کا دل اس کی زبان کے ساتھ رہا اور اس کی زبان اس کے دل کی ترجمان بنی دوسری روایت میں ہے کہ میں اپنی شفاعت کی سعادت سے قیامت میں اس شخص کو نواز دوں گا جس نے اخلاص کے ساتھ

دل سے کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ کہ دیا۔

آپ نے دیکھ لیا خود پیغمبر نے حرص علی الحدیث کی شہادت حضرت ابوہریرہؓ کو عطا فرمائی اب اس سند کے بعد کوئی اور سند بھی مطلوب ہو سکتی ہے؟ یہ سند تو اعلیٰ ترین سند ہے۔ جسے یہ سند ملی اس کی عظمت و سعادت کا کیا کہنا اور خود اصحاب نبی نے بھی آپ کے جرات سوال کا ذکر بارہا کیا ہے جس میں انھوں نے کہا ہے کہ ابوہریرہؓ پیغمبر خدا سے جن باتوں کو بے کھٹلے دریافت کر لیتے تھے دوسرے صحابہؓ تو اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ ابی بن کعب فرماتے ہیں کہ ابوہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال میں بے تکلف تھے ہم لوگ جس سوال کی ہمت بھی نہیں کر سکتے تھے وہ بے خطر پوچھ لیتے تھے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ دلکش کسی چیز کو نہیں دیکھا آپ کا چہرہ مبارک دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا کہ پساہو سورج آپ کے چہرہ مبارک کے نور و ابوہریرہؓ والہانہ باتیں خود پیغمبر خدا سے کہتے اور اس کا لطف اٹھاتے۔ جب ابوہریرہؓ آپ کی مجلس میں ہوتے تو نشاط و فوارہ کی طرح اچھلنا اور سرور چشمہ کی طرح اُبلنا۔

اس کی شہادت اس روایت سے ملتی ہے جس میں امام احمد نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اے خدا کے رسول آپ پر جو نہی میری نگاہ پڑتی ہے مَنْ أَجْلَا ہو جاتا ہے آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں آپ مجھ کو ہر چیز بتا دیجئے آپ نے فرمایا خدا نے ہر چیز کی پائی سے پیدا کیا آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے وہ گربتاد دیجئے

جسے کرنے کے بعد میں جنت میں داخل ہو جاؤں آپ نے فرمایا ہر سونا کس پر سلام بھیجو مہمان نوازی کرو رشتہ داروں کو جوڑے رہو۔ رات بھیکے سناڑ کے لئے اٹھ جاؤ ان اعمال کے کرنے کے بعد جنت میں بداروک لٹک داخل ہو جاؤ۔ ابو ہریرہؓ کا لاشعور شعور کی طرح بیدار تھا ان کے قلب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جاگ اٹھی تھی دماغ آپ کی لگن کے احساس سے غمور تھا یہی وجہ تھی آپ کو دیکھتے ہی نشاط ابھرتا۔ آپ کی بات سنتے ہی روشنی سے معمور ہو جاتا۔ چنانچہ اس جذبے نے مجبور کیا تھا اور ابو ہریرہؓ اپنا پورا وقت خدمت رسول میں صرف کرتے، آپ کے قصائے حاجت کے لئے پانی رکھتے، آپ کی باتیں سنتے، کبھی آپ کو تکے رہتے، کبھی آپ کے پاس بیٹھ رہتے، کبھی آپ سے کچھ پوچھتے، کبھی کچھ سیکھتے، کبھی شریعت کی چھوٹی بڑی باتوں کو سمجھتے، غرض ابو ہریرہؓ وہ حکیم تھے جو مجلسوں میں مقیم تھے۔

بفراغ دل مبارک نظرے ماہ رائے بہ بنہ ازان کہتر شاہی ہمہ روز ہائے ہوتے
 البوداؤد نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا کہ مجھے علم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج روزے سے ہیں میں نے اپنے کدو میں جو نبیذ تیار کر رکھی تھی اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو افطار کرانے کی سعادت کا خواہش مند تھا آپ کے پاس میں جب کدو لایا تو نبیذ میں جوش سے جھاگ اٹھ رہی تھی آپ نے دیکھتے ہی فرمایا یہاں اس کدو کو دیوار سے ٹکرا کر توڑ دو کیونکہ اس میں وہ مشروب ہے جسے خدا اور یوم آخرت پر یقین نہ رکھنے والے بیا کرتے ہیں۔ یہاں ابو ہریرہؓ کی فوری خواہش تھی کہ آپ کے سامنے کوئی ایسی چیز پیش

کریں جس کو انظار کرنے کے بعد آپ کا کلیجہ ٹھنڈا ہو جائے آپ کی پیاس بجھ جائے چنانچہ آنکھوں نے فالودہ تیار کیا جیسا کہ عربی دنیا میں کھجور اور لہجھ سے بنایا کرتے تھے مگر اس فالودہ میں جو ابوہریرہؓ نے تیار کیا تھا جوش آنے کی وجہ سے نشہ پیدا کرنے کی صلاحیت آگئی تھی اسی وجہ سے آپ نے اس کے پھینکنے کا حکم فرمایا۔

اس قسم کے یادگار دل بستہ واقعات کو ابوہریرہؓ کیسے فراموش کر سکتے ہیں دوسرے کیونکہ یہ واقعات تو خود ان کی زندگی کا جز ہوتے ہیں اور ابوہریرہؓ نے تو اپنی زندگی کا قیمتی و بیش بہا زمانہ خدمتِ رسول میں صرف کیا تھا پھر وہ کیسے بھلا دیتے۔ زندگی کا یہ گراں قدر زمانہ آپ کی پاکیزہ زندگی کے ساتھ ساتھ رہا۔ ابوہریرہؓ نے آپ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ آپ کی باتیں اپنے کان سے سنی اور دل میں جکڑ دی۔ ابوہریرہؓ نے جی میں اس شہادت کی مٹھاس گھل چکی تھی ایمان کی روشنی سے قلب معمور ہو چکا تھا۔ یہ برکات تھے ملازمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چنانچہ اکثر زبان سے بھی اس نعمت و عطیہ کا شکر دربار الہی میں کرتے تھے۔ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَىٰ أَبَا هُرَيْرَةَ الْإِسْلَامَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي عَلَّمَ أَبَا هُرَيْرَةَ الْحَمْدَ لِلَّهِ الَّذِي مَنَّ عَلَىٰ ابْنِي هُرَيْرَةَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُو هُرَيْرَةَؓ کو یہ سعادتیں مبارک ہوں اور دنیا کے سارے مسلمانوں کو یہ سعادت مبارک ہو بلکہ پوری انسانیت کو یہ سعادت مبارک۔ کہ انسانیت کا سب سے بڑا پیامبران کو انسانیت کے سہانے نعمے سنا گیا۔ پوری دنیا کو آپ کی رسالت خالہ مبارک کہ خدا نے آپ کو رحمت اللعالمین بنا کر بھیجا۔

حضرت ابو ہریرہؓ حدیث رسول کے اکثر صحابہ سے زیادہ شائق تھے حضرت امام احمد ابو ہریرہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کون ہے میری امت میں جو ان پانچ خصائل پر عمل کرے گا یا انہیں کو سکھائے گا جو اس پر عمل کریں گے؟ میں نے عرض کیا اے خدا کے رسول میں وہ آدمی ہوں۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑا پھر اُن خصائل کو شمار کرایا (۱) حرام چیزوں سے بچ کر اپنے کو خدا کا سب سے بڑا بھائی بنالود (۲) خدا نے جو تمہارا مقسوم کر دیا ہے اس پر راضی ہو کر سب سے زیادہ تو نگر بن جاؤ (۳) اپنی پیروی پر احسان کر کے مومن بن جاؤ (۴) جو اپنے لئے پسند کرتے ہو وہی دوسروں کے لئے پسند کر کے مسلمان بن جاؤ (۵) اور تنہائی میں کثرت نہ کرو کہ تنہائی کی کثرت سے دل دیران ہو جاتا ہے۔

آپ کے حرص علی الحدیث اور رسول کے احکام کی پابندی پیغمبر کی دل جوئی، اہتمام و التزام سنت کے سلسلے میں جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان ساری ہدایات رسول کی ابو ہریرہؓ نے پوری طرح پیروی کی ہے ابو ہریرہؓ کا اعلام صحابہ عظام میں ہونا متعین ہے، آپ کو ہمہ وقت خدمت پیغمبر میں دیکھنے کے باوجود ساہا سال تک پل بھر آپ سے جدا نہ ہونے کا حال معلوم کرنے کے بعد بھی آپ کی رفعت منزلت کا اقرار نہ کرتا رنج و سیرت کا انکار ہے پیغمبر خدا نے ابو ہریرہؓ کے علم حدیث سے غیر معمولی دلچسپی دیکھ کر آپ سے سب سے زیادہ حدیثیں بیان کیں۔۔۔ چنانچہ امام احمد حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کرتے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں مدینہ کے کسی

رہنے والے کے کھجوروں کے باغ میں ٹہل رہا تھا کہ آپ نے فرمایا ابوہریرہؓ مکشرب
دولت ہلاک ہوئے ہیں بجز ان کے جنہوں نے یوں کہا یوں کہا یوں کہا آپ نے
تین بار دہرایا اور ہتھیلی دائیں بائیں سامنے چھڑھڑاتے فرمایا بہت کم لوگ ان مکشرب
میں سے رہے۔ پھر آپ کھوڑی دیر چلتے رہے پھر فرمایا ابوہریرہؓ کیوں نہ میں تم کو
جنت کے خزانہ کا پتہ بتا دوں میں نے عرض کیا حضور ضرور بتا دیں آپ نے فرمایا
کہو لا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ وَلَا تُلْجِئُكُمْ مِنَ الشَّرِّ إِلَّا إِلَیْهِ پھر آپ ٹہلتے رہے۔ پھر فرمایا
ابوہریرہؓ تمہیں پتہ ہے کہ لوگوں کا حق خدا پر کیا ہے اور خدا کا حق لوگوں پر کیا
ہے میں نے کہا اللہ اور رسول سے کون بہتر جان سکتا ہے۔ فرمایا خدا کا حق
بندوں پر یہ ہے کہ اس کی پوجا کریں اور اس پوجا میں کسی کو شریک نہ کریں
جب وہ اپنی حق گذاری کر گذریں تو خدا پر انسان کا حق یہ ہے کہ وہ اس کو عذاب
نہ دے ان احادیث کے علاوہ اور دوسری احادیث بھری پڑی ہیں جن سے
اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنت کا کتنا بڑا
حصہ حاصل کیا ہے۔

ایک لاگ میں پوشیدہ رہا، سونگ لگاؤ : مانوس ہے دل آپکی بیگانہ دوستی سے
وہ کون ہے دل جس نے جلا لیا ہے خوشی سے : گرجان پر بن جاگے گزر جائیں جی سے
مژگاں کی گھٹاؤں سے برستی رہی فزیت : پھر کیسے شکایت ہو تیری کم نگہی سے !
سرے کے جو آجائو تقدیر ہے اس کی : اب تک کوئی پلٹا ہی نہیں تیری گلی سے

علم الازوال

ایک شخص زید بن ثابتؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کچھ باتیں دریافت کیں آپ نے اس سے فرمایا ابوہریرہؓ سے جا کر دریافت کرو اس لئے کہ میں اور ابوہریرہؓ اور ایک صاحب مسجد میں بیٹھے خدا کا ذکر کر رہے تھے کہ اتنے میں سرکارِ دو عالم تشریف لائے اور بیٹھ گئے ہم لوگ خاموش ہو گئے آپ نے فرمایا جو کر رہے تھے اُسے پھر کرو۔ میں اور میرا ساتھی ابوہریرہؓ سے پہلے دعا کرنے لگے اور پیمبر خدا اس دعا پر آمین کہتے تھے پھر ابوہریرہؓ نے دعا کرنا شروع کیا اور دعائیں کہا اے خدا وہ ساری چیزیں مجھے عطا فرمائیے جو میرے دونوں دوستوں نے مانگی ہیں اس کے علاوہ وہ علم بھی عطا فرمائیے جو مستحضر ہے حافظہ سے اس کی یاد نہ جائے آپ نے اس پر بھی آمین فرمایا ہم لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ ہم کبھی ناقابلِ فراموش علم چاہتے ہیں آپ نے فرمایا یہ دوسی توجوان بازی لے گیا۔

مجالس حدیث ابوہریرہؓ

حضرت ابوہریرہؓ پیمبر خدا کی حدیثیں مدینہ منورہ میں بیان کرتے مکہ مکرمہ میں سنانے اسی طرح آپ نے دمشق میں بھی درس حدیث کی مجالس مقرر کیں ان علاقوں کے رہنے والوں نے آپ سے حدیثیں سن کر یاد رکھیں آپ نے عراق و بحرین میں بھی یہ خدمت انجام دی۔ آپ جہاں تشریف لے جاتے مرجعِ خلافت ہوتا اور حدیثوں کی بات چیتی آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُننے

ہوئے مسائل پر فتویٰ دیتے حدیث کے طالبین کی کثرت آمد و رفت سے آپ کا مکان پورا کچا پورا دارالعلوم معلوم ہوتا جہاں پہنچ کر لوگ اپنی پیاس بجھاتے۔ اسی طرح طالبین علوم حدیث آپ کے باغ میں جو عقیق میں تھا آتے آپ ان طالبین حدیث سے حدیث بیان کرتے، ان کا اکرام کرتے، اپنے حسن اخلاق عمدہ برتاؤ اور کثرت علم اور خیر سے طالبین کو مسرور و مگن کر دیتے۔

آپ کی اکثر مجلسیں مسجد نبویؐ میں حجرہ نبویؐ کے رخ پر ہوا کرتیں لوگ آپ کے مرتبہ اور آپ کے فضل سے پوری طرح واقف تھے اس لئے اپنے دیہی دنیاوی معاملات میں عموماً آپ کی طرف رخ کرتے۔ صحابہ میں علیؓ اور کبار کے ہوتے ہوئے آپ فتویٰ دیتے تھے زید بن ثابتؓ، عبداللہ بن عباسؓ جیسے گرامی قدر علماء صحابہ سوال پوچھنے والوں کو آپ کے پاس بھیجتے اس لئے کہ ان صحابہ کو آپ کے علم اور اتقان سے پوری طرح واقفیت تھی معاویہ بن ابی عباس انصاری بیان کرتے ہیں کہ میں عبداللہ بن زبیرؓ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں محمد بن ایاسؓ بن بکیر تشریف لائے اور پوچھا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق قبل دخول دے دیا۔ تو آپ نے ابو ہریرہؓ و ابن عباسؓ کی طرف رجوع کرنے کے لئے کہا اتفاق سے یہ دونوں بزرگ اس وقت حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں تھے ابن عباسؓ نے ابو ہریرہؓ سے کہا کہ آپ مسئلہ بتادیں کہ ایک طلاق سے بائن ہوگی اور تین طلاق سے حرام ہو جائے گی۔

ابو اودہؓ نے محمد بن ایاسؓ سے نقل کیا کہ ابن عباسؓ، ابو ہریرہؓ، عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے ایک ہاگنہ کے بارے میں جسے شوہر نے تین طلاقیں دیدیں

تھیں دریافت کیا گیا تو سب نے کہا بغیر دوسرے سے نکاح کئے ہوئے اب اس کے قابل نہ ہوگی۔

ابوداؤد نے ابن عباس سے روایت کی کہ انھوں نے کہا کہ اگر شوہر نے اپنی بیوی کو دخول سے پہلے تین طلاق دیدیں تو اسے عہد رسول میں اور دور البکرہ میں اور حضرت عمرؓ کے ابتدائی دور خلافت میں ایک طلاق شمار کیا جاتا تھا۔ لیکن جب دور عمرؓ میں طلاقیں کی کثرت ہوئی تو ان کو تین شمار کرنے کی اجازت دے دی گئی فاروق اعظمؓ نے یہ بات یونہی نہیں کہی بلکہ جب طلاقیں کا رواج کثرت سے ہو گیا تو آپؐ نے صحابہ کبار سے مشورہ لیا اور شوہروں کے کان گرم کرنے کی مصلحت سے تین طلاق شمار کرنے کی اجازت عام فرمادی غالباً حضرت ابوہریرہؓ کا فتویٰ اس دور کا ہوگا جب اس کی کثرت نہ تھی اور حضرت عمرؓ نے اس حکم عام کا اعلان نہیں فرمایا تھا۔

حضرت ابوہریرہؓ کے محبت رسول کا انداز ان کے انداز نسبت سے کر سکتے ہیں جس میں انھوں نے حدیث بیان کرتے وقت کبھی فرمایا کہ مجھ سے حدیث بیان کی اس صادق و مصدق کبھی آپؐ فرماتے مجھ سے حدیث بیان کی میرے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بلا نام لئے ہوئے فرماتے مجھ سے بیان کیا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہتے ہی آنکھوں سے سیل اشک روال ہو جاتے اور سسکیاں بندھ جاتیں فرط جذبات اور آپؐ مجلس سے اٹھ جاتے۔

حدیث بیان کرنے سے پہلے اس وعید کا ذکر فرماتے جس نے میری طرف جان بوجھ کر غلط بات کی نسبت کی تو وہ اپنا اٹھکانا جہنم میں بنالے۔ چنانچہ عاصم بن

کلیب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ کو میں نے حدیث کے ذکر کرنے سے پہلے کہتے ہوئے سنا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوالقاسم صادق وصدق نے جس نے جان بوجھ کر میری طرف غلط بات کی نسبت کی تو اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔

محمد بن عمارہ بن عمرو بن حزم نے مجھ کو حضرت ابو ہریرہؓ کی مجلس کا نقشہ کھینچا کہ میں حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک مجلس میں شریک ہوا۔ اس مجلس میں تقریباً دس اجلہ صحابہ موجود تھے۔ آپ نے ان کی موجودگی میں حدیث بیان کرنا شروع کیا اس حدیث سے ان میں کے بعض صحابہ ناواقف تھے۔ وہ صحابہ اس حدیث کو آپ سے دہرواتے اور یاد کرتے پھر آپ دوسری حدیث بیان کرتے جس کا علم ان صحابہ کو نہیں ہوتا تو آپ دوبارہ بیان کر کے یاد کراتے۔ اس طرح سے کئی بار حدیث بیان کرنے کا موقع ملا اور ان میں سے بعض اس سے ناواقف ہوتے اسے آپ پھر بیان فرماتے اور لوگ سن کر یاد کرتے، اسی دن مجھ کو اس بات کا اندازہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں آپ محفوظ ہیں۔

لوگوں نے ابو ہریرہؓ کی پوری توثیق کی آپ کے مرتبے کو پہچانا۔ چنانچہ آپ سے وقت کے لئے وعدہ کرا لیتے کہ آپ تشریف لائیں اور ہم لوگوں کو حدیث رسول سنائیں۔ چنانچہ مکول بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک رات معاویہؓ ہال میں اگر حدیث بیان کرنے کا وعدہ لوگوں نے لے لیا تھا لوگ اس ہال میں منتظر تھے آپ تشریف لائے اور کھڑے ہو کر حدیثیں بیان کرنی شروع کر دیں آپ حدیثیں پوری رات بیان کرتے رہے تا آنکہ صبح ہو گئی۔

ابو ہریرہؓ ہر جمعرات کو حدیث بیان کرتے تھے

صحابہ اور تابعین کو آپ کی جلالتِ شان و سعتِ علم کا اندازہ تھا اور یہ بھی پتہ تھا کہ آپ کا مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کیا تھا اس لئے آپ جہاں بھی ہوتے لوگ اکٹھے رہتے اور آپ کے چشمہ فیض سے سیراب ہوتے یہ کچھ مدینہ ہی تک محدود نہ تھا بلکہ شام و عراق تک آپ کا فیض جاری تھا۔ امام احمد سفیان بن عتبہ سے روایت کرتے ہیں کہ اسماعیل بن ابی خالد نے قیس سے بیان کیا کہ ابو ہریرہؓ کو فہ تشریف لائے ہمارے مولا میں اور ابو ہریرہؓ میں رشتہ داری تھی یہاں مولا سے میری مراد احمد ہیں میں احمد کے پاس آیا اور ہم نے آکر انھیں سلام کیا دوسری روایت میں ہے کہ پورا گاؤں ہی اٹھ کر آپ کی خدمت میں آگیا تو میرے باپ نے عرض کیا حضرت ابو ہریرہؓ یہ تمہارے ہی خاندانی ہیں جو تمہارے پاس آئے ہیں کہ تم اُن سے حدیث رسول بیان کرو آپ نے فرمایا اہلاً و سہلاً مرحباً میں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے تین سال تک فیض یاب ہوا اور مجھے تو صرف حدیث ہی سننے یاد کرنے کا شوق تھا یہاں میں نے آپ کو بیان فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی شخص اپنی پیٹھ پر لکڑی کا گٹھا باندھ لائے اس میں سے خود بھی کھائے اور صدقہ کرے اس آدمی سے اچھا ہے جو کسی ایسے آدمی کے پاس جائے جس کو خدا نے دولت سے نوازا رکھا ہو اس سے سوال کرے اب اسے وہ کچھ دیدے یا اس سوال کو رد کر دے۔

ابو ہریرہؓ تبلیغ اور نشر احادیث کے شیفہ تھے جہاں موقع ملتا آپ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بیان کرتے حدیثیں پہنچاتے جب کہ ابن ماجہ ابو نعیم
سے روایت کرتے ہیں کہ ہم لوگ مسجد میں حضرت ابو ہریرہؓ کے ساتھ بیٹھ ہوئے
تھے کہ مؤذن نے اذان دی اتنے میں ایک شخص مسجد سے سرمنڈانے کے لئے
نکلا تو حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ اس نے پیمبر خدا کی نافرمانی کی۔

حضرت ابو ہریرہؓ پیمبر خدا کی ذرا ذرا سی باتیں یاد رکھتے جو باتیں پیمبر کی
ہوتیں ان کی نسبت پیمبر خدا کی طرف کرتے اور جو کسی دوسرے کی ہوتی اس کو
اس کے کہنے والے کی طرف نسبت کرتے اور کہیں خود کی رائے ہوتی تو فرماتے یہ
میری تھیلی سے ہے اس کا ثبوت ان کے بشمار اقوال اور لاتعداد حدیثیں ہیں جو
انھوں نے بیان فرمائیں ان میں سے بحیر بن الشیخ کی روایت ہے جس میں ہے کہ بشیر
ابن سعید نے مجھ سے کہا خدا سے ڈرو اور صرف حدیث ہی یاد رکھو اس لئے کہ ہم
نے ابو ہریرہؓ کی مجالس میں شرکت کی ہے کہ وہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
بیان کرتے اور کعب احبار کی باتیں بھی بیان کرتے آپ کھڑے ہو جاتے اور
کہتے کہ سنئے حدیث رسول اللہ کعب سے اور یہ کعب کی باتیں جو حدیث رسول
کے سلسلے میں بیان ہو گئی ہیں اس لئے خدا سے ڈرتے ہوئے صرف حدیث کا
تکرار کیجئے اور اسی کو یاد رکھئے۔

کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتے ہوئے اس کی
تائید یوں فرماتے کہ اس حدیث میں ابو ہریرہؓ کا گوشت پوست بھی شاہد ہیں
اس لئے کہ ان کا یقین احادیث کے سلسلے میں غیر معمولی تھا انھوں نے اپنے
کانوں سے پیمبر کی باتیں سنیں اور دل کے خزانے میں رکھیں اور زبان سے ان کا تکرار کیا

بعض وقت سامعین و حاضرین میں سے کوئی اٹھ کر دریافت کرتا کہ کیا آپ نے خود یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے کانوں سے سنا ہے آپ فرماتے ہاں ہاں اپنے کانوں سے سنا ہے یہ میری رائے نہیں ہے جیسا کہ عبد اللہ بن عمرو القاری بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو ہریرہؓ سے سنا ہے کہ وہ فرماتے رب کعبہ کی قسم میں نے جنبی کو روزہ رکھنے سے منع نہیں کیا ہے جب کہ اسے سمیر خدا نے فرمایا رب کعبہ کی قسم میں نے جمعہ کے روزے سے نہیں روکا ہے بلکہ پیمبر خدا نے روکا ہے خدا کی قسم۔

کبھی حجرہ صدیقہؓ کے پاس بیٹھ جاتے اور حدیث بیان فرماتے اے مادر مشفقہ اے رفیقہ حیات رسولؐ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں کیا آپ اس سے انکار کر رہی ہیں؟ ابن عباس فرماتے ہیں جب آپ نماز سے فارغ ہوتیں تو ان احادیث کا انکار نہ فرماتیں بلکہ فرماتیں کہ حدیث کے الفاظ ہو بہو وہی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے اس طرح آپ کے حافظہ کا یا سماع کا انکار فرماتیں البتہ انداز حدیث کا انکار فرماتیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ لوگوں کو طلب علم کی جانب حکمت اور عمدہ طرز سے بلاتے تھے اگر اس میں کچھ چٹنارہ پیدا کرنا ہوتا اسے اپنی جانب سے اضافہ کرتے تاکہ لوگ آسانی سے سمجھ جائیں اور دلچسپی سے قبول کر لیں اس کا ثبوت اس روایت سے ملتا ہے کہ ایک دن آپ کو مدینہ کے بازار میں لوگ خرید و فروخت میں بری طرح لگے ہوئے دکھائی پڑے آپ بازار میں ٹھہر گئے اور زور سے فرمایا اے اہل مدینہ تمہارے ہاتھ پیر کیسے بھول گئے ہیں۔

لوگوں نے پوچھا کس چیز سے ہم رہ گئے ہیں تو حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا میراث رسول تقسیم ہو رہی ہے اور تم یہاں موجود ہو دوہاں پر جا کرو ہاں اپنے مقدر کے برابر حصہ لاتے۔

لوگوں نے دریافت کیا کہاں تقسیم ہو رہی ہے آپ نے فرمایا مسجد میں بٹ رہی ہے لوگ تیزی سے مسجد کی طرف گئے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان کے لوٹنے تک کھڑے رہے جب لوٹ کے آئے تو آپ نے پوچھا کچھ ملا بھی انھوں نے بیان کیا ہم مسجد میں گئے وہاں تو بٹنا بٹاتا دکھائی نہیں دیا آپ نے فرمایا وہاں کوئی بھی نظر نہیں آیا کہا دکھائی پڑے کچھ لوگ نماز پڑھ رہے تھے کچھ قرآن کی تلاوت میں لگے تھے کچھ حرام و حلال معلوم کر رہے تھے حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا یہی تو ہے جو میراث محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

جب حضرت ابو ہریرہؓ کا حلقہ حدیث قائم ہوتا تو اس میں بہت سے طالبین کو آپ کی طرف سے حدیث لکھنے کی اجازت تھی بہت ممکن ہے کہ یہ حلقہ کتابت حدیث علماء حدیث کی مجلسوں کی ابتداء ہے جو آنے والے دور میں بہت زیادہ شائع ذائع تھی اور یہ بات تو بایہ ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ کرامیوں نے مشہور ثقہ تابعی بشیر ابن ہبیک دوسی کو بعض حدیثیں املا کرائیں پھر اسی لکھی ہوئی حدیث کو بشیر نے حضرت ابو ہریرہؓ کو سنا کر اس کی تصدیق دوس جانے سے پہلے کر لی۔

اب بھی وہ تاریخی دستاویز ہمارے سامنے ہے جس میں حضرت ابو ہریرہؓ کے ہمام بن منبہ مولودِ سنہ ۴۰ متوفی ۱۳۵ھ کو حدیث املا کرانے کا ذکر موجود ہے۔ تابعین کے سرکردہ شخص ہمام بن منبہ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے ملاقات کی

اور آپ سے بہت سی حدیثیں لکھیں ان کو ایک دفتر میں جسے صحیفہ صحیحہ کے نام سے موسوم کرتے جمع کر رکھا تھا غالباً اس دور میں حدیث کے مکتوبات کو صحیفہ ہی کا نام دیا جاتا تھا اس لئے کہ اس سے پہلے حضرت عبداللہ عمرؓ بن العاص کا مجموعہ حدیث صحیفہ صادقہ کے نام سے موسوم ہو چکا تھا۔ اس لئے اس کا صحیحہ نام مناسب معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ یہ صحیحہ اس صحابی کی احادیث میں سے جو پیغمبر خدا کے ساتھ چار سال کی طویل مدت تک رہا اور اس صحابی سے ایک معنوں میں روایت کیا۔ اور اب یہ صحیفہ جوں کا توں ہم کو مل چکا ہے۔ ہمام بن منبہ نے جس انداز میں حضرت ابو ہریرہؓ سے سنکر روئے کیا تھا۔ اور اس صحیفہ پر ڈاکٹر محمد عبید اللہ نے بڑی عرق ریزی و جانفشانی کے ساتھ کام کیا ہے اور اس کے دونوں مخطوطات جن میں سے ایک جرمن میں دوسرا دمشق میں موجود ہے نظر ثانی و تحقیق کا کارنامہ انجام دیا ہے یہ مخطوطہ مصری لائبریری میں مخطوطات حدیث نمبر ۱۹۸۱ ہے۔

اور اس صحیفہ پر ایک اور مہر تصدیق لگ جاتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ صحیفہ کا ایک ایک حرف مسند احمد میں امام احمد نے نقل کر دیا ہے اسی طرح سے بخاری نے بھی اس صحیفہ کی بہت سی احادیث بخاری میں مختلف مقامات پر نقل کی ہیں۔

اس صحیفہ نے تاریخ کے اس مقدمہ میں جان ہی ڈال دی ہے کہ حدیث نبویؐ کی تدوین خود در نبوت میں یا اس کے فوراً ہی بعد ہو گئی تھی اب اس مخطوطے کے بعد کسی غلطی کا امکان ہی نہیں کہ احادیث کی تدوین دوسری ہجری کے شروع میں ہوتی ہے اس لئے کہ ہمام نے ابو ہریرہؓ سے حدیثیں وفات سے

پہلے لی ہیں اور آپ کی وفات ۵۹ھ میں ہوئی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ صحیفہ صحیحہ صدی ہجرت کے پہلے نصف میں مرتب ہو چکا تھا اس صحیفہ میں ۱۳۸ حدیثیں ہیں اور ابن حجر نے لکھا ہے کہ آپ نے براہ راست حضرت ابو ہریرہؓ سے ۱۰۰ احادیث سنی ہیں اس قول سے اس صحیفہ کے ثقہ ہونے میں اور جان پڑ جاتی ہے اس لئے کہ تقریباً صحیفہ میں بھی بیسیں موجود ہیں پھر ہمام سے ان کے شاگرد معمر بن راشد نے پھر عبدالرزاق نے معمر سے یہ حدیثیں لی ہیں اور یہ سند آگے بلا کسی غم و غش کے جا رہی ہے۔

کثرت حدیث، وسعت علم

حضرت ابو ہریرہؓ علم کا کوٹھلا تھے۔ صحابہؓ میں جو ائمہ حدیث تھے اس میں کبار ائمہ میں شمار ہوتے تھے آپ کی جلالت شان کثرت عبادت، تواضع، پارسائی سب کے نزدیک مسلم تھی آپ سے زیادہ کسی نے حدیث ہی بیان نہیں کی۔ سوائے عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کے اس پر خود ابو ہریرہؓ کی شہادت موجود ہے، مجھ سے زیادہ اصحاب بنی امیہ میں کسی نے حدیث نہیں بیان کی مگر عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کہ وہ مجھ سے زیادہ حدیثوں کے جاننے والے تھے جس کا سبب یہ تھا کہ آپ نے حدیثیں لکھ رکھی تھیں اور میں لکھتا نہ تھا۔ لیکن ستم روزگار یہ رہا کہ ان کا لکھا پڑھا سفر حجاز و مصر و شام میں اپنے والد کے ساتھ بار بار ادھر سے ادھر ہونے اور آپ کے کہیں ایک جگہ مستقلاً نہ رہنے اور کثرت اشتغال عبادت کی وجہ سے ضائع ہو گیا چنانچہ اب جو ذخیرہ احادیث موجود ہے وہ ابو ہریرہؓ

کے مقابل بہت کم احادیث پر مشتمل ہے۔

حدیث ابو ہریرہؓ کو بعض صحابہ نے بڑی کثرت سے روایت کیا، جب کہ صحابہ کی پالیسی کم سے کم حدیث بیان کرنے کی ہو گئی تھی کہ ان روایات کی کثرت کی وجہ سے قرآن پر کوئی زد نہ پڑ جائے دوسرے غلطی اور جھوٹ کا خطرہ بھی تھا، چنانچہ ابنہٴ ارفاروق اعظمؓ نے ابو ہریرہؓ کو تقلیلِ روایت کا آرڈر جاری کیا تھا مگر جب آپ کی پارسائی، احتیاطِ علم اور مرتبہ کا احساس ہوا تو آپ کو اجازت دے دی۔

ابو ہریرہؓ اپنے کثرتِ حدیث کو خود اپنی زبان سے بول بیان کرتے ہیں۔ تم لوگ کہتے ہو کہ ابو ہریرہؓ بہت حدیثیں بیان کرتے ہیں، میاں مجھے خدا کو منہ دکھانا ہے تم جو یہ کہتے ہو کہ مہاجرین قدیم الاسلام تھے وہ یہ حدیثیں پیغمبر خدا سے نہیں بیان کرتے بھائی بات یہ ہے کہ یہ مہاجرین صحابہ اپنے باغ اور کھیت میں رہتے تھے ان کی حفاظت و پیداوار کی نگہداشت کرتے تھے اور میں تو نادار تھا شکم پُر ہی میرے لئے کھیت تھی اس لئے میں خدمتِ رسول میں رات دن رہا، جب یہ مہاجرین و انصار صحابہ نہ ہوتے تو میں ہوتا تھا اور یاد رکھنا اور یہ بھول جاتے ایک دن پیغمبر خدا نے ہم سے حدیث بیان کی کہ کون اپنے کپڑے پھیلا رہا ہے کہ اُن میں میں اپنے گفتار کے موتی بکھیر دوں پھر وہ انھیں محفوظ کر رکھے کہ مجھ سے سن کر کبھی نہ بھولے میں نے اپنا کرتا پھیلا دیا یا مصلیٰ، آپ نے حدیث بیان کی میں نے اسے سمیٹ لیا اس کے بعد آپ نے جب بھی کچھ بیان کیا میں نے اسے زندگی بھر کبھی نہیں بھلایا۔

آپ فرماتے کہ خدا کی قسم اگر قرآن کی اس آیت پر نظر نہ ہوتی تو میں کبھی بھی حدیث نہ بیان کرتا! إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُمُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّعْنُونَ

آپ لوگوں کو علم پھیلانے کی ترغیب دیا کرتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب کسی جھوٹ کو بیان کرنے کی نسبت کرنے سے روکتے۔ چنانچہ آپ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی سے کسی بات کو دریافت کیا گیا اور اس نے جانتے ہوئے اسے نہیں بتایا تو قیامت کے دن اس کے منہ پر آگ کی لگام ہوگی اور دوسری حدیث میں کذب علی متعمداً بھی ساتھ ہی ساتھ بیان فرماتے دوسری حدیث میں ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جو ایسے علم کو جس سے نفع پہنچتا ہو چھپائے گا قیامت کے دن آگ کی لگام اس کے منہ میں ہوگی۔

اس طرح ابو ہریرہؓ اپنے ذمہ واجب سمجھتے تھے کہ لوگوں کو دین سمجھائیں اور جو صادق و مصدوق سے انھیں معلوم ہوا ہے اس سے لوگوں کو آگاہ کریں یہی وجہ ہے کہ کبھی وہ اس میں تھکے ماندہ نظر نہیں آئے بلکہ استادوں کی مٹولی میں رہتے علم پھیلانے کی کوشش کی اور بیس سال تک لوگوں کو فتویٰ دیتے رہے کبھی تلامذہ اور سامعین کا جملگھٹ آپ کے پاس کم نہ ہوتا اس لئے کہ آپ علم کا سمندر تھے اور آپ کی یادداشت بے پناہ تھی۔ پھر سنت رسولؐ کے سب سے بڑے واقف کار تھے۔ اس کا ثبوت وہ واقعہ ہے جس میں فاروق اعظمؓ کی کہانی خود ابو ہریرہؓ کی زبانی معلوم ہوئی انھوں نے فرمایا کہ مکہ جاتے

ہوئے زور کی آندھی آئی فاروق اعظم صبح کرنے جا رہے تھے آندھی تیز ہوتی گئی حضرت عمرؓ نے اپنے ارد گرد کے لوگوں سے کہا کہ آندھی کے بارے میں کوئی حدیث ہو تو بیان کر دو مگر کوئی کچھ نہ بیان کر سکا۔ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اُسکی اطلاع مجھے ہوئی تو میں نے اپنی سواری تیز کی اور آپ تک پہنچ گیا اور کہا کہ امیر المؤمنین سنا ہے کہ آپ نے آندھی کے بارے میں حدیث معلوم کی تھی میں نے پیغمبر خدا کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ آندھی خدا کا کرم ہے کبھی اس کا اندازِ رحمت کا ہوتا ہے کبھی اس کا اندازِ عذاب کا ہوتا ہے جب آندھی آئے تو اُسے بُرا بھلا نہ کہو خدا سے اس میں خیر طلب کرو اور اس کے شر سے نجات مانگو۔

اور ولید بن عبد الرحمن کی روایت ہے کہ ابو ہریرہؓ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کی کہ جس نے نماز جنازہ پڑھی تو اسے قیراط سونا خرچ کرنے کا ثواب ملے گا جو ساتھ بھی گیا تو دو قیراط۔ حضرت عبد اللہ بن عمر کو تعجب ہوا آپ نے ابو ہریرہؓ سے بیان فرمایا کہ سوچتے بھی ہو کیا کیا بیان کر رہے ہو تم حدیث بہت بیان کرتے ہو۔ آپ نے حضرت عبد اللہ کا ہاتھ پکڑا اور حضرت عائشہ صدیقہ کی خدمت میں حاضر ہوئے پھر آپ نے اپنی بیان کردہ حدیث کے بارے میں سوال کیا تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا ابو ہریرہؓ نے سچ بیان کیا پھر آپ نے فرمایا ابو عبد الرحمن مجھے بازار میں سودا سلف کرنے کی ضرورت نہ تھی اس لئے میرے خدمتِ رسول سے رکنے کا کوئی سوال نہ تھا مجھے تو بس یہ دھن تھی کہ کوئی بات مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہو جائے جو میں نہ جانتا ہوں یا ایک ٹکڑے کی طلب ہوتی جو میرے پیٹ میں پہنچ جائے۔ دوسری روایت ہے

نہ مجھے باغات کی داشت پرداخت کرنی تھی نہ بازاروں میں سودا سلف کی حاجت۔
عبداللہ بن عمرو نے فرمایا ابو ہریرہؓ بیشک تم ہم میں اُعلم ہو اور احادیث بھی تم کو ہم سے
زیادہ یاد ہیں۔

دوسرے صحابہ معاصرین نے آپ کے کثرت سماعت حدیث کو تسلیم کیا ہے اور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علوم سیکھنے کی شہادت دی ہے ان شہادتوں کے
ہوتے ہوئے آپ کے کثرت سے حدیث بیان کرنے کے سلسلے میں ہر قسم کے شک
و شبہ کی جڑ کھد جاتی ہے حتیٰ کہ بہت سے صحابہ نے حدیث کی روایت آپ سے لی ہے
اس لئے کہ انھوں نے براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی
حدیثیں نہیں سنی تھیں اور آپ نے سنی تھیں جیسا کہ اس واقعہ سے اندازہ ہوگا
کہ ایک شخص حضرت طلحہ بن عبد اللہ کے پاس آیا اور کہا اے ابو محمد آپ اس
صحابی یعنی ابو ہریرہؓ سے واقف ہیں کیا وہ اُعلم بحديث الرسول ہیں اس لئے کہ
وہ جو حدیثیں بیان کرتا ہے ہم آپ سے وہ حدیثیں نہیں سنتے ایسا تو نہیں کہ
وہ ایسی باتیں بیان کرتا ہو جو پیغمبرؐ نے نہ کہی ہوں۔

آپ نے فرمایا کہ اس میں تو کوئی شبہ نہیں کہ انھوں نے جو سنا ہم نے نہیں
سنا اس کی تفصیل سن لو ہم گھر بار والے تھے اور ہم کاروبار رکھتے تھے۔ ہمارے
پاس بکریوں کے ریوڑ تھے اور دوسرے تقاضے اس لئے ہم لوگ تو صبح شام
تھوڑی دیر کے لئے حاضری دیتے محضر ابو ہریرہؓ نادر تھے رسولؐ کے ڈیوڑھی
دار تھے آپ کے یہاں سے کھانے کو جو لجاتا اس پر اکتفا کرتے پیمبر کا ہر طرح
ہاتھ بٹاتے پیمبرؐ ان کی دلجوئی فرماتے اس لئے ہمیں اس میں کوئی شبہ نہیں

کہ انھوں نے جو سادہ ہمارے کانوں نے نہیں سنا اور کوئی ایسا ہی بد نصیب ہوگا کہ وہ پیغمبر کی جانب سے ایسی باتیں کر گزرے گا جو آپ نے نہیں فرمائیں دوسری روایت میں ہے کہ ہم نے بھی سنا اور انھوں نے بھی مگر ہمیں یاد نہ رہا اور انھوں نے یاد رکھا۔ حضرت ابو ہریرہؓ حصول علم کے سلسلے میں بے جھجک تھے اس لئے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے تکلف سوال کرتے جب کہ دوسرے صحابہ گوگو میں رہتے جو بات پیش آتی فوراً رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر لیتے۔ چنانچہ حضرت ابی بن کعب فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ پیغمبر خدا سے بے تکلف تھے ہم جن باتوں کو پوچھنے کو سوچتے تھے وہ بے دھڑک پوچھ لیتے۔ آپ سابقین اسلام کی طرح آپ سے بے تکلف تھے۔

اس وجہ سے وہ اسلام لانے کے بعد حصول علم میں کسی سے پیچھے نہ تھے پیغمبر کی زندگی میں بھی جستجوئے علم آپ کا شیوہ تھا اور موت کے بعد بھی اسی میں لگے رہے آپ ہی سے وہ حدیث کہ جس کے ساتھ خدا کو خیر کا معاملہ کرنا ہوتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا فرمادیتے ہیں حتیٰ کہ اس کا شیفہ بھی پایا زندگی بھر آپ خیر پسند رہے اور اس کے حصول کے لئے عمل کرتے رہے پھر کیسے ممکن ہے کہ اس خیر کی کسی نوع سے آپ متاخر رہتے۔ جب کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت ہی اس لئے اختیار کی تھی کہ آپ سے علم کی بات سیکھتے اور حکمت کے گڑھ بنتے۔

وفات پیغمبر کے بعد ہم کو آپ صحابہ کی مجالس میں نظر آتے کچھ ان سے پوچھتے کچھ ان کو سناتے آپ کو پتہ چل جاتا کہ حدیث میں علم نبی کا کوئی حصہ کس کے پاس ہے تو آپ فوراً وہاں تشریف لے جاتے تاکہ اس کا علم حاصل کریں۔

اچھ حضرت کعبؓ کے پاس آئے تاکہ آپ سے کچھ دریافت کریں کعبؓ اپنی قوم میں تھے کہنے لگے کہ کیا مقصد ہے آپ نے فرمایا کہ اصحابِ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں میں اپنے سے زیادہ حدیثوں کا عالم کسی کو نہیں جانتا۔ حضرت کعبؓ نے فرمایا کہ ہر آدمی جو کسی چیز کا جو یا ہے وہ کسی نہ کسی دن آسودہ ہو جاتا ہے مگر طالبِ علم اور طالبِ دنیا یہ کبھی آسودہ نہیں ہوتے حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ غالباً آپ کعبؓ ہیں آپ نے فرمایا ہاں بھائی میں کعب ہی ہوں حضرت ابو ہریرہؓ نے اس پر کہا کہ آپ نے جو ابھی بیان کیا اسی ضرورت کے تحت یہاں آیا ہوں۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے کعب الاحبار سے ملاقات کی آپ ان سے حدیث بیان کرتے اور آپ سے حدیثیں سنتے۔ اپنے معاصرین و تلامذہ سے احادیث بیان کرتے اور ان سے کہتے کہ ابو ہریرہؓ کے پاس ابھی بہت سی ایسی تھیلیاں ہیں جن کے منہ نہیں کھلے ہیں یعنی علم کی تھیلیاں۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ پیغمبر خدا سے میں نے دو تھیلے علم کے محفوظ رکھے ان میں سے ایک کو میں نے تقسیم کر دیا دوسری تقسیم کروں تو جان کا خطرہ ہے۔ آپ ایک دوسرے موقع پر فرماتے ہیں کہ مجھے جن چیزوں کا علم ہے ان میں سے سب بتا دوں تو لوگ میرے بڑے بڑے بچے اڑا دیں اور کہنے لگیں ابو ہریرہؓ یا گل ہیں دوسری روایت میں ہے کہ میرے سینے میں جو کچھ ہے اگل دوں تو لوگ مجھ پر مینگنیاں اور اور گوبر پھینکنے لگیں۔ حضرت حسن نے راوی حدیث کے بارے میں فرمایا کہ سچ کہا اگر تم لوگوں کو بتاؤ کہ کعبہ گرا دیا جائے گا یا اسے جلا دیا جائے گا تو لوگ کبھی نہ مانیں گے۔

ایک روایت میں ہے کہ ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ لوگ مجھے کہتے ہیں کہ تم نے بہت حدیثیں بیان نہیں خدا کی قسم مجھے جتنی بات معلوم ہے اگر بیان کر دوں تو تم مجھ پر گواہ گو برا چھلنے لگو گے اور میری طرف مڑ کر بھی نہ دیکھو گے۔

اس کے باوجود ابو ہریرہؓ ان علوم کی پوشش نہ فرماتے جس سے نفع متوقع ہوتا اس پر آپ کا قول سابق گواہ ہے۔ کہ جس نے علم نافع لوگوں تک نہیں پہنچایا اسے قیامت کے دن آگ کی لکام لگائی جائیں گی دوسرے قرآن کریم کی آیت جو پہلے گذر چکی شاید بنا کر پیش کرتے اور حدیثیں بیان کرتے۔

ہم پہلے بیان کر چکے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے لوگوں کے مابین علم کی تفصیلی بکھیر دی جو آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملی تھی مگر دوسری تھیلی اس خوف سے محفوظ رکھی کہ لوگ اس کی تکذیب کریں گے اور آپ کو سنکا ہوا سمجھیں گے یا گل بتائیں گے لوگوں کو حق ہے کہ وہ دریافت کریں کہ وہ تھیلی جو ابو ہریرہؓ نے کھولی نہیں اس میں کیا تھا ظاہر ہے کہ اس میں بھی علم ہی ہوگا۔ آخر وہ کیا علم تھا جس کا پھیلانا آپ نے مناسب نہیں سمجھا سوال یہ ہے کہ آپ نے اس کو اپنے ہی تک محدود رکھا۔ اتنا تو ہر جگہ سے معلوم ہو گیا کہ آپ کو دو قسم کے علوم کا حامل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنایا تھا، علم کے یہ دونوں کو مٹھلے بڑے تھے ایک کو تو آپ نے کھول کر پھیلادیا دوسرے کو آپ نے نہیں کھولا۔ لیکن یہی سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کا تعلق ان احکام سے ہو جو ابو ہریرہؓ سے بھی تعلق رکھتے ہوں اس لئے کہ تبلیغ رسالت سے عموم ہوتا ہے اور خود خدا کا قول یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالته واللہ یعلمک من الناس ان اللہ لا یہدی القوم الکافرین

موجود ہے۔

آپ کے آداب خصوصی میں اس کا تعلق ہے یہ بھی دُور کی بات ہے اسلئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تو اتمامِ مکارمِ اخلاق لئے ہوئے تھی اور کسی ادب میں خاص کر نایہ بھی منافی تبلیغِ رسالت معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ اخلاق و آداب کی کچھ خاص باتوں سے بھی اس کا تعلق نہیں معلوم ہوتا کہ یہ کرمِ نبی کے منافی ہے کہ اس سے ابو ہریرہؓ کو حصہ ملے اور امتِ محرم رکھی جائے۔ اس سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ دوسرا برتن جس میں سے آپ نے کچھ حصہ نہیں دیا نہ احکام سے تعلق رکھتا ہے نہ آداب و اخلاق بلکہ اس میں قیامت کے آثار و علامات کا ذکر ہو یا امت میں ہونے والے فتنوں سے اس کا تعلق ہو یا امرارِ مشرکوں جو ان فتنوں کے روحِ رواں ہوں گے ان کا ذکر ہو اور ابو ہریرہؓ کے طرزِ اشارات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس میں انھوں نے اپنے کو ضرر سے بچا لیا جب کہ اس کے انشاء سے لوگوں کو کوئی نفع نہ ہوتا اور لوگوں کا دل ابو ہریرہؓ سے میلانا ہوتا ان ساری باتوں میں اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ رَّاسِ النِّظْلَانِ وَاَمَارَةِ الصَّبْيَانِ وَقَوْمٍ دَلِيلٌ لِلْعُرْبِ مِنْ غَيْرِ قَدِ اقْتَرَبَ جِيسے کہ اُن کی دعا اَللّٰهُمَّ لَا تُدْرِكُنِيْ مِنْهُ شَيْئٌ۔

اس بات پر متنبہ کرنا اچھا معلوم ہوتا ہے کہ ابو ہریرہؓ کی ان حدیثوں میں دین کی ظاہری و باطنی کوئی بات نہ ہوگی اور نہ اس میں کوئی ایسا مواد ہے جس کو اگر بیان کر دیں لوگ دین سے الگ ہو جائیں یا ادا امر کی مخالفت کر گزریں۔

ابو ہریرہؓ اس بات کے شبہ سے محفوظ تھے کہ وہ ان حدیثوں کو امت تک پہنچائیں جس کو یہ لوگ مانوس سمجھتے ہوں تاکہ خدا اور رسول کی تکذیب نہ ہو سکے۔ اسلئے کہ

عقل سے بعید باتیں کرنے پر اس کا خطرہ ہے۔ بخاریؒ نے حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں مانوس حد تک بیان کرنی چاہئیں تاکہ خدا و رسول کی تکذیب نہ ہو۔

یہ بات صحیح ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے زیادہ حدیث بیان کرنے والا کوئی نہ تھا لیکن آپؓ سے زیادہ بیان حدیث سے کوئی محتاط بھی نہ تھا۔ آپؓ ڈرتے رہتے کہ کوئی ایسی بات جو آپؓ نے نہ کہی ہو کبھی زبان سے نہ نکل جائے۔ یا سننے والے بات کا مطلب کچھ اور سمجھ کر بے محل بیان کرنے لگیں اسی وجہ سے اپنی حدیثوں کو مروان بن الحکم سے الٹا کرانے سے انکار کر دیا تھا۔ جب کہ مروان نے مدینہ میں گورنری کے زمانے میں آپؓ سے درخواست کی تھی آپؓ کو جو حدیثیں یاد ہیں ان سب کا الٹا کر ادیں۔ تو آپؓ نے انکار کیا اور فرمایا کہ ہم نے روایت کیا اس طرح روایت کرو جب مروان سے آپؓ نے انکار کر دیا تو اس نے اس کو غنیمت سمجھ کر ایک مستند آدمی کو مقرر کیا جو کتابت سے بخوبی واقف تھا کہ وہ آپؓ سے حدیثیں سن کر قلم بند کرے وہ آپؓ سے حدیثیں سن کر قلمبند کرتا گیا جب ساری حدیثیں ختم ہو گئیں تو مروان نے کہا تم کو پتہ بھی ہے ہم نے تمہاری ساری حدیثیں لکھ کر جمع کر لی ہیں۔ ابو ہریرہؓ نے کہا اچھا یہ کر لیا ہے؟ اس نے کہا ہاں، آپؓ نے کہا پھر مجھے پڑھ کر سناؤ تو اس نے آپؓ کو پڑھ کر سنایا ابو ہریرہؓ نے فرمایا اب تو تم کو حدیثیں یاد ہی ہو گئیں اب یادداشت کی ضرورت نہیں ہے مٹا دو پھر مروان نے مٹا دیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی کی یادداشت

اس عنوان کو الگ کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس سے اندازہ ہو کہ وہ مرویات کے ضبط کرنے پر کیسے قادر تھے اور آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کو یاد کرنے پر کتنا قابو تھا، آپ کا حافظہ کتنا جاندار تھا، آپ کا احترام کتنا بڑھا ہوا تھا، وسعتِ علم سے بھی اس کا اندازہ ہو سکتا تھا، مگر کثرتِ حدیث اور وسعتِ علم سے حافظہ مرویات میں کے باوجود آپ کی صلاحیت کا کما حقہ اندازہ مشکل تھا بعض راوی مکرر حدیث ہوتے ہوئے حافظہ کی کمی کا شکار ہوتے ہیں اگر کثرتِ روایت کے ساتھ عمدہ یادداشت بھی موجود ہو تو پھر آخری نقطہ علم پر آدمی پہنچ جاتا ہے۔

یہاں ابو ہریرہ رضی کے حافظہ کی بات چل پڑی ہے جو اسلام کے راوی پہلی صدی کے محدثِ اُمّت ہیں جو احادیثِ نبویؐ کی حفاظت کی ذمہ داری سے پوری طرح عہدہ برآ ہوئے جیسا کہ عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ پیغمبر خداؐ نے ابو ہریرہؓ کے حافظہ کے لئے دعا فرمائی ان کی پشت پر جو چادر پڑی تھی اسے لے کر بچھا دیا پھر حدیث بیان فرمائی ابو ہریرہؓ کو حکم دیا کہ چادر لپیٹ لیں اس کے بعد پیغمبر خداؐ نے جو بیان فرمایا اسے انھوں نے کبھی نہیں بھلایا، ابو ہریرہؓ نے دعا کی میرے خدا مجھے وہ علم دیجئے جو میں فراموش نہ کروں پیغمبر خداؐ نے اس پر آمین کہی پھر سورہ حافظہ کا کب سوال ہو سکتا ہے۔

آپ کو حدیثِ رسولؐ سے جو لگاؤ تھا اس کا ذکر ہم کر چکے ہیں آپ کا جذبہ حبِّ رسولؐ اور جذبہ حصولِ علم قابل ذکر ہے آپ کو جہاں کہیں پتہ چل جاتا

کہ فلاں کو حدیثِ رسول معلوم ہے آپ سر کے بل اس کے پاس جا کر وہ حدیث حاصل کرتے ایسا معلوم ہوتا جیسے آپ علم کی اولاد ہیں حدیث کا خزانہ ہیں معرفت کے حویا ہیں اسی جذبہ نے ساری زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہیں ہونے دیا اور آپ کی وفات کے بعد بھی کوشش رہتی کہ جو علم رسول ہے اسے کسی نہ کسی طرح معلوم کر لوں۔ خود ابو ہریرہؓ کی زبانی سنئے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تین سال گزارے ان تینوں سالوں میں آپ کے پاس مجھ سے زیادہ سمجھدار کوئی نہ تھا۔ مجھے یہ کسی طرح گوارا نہ تھا کہ آپ ان دنوں میں کچھ نہیں بولیں اور میں ان کو اپنے نگاہِ دل میں جگہ نہ دوں۔!

ابو ہریرہؓ کے حفظ حدیث میں دو عوامل جمع ہو گئے تھے ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی غیر معمولی محبت دوسرے آپ کے منہ سے نکلے ہوئے کلمات کی حفاظت اور آپ کے بتلائے ہوئے گرو کی نگرانی سے زیادہ کسی چیز کی داشت و پرداخت کی پروا نہ تھی۔ آپ جانتے ہیں کہ جذباتی عوامل کسی کی بات کو باقی رکھنے اور اس کی نگہداشت میں کس قدر کامیاب ہوتے ہیں۔ ادھر دوسرا عامل پیمبر خدا کی دعا تھی جو آپ کے حفظ حدیث کے لئے آپ نے فرمائی تھی اور آپ کی آمین آپ کے اس مہم امور پر اور بھی سونے پر سہاگہ کا کام کر گئی اور آپ جانتے ہیں کہ مربی و استاد کا بڑھاد کسی کے کامیاب ہونے، بڑھنے اور پروان چڑھنے میں کتنا مددگار ہوتا ہے۔ پھر معلم انسانیت کی شاباشی اور آپ کے انعطاف کیا کچھ نہ کرتے اور پھر یہ تصور کہ آپ مربی انسانیت ہی نہیں بلکہ رسول رب العالمین تو اس کو اور بھی نکھار دیتا تھا ان دنوں عوامل نے ابو ہریرہؓ کی

پوری طرح پشت پناہی کی اور آپ کو حافظِ سنتِ راوی اسلام بنادیا۔ اور اس میں تو پیمبر کی دعا پر جتنا یقین ہے اور کسی چیز پر ممکن ہی نہیں اور جب کہ اس کا آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے ہیں پھر انکار کی کیا گنجائش بلکہ ایمان و یقین میں اور بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ابو ہریرہؓ کی طلبِ حدیث میں پاکیزہ نفسی عزیمت، عالی ہمتی کا بھی یقین ہو جاتا ہے اور آپ کی زندگی دسیرت تو اس یقین کو اور بھی روشن کر دیتی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ رات دن میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتیہ سننا ہی آپ کے لئے کافی نہ تھا بلکہ اس کا تکرار کرتے یہ تکرار مسجد میں راستے میں گھر میں رات دن ہوا کرتا اس لئے کہ وہ اس کو عبادت سمجھ کر عمل کرتے تھے۔ خود ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں میں نے رات کو تین حصول میں بانٹ دیا تھا ایک نماز کے لئے دوسرا نلٹ سونے کے لئے تیسرا حدیثِ رسول یاد کرنے کیلئے۔ یہ تیسرا عامل ہے جو حدیثِ رسول کے حفظ میں معاون و مددگار ثابت ہوا ابو ہریرہؓ اپنی خداداد صلاحیت غیر معمولی حفظ کے ساتھ دوسرے تشنگانِ علم اور شائقینِ حکمت و دانش کی طرح تکرار کرتے اور اس کے لئے ایک وقت مقرر کرتے اس سے ابو ہریرہؓ کی عزیمت پر یقین کرنے اور ان کے احادیثِ رسول کی طرف بڑھتے قدم کا پتہ ملتا ہے۔

ہمارے سامنے مروان بن الحکم حاکمِ مدینہ کے پیشکار کا بیان اس کی کافی شہادت ہے کہ ابو ہریرہؓ کا حفظ اور ان کی نگہداشت حدیث پر کیسی تھی چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ مروان نے ابو ہریرہؓ کو طلب کیا آپ سے حدیث و مسائل

دریافت کرتا تھا مجھے تخت کے پیچھے بیٹھنے کے لئے کہا جو ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں اسے لکھتا جاتا تھا جب سال پورا ہوا تو آپ کو بلایا اور مجھے پردے کے پیچھے بٹھایا پھر اس کتاب سے دیکھ دیکھ کر سوال کرتا جاتا ابو ہریرہؓ پہلے ہی کی طرح بلا کم و کاست جواب دیتے آپ سے کوئی فقرہ آگے پیچھے نہ ہوا نہ کم و بیش رہا۔

یہ بھی انھیں دلائل حفظ میں سے ہے کہ ایک شخص نے دوسرے صحابی سے دریافت کیا کہ پیغمبر خدا نے کل کی عشاء میں کون سی سورت پڑھی تھی اس صحابی نے جواب دیا مجھے پتہ نہیں تو اس نے کہا کہ کیا تم شریک نہیں تھے حضرت ابو ہریرہؓ نے یہ سن کر فرمایا کہ میں بتاتا ہوں فلاں فلاں سورتیں آپ نے پڑھی تھیں۔ اس قسم کے شواہد صحابہ و تابعین کی جانب سے اور اہل علم کی جانب سے بشمار ہیں جو ابو ہریرہؓ کے حفظ و اتقان پر دلیل واضح ہیں۔ متاخرین نے بھی ان کے حفظ و اتقان کی شہادت اسی طرح دی جس طرح متقدمین نے۔

جوشِ صیانتِ حدیث

یہ صحیح ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ مکثر حدیث تھے۔ مگر اس کے ساتھ ان کا یہ جذبہ بھی رہا کہ پیغمبر کی احادیث پھیلیں تو ضرور مکران میں کوئی ایسی بات جو حدیث رسول کے علاوہ ہو ملنے نہ پائے اس قسم کی گڈ مڈ باتوں سے پرہیز کرتے ان کی چھان بین رکھتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کذب کی نسبت کرنے سے سخت احتراز کرتے، لوگوں کو بتاتے، اور عذابِ نار سے ڈراتے، آپ اس حدیث کو بیان کرنے کے لئے بازار سے گذرتے اور فرماتے اے

لوگو جو مجھے جانتا ہو تو خیر جو نہ جانتا ہو جان لے کہ میں ابو ہریرہؓ ہوں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے مَنْ كَذِبَ عَلَىَّ مُتَعِدًّا فَلْيُتَبَأْ مَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ۔

حضرت ابو ہریرہؓ اور ان کا فتویٰ

حضرت ابو ہریرہؓ اپنے دور کے راوی حدیث ہی نہیں تھے بلکہ اپنے دور کے گنے چنے اہل علم میں تھے آپ کی نظر قرآن و سنت پر گہری تھی آپ کی اجتہادی صلاحیت غضب کی تھی۔ آپ میں صحبت رسولؐ اور ملازمت پیغمبر سے تفقہ فی الدین پوری طرح بس گیا تھا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سن اعمال سے واقف تھے، آپ کی نگاہ میں چھوٹی بڑی سنت ایک ایک کر کے تھی آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم سے وافر حصہ ملا تھا۔ آپ علوم رسول کا ایک بڑا ذخیرہ رکھتے تھے۔ معلومات کے اس وافر حصہ کی وجہ سے اس دور کے اکثر مسائل پر گہری نظر رکھتے اور مسلمانوں کو پیش آنے والی دقتوں کا حل کرتے یہی وجہ ہے کہ وہ تقریباً بیس سال سے زائد تک مسلمانوں کے پیش آمدہ مسائل پر فتویٰ دیتے رہتے حالانکہ اس وقت تک صحابہ کی بڑی تعداد موجود تھی۔ زیاد ابن سینا نے لکھا ہے کہ اس دور کے مفتی جو مسلمانوں کو فتویٰ دیا کرتے ابن عباسؓ و ابن عمرؓ ابو سعیدؓ ابو ہریرہؓ و جابر رضی اللہ عنہم تھے بعض دوسرے صحابہ جو اسی پایہ کے تھے مدینہ میں فتویٰ دیا کرتے اور حدیث رسول بیان کیا کرتے حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد صرف انھیں کو فتویٰ دینے کا اختیار

تھا ان کے علاوہ کوئی دوسرا فتویٰ نہ دیتا تھا۔

ابو ہریرہؓ حضرت عمرؓ کے زمانے میں ولایت بحرین پر مامور تھے۔ بحرین میں لوگوں نے ان سے ایک طلاق کی مطلقہ کے بارے میں مسئلہ دریافت کیا کہ اس سے دوسرے نے نکاح کر لیا پھر دخول کے بعد اسے الگ کر دیا اور شوہر اول نے نکاح کیا۔ تو ایسی عورت دو طلاقیوں کے ساتھ رہ جائے گی جیسا کہ حضرت عمرؓ اور دوسرے صحابہ مالکؓ و شافعیؒ احمدؒ کے مشہور مسلک میں ہے یا یہ طلاق لغو ہو جائے گی اب یہ تین طلاقیوں کے ساتھ رہے گی جیسا کہ ابن عباسؓ ابن عمرؓ ابو حنیفہؒ اور حضرت عمرؓ کی ایک روایت میں ہے اس بات پر نظر کر کے کہ شوہر سے تعلق مادون الثلاث کو دریا بُرد کر دیتا ہے جیسا کہ اس کا تعلق ثلاث کو برباد کر دیتا ہے۔

پہلے مسئلے کا مبنی یہ ہے کہ زوجِ ثانی کی ہمبستری تحریم ثابت بالطلاق کی غایت ہے جو مرتفع ہوگی اور مطلقہ بغیر تین طلاق کے محرمہ نہیں ہوتی اس لئے دوسرے شوہر کا تعلق اس میں کوئی خرابی نہ پیدا کرے گا۔

اسی کا فتویٰ حضرت ابو ہریرہؓ نے دیا تھا جس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا اچھا کیا کہ یہ فتویٰ دیا ورنہ شوہر کی خیریت نہ تھی۔

کچھ لوگ جو احرام کی حالت میں تھے ان کو غیر محرم لوگوں نے شکار ہدیہ کیا اسکے بارے میں ابو ہریرہؓ سے مسئلہ دریافت کیا کہ اس صید کا احرام کی حالت میں کھانا درست ہے یا نہیں آپ نے کھانے کی اجازت دی پھر حضرت عمرؓ سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے اپنے اس فتویٰ کو سامنے رکھا

آپ نے اس کی تصویب کی اور کہا اس کے خلاف فتویٰ دیتے تو پھر خیریت کو روزنا پڑتا۔
 حضرت ابو ہریرہؓ پیچیدہ مسائل میں بھی ابن عباسؓ جیسے بالغ نظر صحابہ کے ہم پایہ
 تھے ان کے دیئے ہوئے فتویٰ پر صحابہ نے بھی عمل کیا اور بعد کے لوگوں نے بھی اس
 لئے کہ آپ کے فتاویٰ کی بنیاد عموماً احادیث ہوتی تھی۔ اس صورت میں قیاس
 پر عمل کرنے کا سوال ہی نہیں ہوتا۔ جس طرح کے لوگوں نے ان کی روایت
 کہ آدمی اپنی بھوپھی اور خالہ سے نکاح نہ کرنے پر عمل کیا ایسے میں سے امام ابو
 حنیفہؒ و شافعیؒ نے آپ کی حدیث ہی پر عمل کیا ہے کہ جو آدمی بھول کر کھلے
 روزہ پورا کرے اس لئے کہ اس کا روزہ ہو گیا حالانکہ قیاس اس کے مخالف
 معلوم ہوتا ہے۔ امام مالک نے آپ کی حدیث اِذَا وُلِيَ الْكَلْبُ فِي اِنَاءٍ کے
 پیش نظر سات بار دھونے کا حکم کیا جب کہ قیاس اس کے خلاف تھا اس
 لئے کہ امام اس کی طہارت کے قائل ہیں۔

اس طرح آپ مدینہ میں فتویٰ دینے والوں کے سربراہ تھے۔ آپ لوگوں
 کے سوال کا جواب دیتے فتویٰ معلوم کرنے والوں کو فتویٰ بتلاتے۔ لوگ حدیث
 کو دلیل میں دریافت کرتے تو آپ دلیل میں حدیث بیان فرماتے چنانچہ
 بخاریؒ نے ابو سلمہ بن عبد الرحمن بن عوفؓ سے سنا کہ حضرت حسان بن ثابتؓ
 انصاریؓ حضرت ابو ہریرہؓ سے شہادت میں حدیث طلب کر رہے تھے کہ تم
 خدا کی قسم بتاؤ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے
 اے حسان رسول اللہ کی طرف سے جواب دو، اے خدا! حسان کی مدد روح
 القدس کے ذریعہ کیجئے تو ابو ہریرہؓ نے فرمایا ہاں۔ مروان بن حکم نے ناجزاہ

کے بارے میں دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ کس طرح پڑھتے تھے تو آپ نے اسکو صحیح طریقہ نماز جنازہ کتبلا یا۔

صحابہ تابعین اور علمائے حدیث و فقہ نے آپ کی منزلت و مرتبہ کا اقرار کرتے ہوئے آپ کے عمل و اجتہاد کو بطور صحت تسلیم کیا۔ اس کی شہادت کے لئے یہ روایت کافی ہے امام مالک نافع مولیٰ عبداللہ بن عمرؓ سے نقل کرتے ہیں عیدین کی نماز میں نے ابو ہریرہؓ کے ساتھ ادا کی آپ نے پہلی رکعت میں سات تکبیریں ہرارت سے پہلے بلند کیں۔ اور دوسری رکعت میں پانچ ہرارت سے پہلے۔

دوسری شہادت امام مالک یحییٰ بن سعید سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے سعید بن حبیب کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے ابو ہریرہؓ کے پیچھے ایک بچے کے جنازہ میں شرکت کی اس معصوم نے کوئی گناہ نہیں کیا تھا مگر ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ اے خدا اسے عذابِ قبر سے بچا لیجیو۔

آخری شہادت میں ہم بتاتے ہیں کہ امام مالکؒ نے کہا کہ حضرت عثمان بن عفان نے عبداللہ بن عمرؓ سے یہ بات معلوم کی کہ ابو ہریرہؓ جب کہ مدینہ میں تھے جنازہ کی نماز میں ان کی موجودگی میں مرد و عورت دونوں ہی شریک ہوتے مرد اس حصے میں ہوتے جو امام کے قریب ہوتا اور عورتیں اس حصہ میں جو قبلہ سے قریب ہوتا۔

ان روایتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ شرف و منزلت میں تو کچھ تھے؟ تبھی آپ فتویٰ و اجتہاد میں ان اجلہ صحابہ کے ہم پلہ و ہم پایہ تھے۔ ان کا مرتبہ

کسی طرح سے حضرت ابن عمرؓ عثمان بن عفانؓ سے خروتر نہ تھا آپ کے فتویٰ کو حضرت عمر بن الخطابؓ امیر المومنین کے فتوؤں کے بمقام سمجھا جاتا تھا۔ اسلئے کہ دونوں کا طرز اجتہاد و انداز فتاویٰ یکساں تھا۔

بلکہ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ آپ کے وسعتِ علم، حفظِ حدیث اور علومِ نبویؐ کی چھان بین اس کی منزلت و فضل آپ کی پارسائی و تقویٰ وغیرہ خوبیاں ایسی تھیں کہ ان کے زمانے میں لوگ آپ سے پوچھتے پڑھتے تھے آپ سے علم دریافت کرتے اور اس پر عمل کرتے آپ کے پاس علم کا وہ ذخیرہ تھا جس سے بعد کے لوگوں نے روشنی پائی۔ آپ کی سیرت میں وہ زندگی تھی کہ بعد کے لوگوں میں اس سے جان آئی۔

ابوہریرہؓ فتویٰ دینے میں اقتدارِ رسولؐ کی سعی کرتے آپ کی کسی نہ کسی حدیث کو تلاش کر کے اس کے مطابق فتویٰ دیتے احکامِ رسولؐ اور فتاویٰ رسولؐ کی تلاش میں رہتے؛ ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ بلالؓ سے اسامہؓ سے ابو میمونہؓ سلمیٰ سے مدینہ کے کسی سپہ آدمی نے بیان کیا کہ ہم ابوہریرہؓ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک ایرانی عورت اپنے بچے کے ساتھ آئی اس کے شوہر نے اس کو طلاق دے دی تھی میاں بیوی دونوں کو فراموش کیا کہ آپ سے فارسی زبان میں کہا اے ابوہریرہؓ میرا شوہر مجھ سے میرے لڑکے کو چھیننا چاہتا ہے حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا قرعہ اندازی کر لو اس کو فارسی میں بتایا گیا اس کا شوہر آیا اس نے کہا کہ میرے لڑکے کو مجھ سے کون الگ کر سکتا ہے حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ بھائی یہ میں نہیں کہہ رہا ہوں میں نے خود سرکارِ دو عالم سے سنا ہے کہ آپ کے پاس ایک عورت آئی اور میں

وہاں بیٹھا ہوا تھا اس عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا شوہر چاہتا ہے کہ میرے بیٹے کو مجھ سے لے لے اس بیٹے نے مجھے نفع پہنچایا اور ابو عنبہ کے کنویں سے مجھے پانی پنایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرعہ اندازی کر لو اس پر اس کے شوہر نے کہا میرے لڑکے کو مجھ سے کون جدا کرے گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکے سے مخاطب ہو کر فرمایا یہ تمہارا باپ ہے یہ تمہاری ماں ہے تم ان دونوں میں سے جس کے ساتھ چاہو رہو لڑکے نے ماں کا ہاتھ پکڑ لیا وہ اس کو ساتھ لے گئی۔

ایک اور سند سنئے امام مالکؒ مغیری سے روایت کرتے ہیں کہ ابو ہریرہؓ سے اس مسئلے پر کہ ایک آدمی کے ذمہ ایک غلام آزاد کرنا ہے تو کیا اس میں وَلَدُ الزَّانَا ہی کو آزاد کر کے حساب چکایا جاسکتا ہے ابو ہریرہؓ نے فرمایا ہاں ہاں ہو جائے گا ہم نے اس سے پہلے بھی تمسک بالسنة کے سلسلے میں جو کچھ لکھا ہے وہاں اس قسم کے بہت سے نمونے پیش کر دیئے ہیں۔

غرض ابو ہریرہؓ کے فتاویٰ کا تفصیلی ذکر اس مختصر میں کہاں ہو سکتا ہے اور اس پر تفصیلی گفتگو بھی ہمارا مطمح نظر نہیں اتنا کہنا کافی ہے کہ جس طرح وہ مکترین حدیث میں تھے اس سے کچھ کم درجہ میں مکثر فتویٰ تھے۔ اس طرح آپ کا شمار متوسطین فی الفتویٰ میں یقیناً ہے جیسا کہ امام ابو محمد بن حزم نے لکھا ہے متوسطین فی الفتویٰ میں ابو یوسفؒ ابو ہریرہؓ امام سلمہؒ انس بن مالکؒ ابوسعید خدریؒ عثمان بن عفانؒ وغیرہ کا نام آتا ہے۔ یہ تیرہ اصحاب نبی ہیں جن میں سے ہر ایک کے فتاویٰ سے ایک مختصر یا مفصل کتاب بنائی جاسکتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ اور قضبا

ہمارے پاس اس بات کا ثبوت نہیں ہے کہ ابو ہریرہؓ کو خلفا یا امراء مدینہ میں سے کسی نے باقاعدہ قضا کا عہدہ سپرد کیا ہو لیکن یہ بات صحیح ہے کہ جب وہ بحرین کے حاکم تھے حضرت عمرؓ کے زمانے میں تھے اور مدینہ کے گورنر حضرت معاویہؓ اور مروان کے دور میں رہے تو اس وقت کے بعض ججمنٹ ہمارے سامنے ہیں یہ بھی ممکن ہے کہ بعض لوگوں نے قاضی کے ججمنٹ پر غیر مطمئن ہو کر اپیل آپ کے پاس کی ہو تاکہ آپ کی نظر ثانی سے فیصلہ کی توثیق یا تکذیب ہو سکے۔ اس لئے کہ فوجداری کا محکمہ بعد میں قائم ہوا پہلے تو صرف ایک ہی عدالت ہوتی تھی جو دیوانی و فوجداری دونوں محکموں کے کام کرتی اس فوجداری کے اختیارات اتنے وسیع تھے کہ وہ خلیفہ اور امیر کے مظالم کی تحقیق کرتا اور ان کے خلاف فیصلے دیتا یہ محکمے عبد الملک بن مروان کے زمانے تک الگ الگ رہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ابو ہریرہؓ کے زمانے میں اگر کوئی مظلوم آتا تو آپ اس کی داد رسی کرتے اس لئے کہ وہ اپنی امارت کے زمانہ میں اپنے کو ذمہ دار جانتے تھے۔

ابو ہریرہؓ کے بارے میں کسی نے ذکر نہیں کیا ہے کہ وہ باقاعدہ قاضی کسی زمانے میں بھی رہے یہ ضرور ہے کہ بعض مقدمات کا فیصلہ آپ نے فرمایا البوداؤد کی یہ بات اس کی سند میں کافی ہے وہ عمر بن خالدؓ سے بیان کرتے ہیں کہ ہم اپنے ایک دوست کو جو مفلس تھا لے کر ابو ہریرہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ

نے فرمایا اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈ میرے سامنے ہے جو مفلس و تلاش ہے یا موت ہو گئی کسی نے اس کے مال کو پالیا تو وہ اس کا مستحق ہے۔

شیوخ و تلامذہ

آپ نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اکثر حدیثیں بیان کیں اور ابو بکرؓ و عمرؓ، فضل بن عباسؓ، ابی بن کعبؓ، اسامہ بن زیدؓ، عائشہ صدیقہؓ، بصرہ بن ابی بصرہؓ سے روایت حدیث کی ہے۔

صحابہ: ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، انس بن مالکؓ، دائد بن الاسلمؓ، جابر بن عبد اللہؓ، انصاری، ابوالیوبؓ انصاری نے خود آپ سے روایتیں کی ہیں۔

تابعین: آپ سے بہتوں نے روایت حدیث کیا، اجلہ و ائمہ تابعین اسلام محدثین و کبار فقہائے امت نے آپ سے روایتیں کی ہیں مثلاً ابراہیم بن اسماعیل، ابراہیم بن عبد اللہ بن حنین، ابراہیم بن عبد اللہ ابن قاضی زہری، اسی طرح عبد اللہ بن ابراہیم، اسحاق مولی زائدہ، اسود بن ہلال، اغرب بن سلیم، اغرب بن مسلم، انس بن حکیم، اوس بن خالد، بسر بن سعید، بشیر بن نہیک، بشیر بن کعب، ثابت بن قیس زرنی، ثور بن عقیق، حمز بن عبیدہ، جعفر بن عیاض، جہان اسلمی، جلاسی، حارث، حارث بن الخلد، حریت بن قبیصہ، حسن بصری، حصین ابن الحجاج کے بارے میں بھی آپ سے روایت کرنے کی بات آتی ہے۔ بعضوں نے خالد کو بعضوں نے قعقاع کو حصین بن مصعب، حفص بن عامر بن عمر، حفص ابن عبد اللہ بن انس، حکم بن منیا، حکم بن سعد، سعید بن عبد الرحمن، زہری، نجید بن عبد الرحمن

وحید بن مالک حنظلہ بن علی جہان بن یطاع کو بھی آپ کا شاگرد بتلایا ہے۔
خالد بن عبد خالد بن علاق جناب حاجب مقصورہ حشیمہ بن عبد الرحمان
تو آپ کے شاگرد نہیں ہیں۔

زہیل بن عوف، ربیعہ الحشری، امیح الحزامی، دزارۃ بن ادنیٰ، أفر بن صعصعہ،
نخلف زیل بن ثوب، زیاد بن رباح، زیاد بن قیس، زیاد طائی، زید ابن اسلم مرسل
زید بن ابی عتاب، سالم عمری، سالم بن ابی لیید، سالم ابو الغیث، سالم مولی البقر بن،
شعیم زہری، سعد بن ہشام، سعید بن الحارث، سعید بن ابی الحسن، سعید بن حیان،
سعید مقبری، سعید بن سمعان، سعید بن عمرو بن الاشاق، سعید بن دجائہ، سعید بن
المسیب، سعید بن ابی ہند، سعید بن یسار سلمان الاغر، سلمہ بن ازرق، سلمہ بنی سلیمان
بن حبیب المہاری، سلیمان سنان، سلیمان بن یسار سنان بن ابی ستان، شقیب،
شمیر بن نہار، شداد ابو عمار، شریح بن ہانی، شفی بن ہاتح، شقیق بن سلمہ، شہر بن حوشب،
صالح بن دریم، صالح بن ابی صالح، صالح مولی التورنہ، صعصعہ بن مالک، صہیب
القواری، بھی آپ کے شاگردوں میں ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

اسی طرح ضحاک بن شریح، ضحاک بن عبد الرحمن بن عزریم، ضمنم بن ہوش
طارق بن فحاش، عامر بن سعید بن ابی وقاص، عامر بن سعد الجبلی، عامر بن شعبی
عبد اللہ بن رافع مولی ام سلمہ، عبد اللہ بن سعد مولی عائشہ، عبد اللہ بن عتبہ ہذلی،
عبد اللہ بن عمر القاری، عبد اللہ بن فردخ، عبد الرحمان ابن ابی عمرہ عبد الرحمن
بن غنم، عبد الرحمن بن مہرانی مولی ابی ہریرہ، عبد الرحمان بن ابی نعیم البجلی،
عبد الرحمن بن ہرمز اعرج۔ عردہ بن زبیر، عطاب بن ابی رباح، عطاء بن ابی علفہ

عطارد بن یسار، عمار بن ابی عمار، مولیٰ بنی ہاشم، عمر بن الحکم بن رافع، عمر بن خلدہ قاضی مدینہ عمر بن موطاء، عقبہ بن سعید بن العاص، عوف بن حارث، رضیع عائشہ، قاسم بن محمد قبصہ بن ذویب، کثیر بن مرہ سور بن ابی ہریرہ، محمد بن سیرین، محمد بن کعب القرظی، محمد بن مسلم ازہری، بالواسطہ شاگرد ہیں محمد بن المنکدر، مروان بن الحکم، مضارب بن حزن سلول نے آپ کو دیکھا نہ تھا مگر روایت کرتے تھے۔ میمون ہمران مینا مولیٰ عبد الرحمن بن عوف، نافع بن جبیر، نافع ابن عباس، مولیٰ ابی قتادہ ہمام بن منبہ، جن کے صحیفہ صحیحہ کا ذکر ابھی گذرا۔ یحییٰ بن عبدہ، یحییٰ بن ابی صالح، یزید بن ہریرہ، مولیٰ بن مرہ یوسف بن ماہک۔ (رضی اللہ عنہم)

اسی طرح ابو ادیس، خولانی، ابو اسحاق مولیٰ بنی ہاشم، ابو بکر بن عبد الرحمن، ابو جعفر مدنی باقی اگر روایت کرتے ہیں تو ان کی روایت مرسل ہے۔ ابو ذر بن ازدی۔ ابو ذر عنہ بجلی، ابو سعید مقبری۔ ابو صالح سمائی، ابو عثمان ہندی، ابو ذر عنہ مولیٰ عائشہ، ابو یونس مولیٰ ابی ہریرہ۔ ابن مکرز شامی۔ رضی اللہ عنہم اجمعین مومنات میں کریمہ ابی حساس، ام دردار، صغریٰ اور آپ کے بعد بہتوں نے آپ سے روایت کی ان میں سے اکثر نے ابو ہریرہؓ سے براہ راست حدیثیں لی ہیں۔

بخاریؒ نے لکھا ہے کہ آپ سے روایت کرنے والے شاگردوں کی تعداد آٹھ سو سے زیادہ ہے یہ صحابہ تابعین سے لے کر اس دور تک کے لوگوں کا شمار ہے جنہوں نے آپ کی شاگردی کا شرف بلادِ اوسطہ یا بلادِ اوسطہ حاصل کیا۔

آپ کی حدیثوں کی تعداد

ہم اس سے پہلے بتا چکے ہیں کہ ابو ہریرہؓ صحابہ میں سب سے زیادہ کثیر الحدیث ہیں اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے اس لئے کہ ہم نے ابو ہریرہؓ کا تعلق آپ کے ساتھ دن رات کا قیام آپ کے علم سے تعلق آپ میں جستجوئے علم اور اس کی لگن آپ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے تکلف سوال کرنے کی عادت آپ کا ان احادیث کو یاد کرتے تکرار کرنے کا شغف کسی موقع کو ضائع نہ ہونے دینا آپ کی انتھک کوشش اور اسی کام میں مگن رہنا۔ اس کے ساتھ لگن ہمارے سامنے ہے اس لئے ہم کو ان کی احادیث کی کثرت پر ذرا بھی تعجب نہیں ہوتا۔ آپ کا اسی مقصد حدیث کے سلسلے میں شام و عراق، بحرین، حجاز کا سفر کرنا ان سب باتوں کو سامنے رکھ کر ہم نے بلاچون و چیرا تسلیم کر لیا ہے کہ آپ نے صحابہ میں سب سے زیادہ حدیثیں بیان فرمائی آپ کی طرف امت نے ہمیشہ نظر احترام سے دیکھا آپ کی قدر کی آپ کی طرف ہر زمانے میں مسلمانوں کا رجوع رہا۔

آپ کی حدیثیں ائمہ حفاظ میں سے اکثر نے یاد کی ہیں خواہ ان علمائے حدیث کا تعلق مسند نگاری سے ہو کہ صحاح و سنن معاجم اور مصنفات سے ہو ہر جگہ آپ کی روایات ملتی ہیں۔ بلکہ یوں کہنا صحیح ہے کہ احادیث کی ہر قابل اعتماد کتاب میں اس جلیل القدر صحابی کی روایت کا دفر ذخیرہ ملتا ہے۔

آپ کی احادیث کسی خاص شعبہ زندگی کسی مخصوص دینی فکر سے تعلق نہیں رکھتی بلکہ فقہ عقائد عبادات معاملات جہاد سیرت مناقب تفسیر نکاح ادب دعوات رقائق ذکر و تسبیحات غرض ہر باب میں اس کا ایک ذخیرہ موجود ہے۔ امام احمد بن حنبل نے ہی آپ کی روایت ۳۸۴۸ اپنی مسند میں ذکر کی ہیں ان میں مکرر بھی کافی ہیں جو لفظاً اور معناً دونوں حیثیت سے مکرر ہیں مگر مکررات کو نکالنے کے بعد بھی بڑی خاصی تعداد ان احادیث کی باقی رہ جاتی ہے۔

امام بقی بن غلام ۲۰۱-۲۵۷ھ نے اپنی مسند میں ۵۳۷ حدیثیں روایت کی ہیں حدیث کی جمع مستند کتابوں میں امام مالک کے موطا کے ساتھ ساتھ ۲۲۱۸ حدیثیں آپ سے نقل ہیں ان میں سے اکثر وہ ہیں جن کا سب سے ذکر کیا ہے بعض وہ ہیں جس میں بعض منفرد نظر آتے ہیں۔

بخاری و مسلم میں ۶۰۹ حدیث جس میں ۳۲۶ میں دونوں متفق ہیں ۹۳ حدیث کا صرف بخاری نے ذکر کیا ہے اور مسلم نے ۱۹۰ حدیثیں ذکر کی ہیں جن کا بخاری کو پتہ نہیں۔

اسی طرح سنن اربعہ اور موطا امام مالک میں ۱۶۰۹ ایسی حدیثیں ہیں جن پر ان ائمہ حدیث نے اتفاق کیا ہے اور کچھ میں انفرادیت بھی ہے۔ ابواسحاق ابراہیم بن حرب عسکری متوفی ۲۸۲ھ نے مسند ابوہریرہؓ جس کا نسخہ خزائنہ کو میری ترکی میں موجود ہے اس میں احادیث ابوہریرہؓ کا ایک ذخیرہ موجود ہے۔

اگلے صفحات میں ان کے مرویات کے نمونے پیش کئے جا رہے ہیں۔

نمونہ مرویات

حضرت ابو ہریرہؓ کی مرویات کی کثرت آپ کی یادداشت اور حدیثوں کے اچھے بُرے قوی و ضعیف کی پہچان حدیثوں کے الفاظ کی حفاظت کا حال معلوم ہو چکا۔ اگر موقع ہوتا تو آپ کی ساری مرویات جو حدیث کی امہات کتب میں ہیں ان کے دوسرے طریقوں سے بیان کا مقابلہ اور روایت کے الفاظ کے اختلافات اور دوسرے صحابہ کی مرویات سے یکسانیت و اختلاف سمجھی چیزوں کو اکٹھا کیا جاتا اسے کاش یہ ہو جاتا تو اس سے امت کو عظیم فائدہ پہونچتا اور اس سے حدیثوں کی یختگی اور تنہیت میں اضافہ کے ساتھ ساتھ راوی اسلام حضرت ابو ہریرہؓ کی عظمت اِلقان اور وسعت علم میں چار چاند لگ جاتے مگر اس کے لئے کم از کم بیس سے زائد جلدوں میں کام کو پھیلانا ہوگا اور یہاں اس کا بیان کرنا ایک بے جوڑ سی بات ہوگی اس لئے ہم ان نمونوں پر اکتفا کریں گے جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرمائی ہے اور ائمہ حدیث نے اپنی کتابوں میں ان کا ذکر کیا ہے۔ ان کتابوں سے ہم نمونے کے طور پر تین چار حدیثوں کا ذکر کریں گے اگرچہ یہ نمونے ابو ہریرہؓ کی مرویات کا ایک مختصر خاکہ بھی نہ ہوں گے۔

(۱) امام مالک کی بیان کردہ حدیث موطاء

مالکؒ نے زنا سے اور انہوں نے اعرج سے اعرج نے ابو ہریرہؓ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گرمی کے شدت کے موقعہ

پر نماز ٹھنڈی کر کے پڑھا کر داس لئے کہ گرمی جہنم کی لپٹ ہے۔

مالکؒ نے ابن شہاب سے اور انھوں نے سعید بن مسیب سے ابو ہریرہؓ کے وساطت سے یہ روایت کی ہے کہ اگر کسی مسلمان کے تین بچے انتقال کر چکے ہوں تو اسے جہنم کی گزند نہ پہنچے گی مگر قسم کو نبھانے کے لئے۔

مالکؒ نے ابو الزناد سے انھوں نے اعرج سے اور اعرج نے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا اس پر رحمت کی نظر نہ کرے گا جس نے اپنا ازار کبر کے انداز میں لٹکایا ہو۔

مالک نے ابن شہاب سے انھوں نے سعید بن المسیب سے روایت کیا کہ میں نے حضرت ابو ہریرہؓ کو بیان کرتے سنا کہ پیغمبر خدا نے فرمایا۔ مدفون خزانے میں پانچواں حصہ خدا کا ہے۔

(۲) مخرجات امام احمدؒ۔

خدا نے اپنے راستے میں جہاد کے لئے نکلنے والے کے بارے میں یہ اعلانیہ مغفرت جاری فرمایا۔ کہ جو میرے راستے میں جہاد کے لئے نکلا۔ مجھ پر یقین کرتے ہوئے۔ میرے رسول کو سچا جانتے ہوئے تو میرے ذمہ ہے کہ میں اسے جنت میں داخل کروں یا اس کے مسکن تک جہاں سے وہ میری راہ میں جہاد کے لئے نکلا ہے واپس لوٹا دوں اس کے ساتھ ہوگا جو ہونا ہے اجر اور مال غنیمت اور قسم اس کی جس کے قبضے میں محمدؐ کی جان ہے کہ خدا کے راہ میں زخمی ہونے والا کوئی ایسا زخمی نہ ہوگا جو قیامت کے دن اپنے انھیں زخموں کے ساتھ نہ آئے گا اس کے زخموں سے خون ٹپک رہا ہوگا مگر ان زخموں سے مشک کی

خوشبو نکل رہی ہوگی۔ قسم اس کی جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے اگر مسلمانوں کو یہ گراں نہ گذرتا تو میں کسی جہاد کرنے والے فوجی دستہ تک بھی بھیجے نہ رہتا۔ لیکن گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے لوگ میری اتباع کرتے ہیں اور ان کا جی نہیں چاہتا تو وہ میرے بعد مختلف کرتے ہیں۔ اور قسم اس کی جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے کہ میرا جی چاہتا رہتا ہے کہ میں خدا کی راہ میں جہاد کروں اور شہید ہو جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں اور جہاد کروں اور پھر شہید کیا جاؤں پھر زندہ ہو کر جہاد کروں پھر شہید کیا جاؤں۔

الوکال نے ابراہیم بن اسعد سے انھوں نے ابن شہاب سے اور انھوں نے عبداللہ بن عبداللہ سے انھوں نے ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص جو لوگوں کو قرض میں رقمیں دیتا تھا۔ اس نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اگر کسی کو تنگ حال دیکھو تو اس سے درگزر کی پالیسی اختیار کرو ممکن ہے اس کی برکت سے خدا ہم سے بھی درگزر فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ موت کے بعد خدا کے سامنے پیش ہوا تو خدا نے بھی اس سے درگزر فرمایا۔

ابو معاویہ نے اعمش سے انھوں نے ابو صالح سے انھوں نے ابو ہریرہؓ سے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا جس نے کسی دھار دار حیرے خود کشی کی تو قیامت کے دن اسی آلہ کے ساتھ آئے گا وہ اپنے شکم میں اس آلہ کو پیوست کرتا ہوگا۔ جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہے گا اور جس نے اپنے کوزہ ہر سے ہلاک کیا تو زہر ہاتھ میں ہوگا اور اس کے گھونٹ حلق سے اتارتا ہوگا جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہے گا اگر کسی پہاڑی سے اپنے کو گر کر ہلاک کیا تو جہنم میں اپنے

کو بلندی سے ہلاک کرتا رہے گا یہ عذاب جہنم اس پر ہمیشہ کے لئے ہوگا۔

محمد بن جعفر نے شعبہ سے انھوں نے منصور سے انھوں نے ابوعثمان سے انھوں نے ابوہریرہؓ سے کہ فرماتے تھے جناب نبی کریم صادق مصدق ابوالقاسم کو ٹھہری دلے صلی اللہ علیہ وسلم کہ رحمت سے شقی بھی محروم نہ ہوگا۔

بشیم نے عمر بن ابوسلمہ سے انھوں نے اپنے والد سے انھوں نے ابوہریرہؓ

سے روایت کیا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ نکاح کی اجازت میں باکو کا حکم ضروری ہے اور شیبہ کے نکاح میں اس کا مشورہ کافی ہے لوگوں نے عرض کیا کہ اے رسول خدا باکو تو شربلی ہوتی ہے وہ کیسے امر کرے گی آپ نے فرمایا چپ تو رہے گی یہی چپ اُس کی جانب سے اجازت ہوگی لڑکیوں کی شادی کے بارے میں اب اس سے زیادہ کیا روایت ہوگی۔ اس سے اس بات کا بھی علم ہوا کہ جو ان لڑکیوں کو اسلام اُن کی مرضی کے خلاف مزاج نکاح کرنے سے روکتا ہے اس لئے ولی جو ان لڑکیوں سے سوال اور مشورہ کریں اس میں دانش ہی دانش ہے۔

مرویات بخاری

مسند نے طویل سند کے بعد حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات قسم کے لوگوں کو خدا اس دن جب کہ کوئی سایہ نہ ہوگا اپنے سایہ میں رکھیں گے۔ منصف امیر، جو ان جو خدا کی عبادت میں پروان چڑھا، وہ آدمی جس کا دل ہر وقت مسجد میں لگا رہتا ہے اور وہ اشخاص جو خدا کی محبت میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی سعی کریں خدا کی

محبت انکو اکٹھا کرے اور اس کی محبت ہی انھیں الگ کر دے، وہ آدمی جو خدا کی راہ میں مال خرچ کرتا ہو اس انداز میں کہ اس کے سوا کوئی اس صدقہ کو بھانپ بھی نہیں سکتا، وہ شخص تنہائی میں یاد خدا کرے اس کی آنکھیں فرط محبت سے آپ کو پا جائیں۔

یحییٰ بن بکیر نے سند طویل کے ساتھ حضرت ابو ہریرہؓ سے بیان کیا کہ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا تجارت میں قسم اصل کو ختم کر دیتی ہے اور برکت کو مٹا دیتی ہے۔ سامان بیچنے کے لئے جو قسم اس کے بھاڑ بھانے کے لئے تقسیم کی حدیث میں ممانعت موجود ہے۔

ابو الیمان نے سند بخاری کے ساتھ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو عورتیں تھیں ساتھ ساتھ ان دونوں کے بچے بھی ان کے ساتھ تھے بھیڑیا آیا اور ان بچوں میں سے ایک کو لے بھاگا اب آپس میں ایک دوسرے سے برسریکا رہیں یہ کہتی کہ تمہارے بیٹے کو لے گیا وہ کہتی تمہارے بیٹے کو لے گیا دونوں حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں فیصلہ کے لئے حاضر ہوئیں اور اپنی رام کہانی سنائی آپ نے فرمایا چھری لاؤ دونوں کو آدھا آدھا کر کے دے دو ان عورتوں میں سے جو ذرا چھوٹی تھی اس نے کہا خدا آپ پر رحم کرے آپ ایسا نہ کریں آپ اسی کو دے دیں آپ نے فیصلہ چھوٹی عورت کے حق میں دیا اور اس کو اپنا لڑکا مل گیا۔ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ سکیں کا لفظ پہلی مرتبہ میرے کانوں نے سنا اس لئے کہ ہم اس سے پہلے فدیہ کہا کرتے تھے۔

ابو ابن ربیع نے بخاری کی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ روایت نقل کی منافق کی تین نشانیاں ہیں جب گفتگو کرے تو جھوٹ بولے اور وعدہ کرے تو بد عہدی کرے اور جب امانت رکھے تو اس میں خیانت کرے۔
مرویاتِ مسلمؒ

ابو بکر بن ابی شیبہ و یحییٰ بن تمیمی نے مسلم کی سند کے ساتھ حدیث بیان کی جس میں الفاظ یحییٰ بن یحییٰ کے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی مومن کا کوئی دنیاوی غم دور کیا تو خدا نے پاک اس سے آخرت کا غم دور کریں گے۔ اور جس نے کسی تنگ حال کی تنگ حالی دور کر دی اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت دونوں جگہ اس کی تنگ حالی کو دور فرما دیں گے۔ اور جو کسی مسلمان کو خوش کرے گا خدا اس کو دنیا و آخرت میں خوش کریں گے۔ باری تعالیٰ ہر وہ مسدود اپنے بندے کی کریں گے جو بندہ اپنے کسی بھائی کے سلسلے میں کرے گا۔ اگر کوئی راستہ اس لئے طے کرے کہ وہ کچھ علم لے گا تو خدا اس کا راستہ جنت کے رخ پر آسان کر دے گا۔ خدا کے کسی گھر میں لوگ جمع ہو کر تلاوت قرآن کریں اور اس کو سیکھیں سکھائیں تو ان پر خدا کی جانب سے سکینہ کا نزول ہوتا ہے ان پر رحمت کا سایہ ہو جاتا ہے ملائکہ اپنا پر بچھا دیتے ہیں اور خدا نے تعالیٰ اپنے فرشتوں میں ان کا ذکر کرتے ہیں۔ جو عمل میں سست ہوگا اس کی نسبت اسے تیز نہیں کر سکتی ہے۔

زہر بن حرب مسلم کی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کرتے

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی نے کسی بات پر قسم کھائی اس کے بعد اُسے قسم کھائی ہوئی بات کے علاوہ خیر معلوم ہو تو اس کو خیر ہی پر عمل کرنا چاہئے اور قسم کا کفارہ دے دینا چاہئے۔

ابو بکر بن ابی شیبہ مسلم کی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کرتے ہیں اور یہ حدیث رسول حضرت ابو بکر صدیقؓ کی ہے انھوں نے ابو ہریرہؓ سے بیان کیا کہ تین قسم کے لوگوں سے نہ تو خدا قیامت کے دن گفتگو فرمائیں گے نہ ان کی طرف نظر کرم ہوگی۔ ایک وہ شخص جس کے پاس پانی کی ضرورت سے زیادہ مقدار پلے آب و گیاہ میدان میں ہو اور مسافر پیاس سے تڑپ رہا ہو اسے وہ پانی نہ دے دوسرے وہ جس نے بازار اٹھتے اٹھتے کوئی سامان تجارت یہ قسم کھا کر کرہ اتنے کی خرید ہے اس نے سچ سمجھ کر اٹھتے بازار مال تجارت لے لیا حالانکہ اس کی یہ بات صبح نہ تھی پھر ایسا شخص جس نے کسی امام کے ہاتھ پر دنیا کے لئے سبقت کی اگر اس کو دنیا مل گئی تو اس کے ساتھ وفاداری اور نہ ملی تو غدار کی۔

مرویات ابو داؤد

عبد اللہ بن محمد نقیلى ابو داؤد کی سند کے ساتھ ابو ہریرہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی عورت کی شادی اس کے چچا سے جائز نہیں ہے اور نہ چچا اپنی بھینجی سے بیاہ کرنے کا مجاز ہے۔ نہ کوئی عورت اپنے ماموں سے نکاح کر سکتی ہے نہ کوئی ماموں اپنی بھانجی سے نکاح کا جواز رکھتا ہے نہ بڑی بہن کے نکاح میں ہوتے چھوٹی بہن سے

نہ چھوٹی بہن کے نکاح میں ہوتے بڑی بہن سے۔

احمد بن ابوبکر ابوداؤد کی سند کے ساتھ روایت کیا کہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھانے والے کے حق میں خلافِ شاہد ہوتے ہوئے فیصلہ عنایت فرمایا۔

محمد بن یحییٰ فارسی نے ابوداؤد کی سند کے ساتھ ابوہریرہؓ سے بیان کیا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین تقسیم کر کے اس کی احاطہ بندی کر لی جائے تو اس میں شفعہ نہیں چلتا۔

عبدالواحد بن زیاد نے ابوداؤد کی سند سے ابوہریرہؓ سے روایت کیا کہ ایک شخص نے پیغمبر خدا سے پوچھا کہ کون سا صدقہ عمدہ ہے یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا صدقہ اس وقت کہ تم مال کو حوصلہ کی نظر سے دیکھ رہے ہو تمہیں زندگی کی توقع ہو اور اور غریب و محتاج ہونے کا ڈر ہو۔ اور جب تمہیں زندگی مہلت نہ دیتی ہو گلے میں جان اٹکی ہو اس وقت تو کہے کہ یہ رقم فلاں جگہ اور فلاں کو دے دی جائے تو یہ صدقہ نہیں ہے۔

مرویاتِ ترمذی

ابویوسفی محمد بن المثنیٰ نے ترمذی کی سند سے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا ترک نہیں کیا تو ایسے کا کھانا چھوڑنے پانی چھوڑنے سے خدا کو کوئی دلچسپی نہیں ہے ابو عیسیٰ نے اس حدیث کو حسن و صحیح بتایا ہے۔

محمد بن عمر بن علی مقدمی نے ترمذی کی سند سے روایت کیا کہ ابوہریرہؓ نے

بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کرتے تو اپنی سواری پر سوار ہوتے اور انگلی کو پھیلاتے ہوئے یہ دعا پڑھتے: *بِسْمِ اللّٰهِ* شعبہ نے بھی اپنی انگلی پھیلا کر اس حدیث کو ابو ہریرہؓ سے روایت کیا کہ اے خدا آپ سفر میں ہمارے ہمدرد ہیں۔ اور گھر بار کے جانکار ہیں اے خدا خیر خواہی کو ہمارے ساتھ کر دیجئے اور اپنی نگرانی میں واپس لائیے، اے خدا زمین کو ہمارے لئے تہ کر دیجئے اور سفر ہم پر آسان کر دیجئے اے خدا میں سفر کی مشقت سے پناہ مانگتا ہوں اور زبوں حالی میں واپسی سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔

صفوان بن عیسیٰ نے ترمذی کی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین نصیحت ہے (خیر خواہی ہے) آپ نے تین بار فرمایا لوگوں نے عرض کیا کس کے لئے خیر خواہی آپ نے فرمایا اللہ کے بندے کیلئے، اس کی کتاب کے لئے، ائمہ مسلمین کے لئے اور عامۃ المسلمین کے لئے ترمذی نے اسے حسن صحیح کا درجہ دیا ہے۔

حمید بن سعدہ نے ترمذی کی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا کہ خدا کو غیرت آتی ہے اور مومن کو غیرت آتی ہے خدا کو غیرت اس پر آتی ہے کہ مومن تک حرام چیز لائی جائے۔

مرویات نسائیؒ

قتیبہ نے نسائی کی سند سے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بتاؤ کہ تم میں سے کسی کے دروازے پر دریا بہہ رہا ہو اور ہر روز پانچ مرتبہ نہاے تو کیا کوئی میل اس کے جسم پر باقی رہ جائیگا

سب نے جواب دیا کہ کوئی میل ناپاکی نہ رہے گی آپ نے فرمایا یہی حال نماز پنجگانہ کا ہے کہ خدا اس کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

محمد بن رافع نسائی کی سند کے ساتھ ابو ہریرہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص نے پیغمبر خدا سے دریافت کیا کہ اے رسول خدا کون سا عمل بہتر ہے آپ نے فرمایا ایمان باللہ پھر اس نے کہا اس کے بعد کس کا درجہ ہے آپ نے فرمایا جہاد فی سبیل اللہ پھر اس نے کہا اس کے بعد کیا افضل ہے آپ نے فرمایا حج مبرورہ احمد بن عمرو بن السرح نے نسائی کی سند کے ساتھ بیان کیا کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ ہذیل کی دو عورتوں نے پیغمبر خدا کے زمانے میں ایک دوسرے پر تیر اندازی کی جس سے ایک عورت کے پیٹ کا بچہ مر گیا تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دیت ایک غلام مقرر فرمائی یہ مملوک نہ ہو کہ مادہ کسی سے بھی کام پورا ہو جائے گا۔

یونس بن عبد الاعلیٰ فرماتے ہیں نسائی کی سند سے ابو ہریرہؓ تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا اگر کوئی مومن قرض دار مرتا تو وارثان سے پوچھتے کہ اس نے کوئی ملکیت قرض کی ادائیگی کے لئے چھوڑی ہے اگر لوگ کہتے کہ ہاں موجود ہے تو آپؐ نماز جنازہ خود پڑھاتے اگر لوگ کہتے کہ قرض کی ادائیگی کی کوئی سبیل نہیں ہے تو آپؐ فرماتے آپ لوگ اس کا جنازہ پڑھ لیں لیکن جب آپؐ کے جیتے جی فتوحات ہونے لگیں تو آپؐ نے فرمایا اَنَا اَدُلُّ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ جو مر گیا اور پیچھے قرض چھوڑا تو میں اس کا دین دار ہوں اور جس نے موت کے بعد مال چھوڑا تو وہ اس کے وارثین کے لئے ہے۔ سند ہی نے

بیان کیا کہ ابتداءً آپ نے مقروض کی نماز جنازہ پڑھانا چھوڑ دیا تھا جس کا مقصد قرضداروں کو قرض کی ادائیگی میں تساہل پر متنبہ کرنا تھا یا اس کی ادائیگی جو بد عہدیاں ہوتی ہیں اس کو چھڑانا مقصود تھا لیکن جب دولت اسلامی مضبوط ہو گئی مسلمانوں کے دل میں اسلام گھر کر گیا اور دین حنیف آئیڈیل بن کر سامنے آ گیا۔ تو مسلمان عموماً قرض نہ لیتے یا لیتے تو بڑی ضرورت کے موقعہ پر اور قرض لے کر اس کی ادائیگی میں کسی قسم کے تساہل و تغافل کو روانہ رکھتے تھے اور خود پیمبر خدا اس قرض کی ادائیگی اسلامی اسٹیٹ کی طرف سے فرماتے اگر آپ کو یقین ہو جاتا کہ متوفی اپنی غربت اور فقر کی وجہ سے موت سے پہلے اس قرض کو ادا نہ کر سکا اور مسلمانوں کا تو یونہی بہتر حال تھا خود با عزت تھے اور ان کے نفوس میں مکرمیت تھی وہ کسی کے مال کو تلف ہونا کیسے پسند کرتے اور خود اس کے نہ دینے کی بات تو وہ سوچ ہی نہیں سکتے تھے اس مثال سے قرضوں کے اجتماعی ثقافت پر روشنی پڑتی ہے اور امت کے مابین ایک دوسرے کے تعاون کا جواز معلوم ہوتا ہے یہ دلیل واضح ہے کہ شریعت اسلامی ہر فروامت کی زندگی کے گذران اور با عزت زندگی کی پوری طرح ذمہ دار ہے۔

ہرویات ابن ماجہ

عبدالرحمن بن ابراہیم ابن ماجہ کی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام کی ابتداء اجنبیت کے ساتھ ہوئی اور ترقیات کے بعد آخر میں بھی اجنبی ہی رہے گا، مبارک ہیں وہ اجنبی جو اس اجنبی سے تعلق و ہمدردی رکھیں گے۔

ابو کریب نے ابن ماجہ کی سند کے ساتھ ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ آیت اہل قبا کی مدح میں نازل ہوئی اس قبا میں ایسے لوگ ہیں جو خوب پاکیزہ رہنا پسند کرتے ہیں خدا بھی پاکیزگی پسند کو پسند کرتا ہے آپ نے فرمایا کہ اہل قبا پانی سے استنجا کرتے تھے اس لئے خدا نے ان کی پاکی کا اعلان فرمایا اور اپنی پسندیدگی کی سند عطا کی۔

ابو بکر بن شبیبہ نے ابن ماجہ کی سند کے ساتھ ابو ہریرہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کا ہر عمل حسن دس سے لے کر سات سو گنا تک اور اس سے بھی زیادہ نیکی شمار کیا جاتا ہے لیکن روزے کے لئے خدا نے فرمایا کہ روزہ میرے لئے ہے اور میں اسکی جزا دوں گا۔ اس لئے کہ بندے نے اپنا کھانا دوسری خواہشات میرے لئے ترک کیں۔ روزہ دار دُور مسرتوں سے دوچار ہوتا ہے ایک فرحت روزہ افطار کرنے کے وقت دوسری خدا کے دیدار کے وقت اور روزہ دار کے منہ کی بوجھ کھانا نہ کھانے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے خدا کے نزدیک مُشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

ان نمونوں پر اکتفا کرتے ہوئے ہمارا مقصد یہ تھا کہ آپ جان لیں کہ مرویات ابو ہریرہؓ کو اصحاب ستہ نے بھی اپنی کتابوں میں لیا ہے اصحاب مسند و صحاح نے بھی لیا ہے اور حاکم وغیرہ نے مستدرک میں بھی ان کا ذکر کیا ہے۔

أَصْحُ الطُّرُق

ابن المدینی نے بیان کیا کہ مطلقاً آپ کی اسناد حدیث میں سب سے صحیح حماد ابن زید عن ایوب عن محمد بن سیرین عن ابی ہریرہؓ ہے۔

سلیمان بن داؤد نے اصح الاسانید یحییٰ بن ابی کثیر عن ابی سلمہ عن ابی ہریرہؓ کو تسلیم کیا ہے اور احادیث کی روایت میں صحیح ترین عن الزہری عن سعید بن المسیب عن ابی ہریرہؓ ہے۔ اور عن ابی الزناد عن الاعرج عبد الرحمن بن ہریر عن ابی ہریرہؓ ہے۔

ابن عون و ایوب عن ابن سیرین عن ابی ہریرہؓ ہے۔

ان اسانید صحیحہ میں اس سند کا بھی اضافہ کیجئے جسے احمد بن شاکر نے اس کو صحیح ترین کہا ہے جس میں مالک عن الزہری عن سعید ابن المسیب عن ابی ہریرہؓ ہے اس لئے کہ راوی اس میں عمدہ درجے کے ہیں علماء نے ان کو خوب مانا ہے اور ان کو اس علم میں امام تسلیم کیا ہے۔

دوسری سند سفیان بن عیینہ عن الزہری عن سعید بن المسیب عن ابی ہریرہؓ ہے۔

تیسری سند معمر عن الزہری عن سعید بن المسیب عن ابی ہریرہؓ ہے۔
 چوتھی سند حماد بن زید عن ایوب عن محمد بن سہب عن ابی ہریرہؓ ہے۔
 پانچویں سند اسماعیل بن ابی حکم عن سعید بن سفیان الحضرمی عن ابی ہریرہؓ ہے۔
 چھٹی سند معمر عن ہمام بن منبہ عن ابی ہریرہؓ ہے ان سب کو احمد شاکر نے اعلیٰ
 سندوں میں تسلیم کیا ہے۔

ثنا بر ابو ہریرہؓ

خود جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ کے بارے میں
 جن خیالات کا اظہار فرمایا وہ آپ کی سب سے بڑی ثنا ہے۔ چنانچہ آپ نے
 فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمدؐ کی جان ہے۔ مجھے یقین ہے کہ سب
 سے پہلے جس نے میری امت میں اس بارے میں سوال کیا وہ تمہاری ذات
 ہے۔ تم میں حصول علم سے غیر معمولی تعلق و شیفتگی ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ مجھے خیال تھا اس بات کے بارے میں تم سے
 پہلے مجھ سے کوئی دریافت نہ کرے گا۔ اس لئے کہ تم حصول علم کے حربے ہو۔
 ابو سعید خدریؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے ابو ہریرہؓ
 علم کا کوئی تھلا ہے۔

زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ اس موقع پر ہم نے عرض کیا اے رسول خدا
 ہم بھی خدا سے ناقابل فراموش علم کے طالب ہیں آپ نے فرمایا تم سے پہلے یہ
 دوسے نوجوان اس کی منظوری لے چکا ہے۔

خود حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مجھ سے زیادہ کوئی حدیث بیان کرنے والا نہیں صرف عبداللہ بن عمرو بن العاص ہیں اس لئے کہ وہ فرمودہ رسول کو لکھ لیتے تھے اور میں لکھتا نہ تھا۔

حضرت فاروق اعظمؓ نے ابو ہریرہؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بکثرت حدیثیں بیان کرنے سے روک دیا تھا اسی طرح آپؐ نے بہت سے دوسرے صحابہ کو بھی اس سے روک دیا تھا۔ اس لئے کہ حضرت عمرؓ اور دیگر بہت سے صحابہ کی بالیسی کم کوئی حدیث تھی۔ اس لئے کہ کثرت حدیث میں خطا کا احتمال زیادہ تھا دوسرے ابتداءً قرآن اور احادیث رسول کے گڈ ٹھونے کا اندیشہ تھا پھر بھی فاروق اعظمؓ نے ابو ہریرہؓ کا تقویٰ احتیاط حدیث گوئی دیکھ کر اجازت دے دی تھی۔ ذہبی نے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا کہ فاروق اعظمؓ کو میری حدیث پہونچی تو آپؐ نے مجھے بلا بھیجا اور فرمایا کہ تم اس دن تھے جب ہم فلاں کے مکان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھے۔ میں نے کہا ہاں اور آپؐ نے یہ بات جس مقصد کے تحت چھیڑی ہے مجھے وہ بھی معلوم ہے آپؐ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کہا کہ میں نے کیوں پوچھا میں نے کہا کہ پیغمبر خدا نے اس دن فرمایا جو میری طرف کسی جھوٹ کی نسبت جان بوجھ کر کرے گا اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے۔ آپؐ نے فرمایا یاد آگیا اب میں تم کو حدیث بیان کرنے سے نہیں روکتا جاؤ حدیث بیان کرتے رہو ایک دوسری حدیث میں ہے اب تم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کرو۔ جب چاہو جیسے چاہو جتنی چاہو۔

یہ جھوٹ حضرت فاروق اعظمؓ کی طرف سے دستاویز ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ

کو آپ نے عنایت فرمائی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں ابوہریرہؓ تم ہم میں سب سے زیادہ پیمر خدا کے ساتھ ساتھ رہے اور سب سے زیادہ حدیث کے واقف کار تھے۔

ابن عمرؓ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ ابوہریرہؓ جو بیان کرتے ہیں اس میں کسی بات سے آپ کو انکار تو نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں انھوں نے یا مردی سے کام لیا اور ہم نے کم ہمتی کا ثبوت دیا۔ ایک دوسری روایت میں ہے ابوہریرہؓ مجھ سے اچھے ہیں اور جو حدیث بیان کرتے ہیں اس کے گرد و پیش سے خوب واقف ہیں اور آپ کو دعائے مغفرت و رحمت سے بکثرت نوازتے اور فرماتے کہ ابوہریرہؓ وہ ہیں جنھوں نے احادیث رسولؐ کو یاد کر کے مسلمانوں تک پہنچایا۔ حضرت ابی بن کعب فرماتے ہیں کہ ابوہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے تکلف تھے آپ سے ایسی باتیں دریافت کر لیتے جن کو ہم دریافت کرنے کی سوچتے رہتے۔

حضرت صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ اپنی روایت حدیث میں صحیح ہیں حضرت صدیقہؓ کا یہ جملہ اس موقع پر ہے جب جنازے کی مشائعت پر ثواب والی حدیث ابوہریرہؓ نے بھیجی اور فاروق اعظمؓ نے اس کی تصدیق حضرت صدیقہؓ سے چاہی تھی۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ فرماتے ہیں اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ابوہریرہؓ نے وہ ساری باتیں جس میں جو ہم آپ سے نہ سُن سکے۔ دوسری روایت میں ہے کہ سنا تو ہم نے بھی انھیں کی طرح مگر ہم نے بھلا دیا انھیں یاد رہیں۔

زید بن ثابت سے کسی نے کوئی بات پوچھی تو آپ نے فرمایا ابوہریرہؓ سے دریافت کر لو ایک شخص ابن عباسؓ کی خدمت میں ایک مسئلہ لے کر آیا تو ابن عباسؓ نے فرمایا ابوہریرہؓ مسئلہ بتادو اس لئے کہ ایک مشکل مسئلہ ہے۔

مردان بن حکم نے مرض الموت میں آپ کی عیادت کی اور اس کا اعلان کیا کہ میں نے آپ کو بڑا عالم پایا اس وقت حضرت ابوہریرہؓ دعا فرما رہے تھے کہ اے خدا میں آپ سے ملنا پسند کرتا ہوں آپ بھی اس ملاقات کو پسند کریں۔ کعب احبار فرماتے ہیں توراۃ کو باقاعدہ نہ پڑھتے ہوئے لوگوں میں مجھے ابوہریرہؓ سے زیادہ کوئی توراۃ کا عالم نظر نہیں آیا۔

محمد بن عمارہ بن عمرو بن حزم فرماتے ہیں آج مجھے معلوم ہو گیا کہ ابوہریرہؓ سب سے بڑے حافظ ہیں یہ اس موقعہ کا ذکر ہے کہ مذاکرہ حدیث کی ایک مجلس میں جس میں مشائخ اجلہ صحابہ موجود تھے آپ ان کی موجودگی میں حدیث بیان کرتے ان میں سے بہت سے اس حدیث سے واقف نہ تھے آپ سے دوبارہ سنتے اور یاد کرتے۔

ابوصالح سماق نے بیان کیا کہ ابوہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سب سے زیادہ حدیث کے حافظ تھے۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ابوہریرہؓ صحابہ میں سب سے افضل بھی تھے ہاں اس کا مطلب صرف یہ نکلتا ہے کہ حدیثیں یاد رکھتے ہیں وہ سب سے بڑھے ہوئے تھے۔

سیر بن النزاری ابو محمد یحییٰ ابن سیرین حضرت ابوہریرہؓ کے جلالت

علم سے واقف تھے اپنے صاحبزادوں کو حضرت ابوہریرہؓ کے پاس طلب حدیث کے لئے بھیجتے تھے حالانکہ اس دور میں صحابہ کا ایک بڑا جرگہ موجود تھا اس کے باوجود آپ کے پاس بھیجنا آپ کی شہرت آپ کے حفظ آپ کی پارسائی حدیثوں کی چھان بین میں طاق ہونے کی دلیل ہے یہی دونوں صاحبان بعد میں اعلام محدثین میں سے ہوئے ہیں۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ اپنے دور میں ابوہریرہؓ سب سے زیادہ یادداشت کے مالک تھے۔

امام بخاریؒ نے فرمایا کہ ابوہریرہؓ سے آٹھ سو سے زائد رجال علم و حدیث نے حدیثیں بیان کیں اور اپنے زمانہ میں حدیث کے سب سے بڑے حافظ تھے حافظ مغرب یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ فرماتے ہیں اصحاب رسول میں احفظ تھے آپ کی کتاب کے دوسرے نسخہ میں یہ عبارت ہے۔ اصحاب رسول میں سب سے احفظ تھے اور مہاجرین و انصار کو جو باتیں یاد نہ تھیں آپ کو یاد تھیں اس لئے کہ دوسرے لوگ تجارت اور اپنے کاروباری مشاغل میں رہتے اور آپ کو دائم و قائم خدمت رسول میں رہتے۔

مشہور مورخ علی ابن محمد جو ابن اثیرؒ کہلاتے ہیں (۵۵۵-۵۶۳ھ) کہتے ہیں کہ ابوہریرہؓ دوسری پیمبر خدا کے ساتھی بھی تھے اور حدیث بھی سب سے زیادہ بیان کرتے تھے۔

حافظ ذہبی ۶۷۳-۷۴۸ھ کہتے ہیں ابوہریرہؓ امام فقیہ مجتہد حافظ، صاحب رسول۔ ابوہریرہؓ دوسری یانی سید حفاظ اثبات تھے۔ دوسری جگہ کہتے

ہیں کہ ابو ہریرہؓ پر حفظ حدیث کی ریاست ختم ہو گئی ہے آپؐ پیغمبر خدا سے الفاظ حدیث سن کر ہو بہو ادا کرتے رہتے ہیں۔ دوسری جگہ کہا کہ ابو ہریرہؓ کا حفظ مضبوط ہے انھوں نے کسی حدیث میں غلطی نہیں کی۔

حافظ ابن کثیر (۷۰۱ - ۷۷۷ھ) کہتے ہیں کہ ابو ہریرہؓ کو سچائی یادداشت دیانت عبادت پارسائی اور عمل صالح میں وافر حصہ ملا تھا۔ دوسری جگہ لکھا کہ ابو ہریرہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی پاکیزہ حدیثوں کا بڑا حصہ روایت کیا اور صحابہ کے حفاظ حدیث میں آپ کا شمار تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی (۷۷۳ - ۸۵۲ھ) ابو ہریرہؓ تمام راویان حدیث سے اپنے دور کے سب سے بڑے حافظ تھے اور جن احادیث کو آپ نے بیان فرمایا صحابہ میں سے کسی نے اس کو بیان نہیں کیا۔

یحییٰ بن ابی بکر عامری ۸۱۶ - ۸۹۳ھ بیان کرتے ہیں ابو ہریرہؓ بالغ نگاہ درویش صفت ناداری پسند صبر و دست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق آپ کے ساتھ ہمہ وقت رہنے والے تھے آپ کسی ضرورت کی وجہ سے الگ نہ ہوتے نہ دنیا نے نہ اہل نے نہ مال نے کسی چیز نے آپ کا رخ نہیں موڑا اور چونکہ ہمیشہ پیغمبر خدا کے ساتھ رہتے اور حافظ بھی آپ کا غضب تھا اس لئے احادیث رسول کو یاد رکھنے اور اس کی روایت میں تمام صحابہ سے آگے بڑھے ہوئے تھے۔

دوسرے موقع پر لکھا کہ آپ حافظ حدیث تھے ثبت تھے زیرک، دانا مسائل سے واقف تھے اکثر روزہ رکھتے نمازیں پڑھتے تھے۔

مورخ عبدالحمد بن احمد جو ابن عمار کے نام سے مشہور ہیں ۱۰۳۲-۱۰۸۹ھ۔
کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بڑے ذاکر و عبادت گزار تھے۔ خندہ پیشانی بااخلاق مدینہ
کے گورنر رہے۔ صحابہ میں حافظ حدیث تھے اور ان میں سب سے زیادہ روایت آپ نے کی ہے۔

رضی اللہ عنہما جمعین والصلوة والسلام علی سید المرسلین
ان دستاویزی شہادتوں کے بعد میرا خیال ہے کہ اب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں
اہل علم کی کسی شہادت کی ضرورت نہیں ہے ورنہ علماء نے آپ کے علم پر جو شہادتیں دی ہیں
اگر ان کو اکٹھا کیا جائے تو ایک دفتر نہیں کئی دفتر بھر جائیں گے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی
قدر و منزلت، آپ کی رفعت علم، کثرت حدیث، آپ کے فضل و پارسائی، آپ کا حافظ
حدیثوں کی جانچ کسی بھی صاحب علم سے پوشیدہ نہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث رسول کی حفاظت نیز اس کی اشاعت و تبلیغ
میں عمر عزیز صرف کر دی، یہی بات انھیں امتیازی شان عطا کرتی ہے۔ اجلۃ اصحاب
رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس خصوصی شان کا اعتراف
شاندار الفاظ میں کیا ہے۔

بہر کیف یہ تو ہم نے چند شہادتیں اپنی معلومات کے مطابق اکٹھا کر دی ہیں تاکہ
آپ کی حق تلفی نہ ہو جائے۔ اب تو کوئی ایسا ہی بے بصیرت اور کوڑھ دماغ ہوگا جو
آپ کی جلالت شان کا معترف نہ ہو۔

وَاللّٰهُ الْمَوْفِقُ وَالْبَاسِ الْمَرْجِعُ وَالْمُنَابِ

تمت بالجید

